

احکام و مسائل

خطبات جمعہ، نیکار و غیر نیکار

تالیف

محقق دوران، جانشین امیر شریعت حضرت مولانا

سید ابوبکر محمد عابدی

ناشر

مکتبہ اسلامیہ پاکستان

232- کوٹ تفاق شاہ ملتان - فون - 572044

میرا ابو ذر غفاریؓ

آپ اس وقت پاک و ہند میں "علم اسامہ
الزہال" کے امام ہیں۔
(تکمہ اسلام آباد، قادیان، ممبئی، راولپنڈی، لاہور)

مولانا سید ابو ذر غفاریؓ کی سوچ، انداز، فکر
اور خطابت میں اپنے والد ماجد کی بڑی
دلکش جھلک موجود تھی۔ بلا کے ذہین،
حاضر جواب اور وسیع المظاہر تھے۔
خطابت میں فصاحت و بلاغت انہوں
نے اپنے والد سے میراث میں پائی تھی
اور انداز زندگی بھی اپنے والد کی طرح
درویشانہ تھا۔ انہوں نے حضرت مولانا
خیر محمد جالندھریؒ کے علوم سے استفادہ
کیا تھا اور حضرت شاہ عبد القادر رائے
پوریؒ سے مجازیت سیکھتے تھے۔ صحابہ کرام
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ناموس
کا تحفظ اور ان اساطین کست کے خلاف
دریدہ دہنی کرنے والوں کی تردید ان کی
زندگی کا خاص مشن تھا اور اپنی جدوجہد
میں انہوں نے بہت سی صعوبتیں
جھیلیں، قید و بند کے مراحل سے بھی
گزرے لیکن کوئی انہیں اپنے موقف
سے متزلزل نہ کر سکا۔

دفتر مولانا محمد تقی جلی مدظلہ
دعوتِ مہم درالعلوم کراچی



گرامی قدر حضرت مفتی محمد زروقؒ کی مبارک

کی خدمت میں

خلوص کے ساتھ

دائریہ ہاشم حسین
مدظلہ

۱۲ جمادی الاول ۱۴۲۵ھ

۱ جولائی ۲۰۰۴ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نام کتاب ————— احکام و مسائل (خطبات جمعہ وعیدین) طبع اول

مولف ————— مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری

مترجم ————— ابن ابوذر سید محمد معاویہ بخاری

مترجم ————— سید محمد شراحیل بخاری - سید محمد وردان بخاری

کمپیوٹر کمپوزنگ ————— حامد محمد بھٹہ --- شراحیل کمپیوٹر گرافکس ملتان

طابع ————— نسرت پرنس - ۹ سرگرم روڈ لاہور - فون 7233910

ناشر ————— معاویہ پبلیکیشنز 232 کوٹ تعلق شاہ ملتان

تعداد ————— گیارہ سو (۱۱۰۰)

صفحات ————— ۵۲۶ صفحات

قیمت ————— ۲۵۰/- روپے

ملنے کے پتے

*	معاویہ پبلیکیشنز ۲۳۲ کوٹ تعلق شاہ ملتان
*	بخاری اکیڈمی، دار بنی حاشم مہربان کالونی ملتان
*	ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
*	مکتبہ احرار، ۶۹-سی، حسین سٹریٹ وحدت روڈ، نید مسلم ٹاؤن لاہور
*	در کتاب، عزیز مارکیٹ، اردو بازار لاہور
*	مکتبہ ختم نبوت، جامع مسجد، بلاک ۱۲ چیمپا وطنی ضلع ساہیوال
*	مکتبہ ختم نبوت، مسجد احرار، چناب نگر، ضلع جھنگ
*	مکتبہ رشیدیہ اردو بازار راولپنڈی

ترتیب

ترتیب

نمبر شمار عناوین صفحہ نمبر

۱	حدیث نعمت	۱۷
۲	یوم جمعہ اور قیام جمعہ کی تاریخ	۲۸
۳	قبل از ہجرت مدینہ میں نماز جمعہ کا اہم ای اجراء	۳۳
۴	مفسر اور سفر کی نمازوں کی ابتدائی اور آخری مقدار	۳۵
۵	نماز جمعہ کا نام رکھنے کی تجویز اور اس کی تصدیق	۳۶
۶	ہجرت از مکہ اور ورود مدینہ	۴۰
۷	اختلاف روایات اور توجیہ و تنبیہ	۴۵
۸	جلوس نبوی میں تعدد تکبیر کی ابتدا	۴۹
۹	تکبیر	۵۱
۱۰	احکام و مسائل جمعہ	۵۷
۱۱	ضرریت جمعہ	۵۹
۱۲	ضرریت جمعہ کے شرائط	۶۲
۱۳	وجوب جمعہ کے شرائط	۶۷
۱۴	خطبہ جمعہ (خطبہ اولی)	۷۱
۱۵	دوران خطبات کے متعلق ایک ضروری تنبیہ	۷۴
۱۶	خصیت الثانیہ	۷۷
۱۷	خطبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوہ تبوک	۸۶
۱۸	خطبہ الجمعۃ المشورہ (شاہ محمد، سمیع شینڈا)	۸۸

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱۹	خطبہ الثانیہ للشیخ رحمۃ اللہ علیہ	۹۰
۲۰	فضائل و احکام رمضان المبارک	۹۳
۲۱	رمضان المبارک کا نزول اجال	۹۳
۲۲	روزہ کا مقصد	۹۴
۲۳	رمضان المبارک کی فضیلت اور روزوں کا اجر و ثواب	۹۴
۲۴	روزے کی حکمت اور اس کے فوائد	۹۸
۲۵	روزہ کی نیت	۱۰۰
۲۶	وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے	۱۰۰
۲۷	تنبیہ	۱۰۱
۲۸	وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹتا نہیں مگر مکروہ ہو جاتا ہے	۱۰۲
۲۹	وہ چیزیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور مکروہ بھی نہیں ہوتا	۱۰۲
۳۰	وہ عذر جن سے رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوتی ہے	۱۰۳
۳۱	روزہ کی قضاء	۱۰۴
۳۲	سری	۱۰۴
۳۳	فطاری	۱۰۵
۳۴	تراویح	۱۰۵
۳۵	بیس تراویح کی اہمیت	۱۰۶
۳۶	اعتیاف	۱۰۹
۳۷	شب قدر	۱۱۰
۳۸	شب قدر کی ذمہ	۱۱۱
۳۹	رمضان میں سخوت	۱۱۲

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۴۰	تقدیم	۱۱۴
۴۱	احکام عید الفطر (تہنید)	۱۱۸
۴۲	تمتع عبودیت	۱۱۹
۴۳	صدقۃ الفطر کے وجوب و اداء کی تفصیل	۱۲۰
۴۴	زکوٰۃ و صدقات واجبہ کے فساد کی تفصیل	۱۲۱
۴۵	مشترک اور مخلوط فساد بنانے کا مسند	۱۲۵
۴۶	امام اعظمؒ کے نزدیک چاندی اور سونے کو ملا کر ایک فساد بنانے کا فقہی مضموم و ضابطہ	۱۲۵
۴۷	فساد سے کھم چاندی میں فساد سے کھم سونا ملانے کی مثال	۱۲۷
۴۸	فساد سے کھم سونے میں فساد سے کھم چاندی ملانے کی مثال	۱۲۸
۴۹	امام ابو یوسفؒ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک فساد سے کھم چاندی اور سونے کو ایک دوسرے میں ملانے کا فقہی مضموم و ضابطہ	۱۳۱
۵۰	چاندی سونے کی کمی کے متعلق حضرت امام اعظمؒ اور صاحبین کے مختلف مسلک کے نتیجہ میں زکوٰۃ کی مقدار میں ختوف	۱۳۲
۵۱	پہلی مثال --- دوسری مثال	۱۳۳
۵۲	صاحب فساد متروک کا حکم	۱۳۶
۵۳	نماز فجر سے پہلے نہ سنے، نماز کے بعد پیدا ہونے یا اسلام لانے والے کا حکم	۱۳۷
۵۴	صدقۃ الفطر کن اشخاص کو دیا جاسکتا ہے؟	۱۳۷
۵۵	مال دار غیر بالغ بچہ کے مال سے متولی کی حیثیت میں صدقہ ادا کرنا ضروری ہے	۱۳۹

نمبر شمار

عناوین

صفحہ نمبر

۵۶	ہر صاحب نصاب پر صدقہ ادا کرنا واجب ہے	۱۳۹
۵۷	صدقۃ الفطر کی مقدار آدھا ٹوپا گندم یا جو اور کھجور کا ایک صاع ہے	۱۴۰
۵۸	صدقات واجبہ کے مصارف	۱۴۱
۵۹	رشتہ داروں میں آباؤ اجداد اور اولاد و احفاد اور میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے	۱۴۳
۶۰	ساواست قریش کی پانچ شاخوں کو صدقہ دینا جائز نہیں	۱۴۴
۶۱	جہان تملیک نہ کی جاسکے وہاں صدقات خرچ کرنا جائز نہیں	۱۴۶
۶۲	عید سے ایک دو روز پہلے بھی صدقۃ الفطر ادا کرنا جائز ہے	۱۴۷
۶۳	صدقۃ الفطر نماز عید پر بنانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے	۱۴۸
۶۴	اداء صدقۃ الفطر کے وقت کی تعیین کا قانونی مذہب اور نماز عید الفطر سے پہلے ادا کرنے کی شرعی حکمت	۱۴۹
۶۵	نماز عید کے بعد صدقہ ادا کرنے پر اس کے ثواب کی حیثیت کچھ تبدیل ہو جائے گی	۱۵۲
۶۶	صدقۃ الفطر اگر عید سے پہلے یا بعد ادا نہیں کیا تب بھی معاف نہیں ہوگا	۱۵۴
۶۷	عید کے پھاند کے لئے گواہی کا نصاب اور شرط	۱۵۵
۶۸	حاکم کی گواہی معتبر نہیں ہوگی	۱۵۸
۶۹	نماز عید کا وقت	۱۶۱
۷۰	مذہب موجود ہو تو نماز عید کا وہی مسجد میں پڑھنا ثابت ہے	۱۶۲
۷۱	نماز عید الفطر کے لئے عید کا دہانے سے پہلے کچھ کھانا مستحب ہے	۱۶۳
۷۲	کھجور یا پھولوں کے طاق دانے یا کوئی جیسی چیز کھانا مسنون و مستحب ہے	۱۶۴

نمبر شمار

عناوین

صفحہ نمبر

۷۳	نماز عید: عید گاہ میں ادا کرنا مسنون ہے۔	۱۶۴
۷۴	نماز عید میں سے پہلے گھر، مسجد یا عید گاہ میں کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔	۱۶۵
۷۵	عید گاہ کی طرف ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا سنت ہے	۱۶۶
۷۶	نماز عید میں سے قبل اذان اور تکبیر خلاف سنت و بدعت ہے	۱۶۷
۷۷	نماز عید سے پہلے وعظ و نصیحت	۱۶۸
۷۸	نماز عید کا طریقہ	۱۶۹
۷۹	نماز عید کے بعد خطبات	۱۷۰
۸۰	خطبہ عید کے لئے تکبیرات پڑھنا مستحب ہے	۱۷۰
۸۱	نماز سے فارغ ہو کر وعظ کرنا سنت سے ثابت ہے	۱۷۱
۸۲	نماز عید میں کے چند ضروری مسائل	۱۷۳
۸۳	خطبہ عید الفطر	۱۷۷
۸۴	خطبہ الثانیہ	۱۸۲
۸۵	تقدیم	۱۸۷
۸۶	احکام عید الاضحی (تسبیح)	۱۹۹
۸۷	قربانی تاریخی نقطہ نظر سے	۲۰۶
۸۸	پہلی قربانی	۲۰۷
۸۹	دوسری نظیر	۲۰۹
۹۰	تیسری مثال	۲۱۰
۹۱	قربانی کا ایک عظیم الشان واقعہ سنت ابراہیم علیہ السلام	۲۱۱

نمبر شمار عناوین صفحہ نمبر

۶۲	۱ موت حق	۲۱۱
۶۳	تو مکی شمس و ستارے	۲۱۲
۹۴	۱۱ قیامت	۲۱۳
۹۵	۱۱ اولاد کے لئے دعا	۲۱۴
۹۶	۱۱ میں علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت	۲۱۴
۹۷	۱۱ خیمہ مبارک علیہ السلام و سنت انجمن - مجری حرف دوسری	۲۱۵
۹۸	۱۱ شیطانی چالیں	۲۱۶
۹۹	۱۱ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں واپس کی تائی	۲۲۱
۱۰۰	۱۱ سات برس کی یاد دہ	۲۲۳
۱۰۱	۱۱ چوہن شہد	۲۲۴
۱۰۲	۱۱ پانچویں شہوت	۲۲۴
۱۰۳	۱۱ چھٹی نظیر	۲۲۷
۱۰۴	۱۱ ساتویں مثال	۲۲۸
۱۰۵	۱۱ آٹھویں شہادت	۲۲۹
۱۰۶	۱۱ نویں شہوت	۲۳۰
۱۰۷	۱۱ دسویں نظیر	۲۳۲
۱۰۸	۱۱ اکیسویں مثال	۲۳۳
۱۰۹	۱۱ تیسری نظیر	۲۳۷
۱۱۰	۱۱ قربانی شہر علیہ السلام کے لئے	۲۴۱
۱۱۱	۱۱ مسرت پر قربانی واجب تھی	۲۴۲

نمبر شمار عناوین صفحہ نمبر

۱۱۲	۱۱ میں علیہ السلام کے لئے قربانی پر نگر و نگر	۲۴۳
۱۱۳	۱۱ قرآن میں وارد فطرت نسک سے قربانی - اوت	۲۴۵
۱۱۴	۱۱ آقا اسلام سے قربانی کا دائمی حکم	۲۴۶
۱۱۵	۱۱ فصل کے لحاظ میں مبارک عید الاضحیٰ و روانہ کر کے لفظ میں	۲۴۶
۱۱۷	۱۱ قربانی واجب ہونے کا حکم و یا کیسے	۲۴۶
۱۱۷	۱۱ ہر سال تمام مسلمانوں پر قربانی واجب ہونے کا حکم	۲۵۱
	۱۱ حکم اور احکام	
۱۱۸	۱۱ مدینہ منورہ میں ہمیشہ قربانی ہونی چاہی	۲۵۲
۱۱۹	۱۱ قربانی - ہول جنت و سعادت - کسی حد فطرت و پرہیزی است کا عمل ہے	۲۵۳
۱۲۰	۱۱ غریبہ بحث	۲۵۴
۱۲۱	۱۱ اسمعیلی میں جہان کے ذریعہ و عام قربانی میں فرق	۲۵۵
۱۲۲	۱۱ دعوت گھر و عمل	۲۵۶
۱۲۳	۱۱ مسلمان علیہ السلام	۲۵۸
۱۲۴	۱۱ تکیہ سے متعلق	۲۶۰
۱۲۵	۱۱ عید الاضحیٰ کے دن خالی پیٹ میں کھانا	۲۶۲
۱۲۶	۱۱ قربانی دینے والے شمس کے لئے ذبح سے پہلے محبت نہ	۲۶۴
	۱۱ ہونا چاہئے	
۱۲۷	۱۱ نماز عید کے بعد واپس آ کر گھر میں نفل پر حنا دے دے	۲۶۵
۱۲۸	۱۱ نماز عید کے لئے دن و شبہ فطرت پر نگر و نگر	۲۶۷
۱۲۹	۱۱ عید کا دن میں پہنچنے کو سب سے پہلے کھانا کھانا	۲۶۸
۱۳۰	۱۱ نماز عید کا طریقہ	۲۷۰

نمبر شمار عناوین صفحہ نمبر

۳۰۵	نہی علیہ السلام اور امت کے کسی بھی فرد کو ایصالِ ثواب کے لئے نفل قربانی کرنا مسنون ہے	۱۳۶
۳۰۷	قربانی کس شخص پر واجب ہوتی ہے	۱۳۷
۳۱۰	بیک ٹکڑے اور ٹالہ ان کے تمام مال اور نصاب زکوٰۃ یعنی مالیت کے مالک افراد پر قربانی واجب ہے	۱۳۸
۳۱۱	ایک شخص پر صرف ایک ہی قربانی واجب ہے	۱۳۹
۳۱۲	غیر مالک بچہ، مجنون اور پاگل پر قربانی واجب نہیں	۱۴۰
۳۱۲	مسافر پر قربانی واجب نہیں	۱۴۱
۳۱۳	گنہگار اور وطن سے غائب کسی بیرونی ملک میں مقیم شخص کی قربانی	۱۴۲
۳۱۵	مقروض کی قربانی	۱۴۳
۳۱۶	دانستہ یا غفلت سے قربانی نہ کرنے والا شخص عید گاہ میں جانے کے لائق نہیں	۱۴۴
۳۱۸	قربانی کی بنیادی اقسام اور ان کے ضروری اقسام	۱۴۵
۳۱۸	وجوب قربانی کی تین اقسام	۱۴۶
۳۱۹	واجب قربانی کی دوسری قسم	۱۴۷
۳۲۰	واجب قربانی کی تیسری قسم	۱۴۸
۳۲۱	مطلق قربانی کی دوسری قسم - ذبیحہ نفل کا حکم	۱۴۹
۳۲۲	قربانی کی نذر (مست) اور وصیت کے اقسام	۱۵۰
۳۲۲	نذر اور مست کی قربانی کا گوشت صدقہ واجبہ ہوتا ہے	۱۵۱
۳۲۷	درمات اور شہروں میں وقت قربانی کا طریق	۱۵۲
۳۳۶	قربانی کے جانور کون سے ہیں	۱۵۳

نمبر شمار عناوین صفحہ نمبر

۲۷۲	عید کی جماعت سے رو جائے والا شخص اکیلا نماز عید نہ پڑھے	۱۳۱
۲۷۳	نماز عید کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے	۱۳۲
۲۷۷	تنبیہ	۱۳۳
۲۸۲	عیدین میں خطبہ کے بعد دعا، غلوٹ سنت ہے	۱۳۴
۲۸۳	خطبہ کے بعد امام و خطیب کے ساتھ سلام اور مصافحہ و معانقہ اور عید کی مبارکباد پیش کرنا ثابت نہیں	۱۳۵
۲۸۴	امام و خطیب کے لئے عیدین میں نماز کے بعد خطبہ پڑھنا سنت اور نمازی حاضرین کے لئے سنانا واجب ہے۔	۱۳۶
۲۸۷	عید کے دن نماز و خطبہ کے بعد وعظ و تقریر و بیان و خطاب کرنا اصل اور مسنون ہے	۱۳۷
۲۹۱	اسلام میں عید الفطر اور عید الاضحی کے سوئی اور کوئی تیسری عید نہیں	۱۳۸
۲۹۵	خضر و ذوالحجہ کے فضائل	۱۳۹
۲۹۶	نماز عید کا وقت کب تک باقی رہتا ہے	۱۴۰
۲۹۸	شرعی ہزارہ عید و نہ نماز عید الاضحی عید کا کو چھوڑ کر شہر کی کسی مسجد میں پڑھنا ثابت و رہبان ہے	۱۴۱
۳۰۰	مسائل قربان	۱۴۲
۳۰۳	ایام قربانی میں حکم الہی کے تحت جانوروں کا خون ہمانا ہی سب سے بہتر عبادت ہے	۱۴۳
۳۰۳	تکبیرات التشریق کے پانچ دن اور قربانی کے صرف تین دن ہیں	۱۴۴
۳۰۴	ذبیحہ قربان کا ایک ایک بال اور رواس باعث فحیر اور ذریعہ نجات ہے۔	۱۴۵

نمبر شمار عناوین صفحہ نمبر

۱۶۴	برن اور نیل کاٹنے کی قربانی جائز نہیں	۳۳۶
۱۶۵	گھوڑا، مٹل جانور نہیں	۳۳۹
۱۶۶	اجماع الائمہ	۳۴۸
۱۶۷	قربانی کے جانوروں کو ہتھام کے ساتھ پالنا مستحب و مسنون ہے	۳۵۴
۱۶۸	قربانی کے جانوروں کی عمر کیا ہونی چاہیے؟	۳۵۷
۱۶۹	قربانی کا ضرورت سے زیادہ گوشت ذخیرہ کر لینا جائز ہے	۳۶۰
۱۷۰	حائل بکری، گائے اور اونٹنی کی قربانی مکروہ ہے	۳۶۳
۱۷۱	بکری، بھیر، دنبہ صرف ایک آدمی کے لئے اور گائے، بھینس، اونٹ کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں	۳۶۴
۱۷۲	قربانی کا جانور کسی دوسرے سے ذبح کرنا جائز ہے	۳۶۹
۱۷۳	جانور ذبح ہوئے وقت خود پاس کھڑے رہنا مستحب ہے	۳۷۱
۱۷۴	عورت کا مٹل جانوروں اور اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا افضل ہے	۳۷۳
۱۷۵	ذبح سے پہلے چھری تیز کر لینی چاہیے	۳۸۰
۱۷۶	ایک شبہ کا ازالہ اور ضروری تشریح	۳۸۴
۱۷۷	قربانی کی نیت	۳۸۷
۱۷۸	حرم قربانی اور قیمت حرم قربانی کا مصرف	۳۸۹
۱۷۹	صدقات واجبہ کے مصارف	۳۹۰
۱۸۰	سادات قریش و بنی ہاشم کی پانچ شاخوں کو صدقہ اور قیمت حرم قربانی دینا جائز نہیں	۳۹۳
۱۸۱	عید الاضحیٰ کے موقع پر ایک دانہ کے مدد نہ آنے کا واقعہ اور قربانی کا گوشت عارضی طور پر نہ کھانے کا حکم	۴۰۳

نمبر شمار عناوین صفحہ نمبر

۱۸۲	حکم ممانعت کے بعد پابندی کے عارضی ہونے کی اطمینان بخش وضاحت	۴۱۱
۱۸۳	ممانعت کے بعد گوشت کھانے کی اجازت کا اعلان	۴۱۵
۱۸۴	ایام عید کے بعد قربانی کا گوشت استعمال کرنے کی دائمی اجازت پر عہد نبوی سے ہی عمل درآمد شروع ہے	۴۲۱
۱۸۵	خطبہ عید الاضحیٰ	۴۲۹
۱۸۶	خطبہ الثانیہ	۴۴۱
۱۸۷	اسلام کا قانون نکاح	۴۴۶
۱۸۸	اللہ تعالیٰ کا معمول	۴۴۸
۱۸۹	نکاح کے معمولات مسنونہ اور ولادت یحییٰ علیہ السلام	۴۵۴
۱۹۰	داتا کون ہے؟	۴۵۶
۱۹۱	داتا کے تین گون	۴۵۷
۱۹۲	حیات عیسیٰ علیہ السلام	۴۶۰
۱۹۳	امیرائیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۴۶۲
۱۹۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام مزار رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر	۴۶۳
۱۹۵	نکاح حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۴۶۵
۱۹۶	سہائیوں کے تین جموت	۴۶۶
۱۹۷	ابو اسحاق تابانی کی روایت	۴۶۷
۱۹۸	نکاح کی اجمیت	۴۷۰
۱۹۹	نکاح حضرت داؤد علیہ السلام	۴۷۱
۲۰۰	نکاح حضرت ابراہیم علیہ السلام	۴۷۲

۲۰۱	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان	۳۷۳
۲۰۲	حضرت رحمانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا	۳۷۶
۲۰۳	حضرت صفیہ بن حبیبہ رضی اللہ عنہا	۳۷۶
۲۰۴	حضرت جویریہ بنت خراذ رضی اللہ عنہا	۳۷۷
۲۰۵	حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا	۳۷۸
۲۰۶	اٹکان سنت النبیاء سے	۳۷۹
۲۰۷	نبی کا ہر فعل شریعت سے	۳۸۰
۲۰۸	مہر شریعت	۳۸۲
۲۰۹	مہر نبوت	۳۸۳
۲۱۰	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر	۳۸۵
۲۱۱	مہر مثل	۳۸۶
۲۱۲	مختصر فضائل نبی و احکام مہر	۳۸۷
۲۱۳	خطبۃ ایمان	۳۹۵
۲۱۴	فضائل و احکام نماز استسقاء	۵۰۰
۲۱۵	خطبۃ الاستسقاء	۵۰۵
۲۱۶	فضائل و احکام غنیۃ	۵۱۳
۲۱۷	امانائے عقیدت	۵۱۵
۲۱۸	فضائل و احکام قنوت نماز	۵۱۸
۲۱۹	دعائے قنوت نماز	۵۲۳

تَحْدِیثِ نَعْمَتِ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى
سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمَعْصُومِينَ ○ وَعَلَى
آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الطَّيِّبِينَ الظَّاهِرِينَ أَجْمَعِينَ ○ أَمَّا بَعْدُ ؟

(۱) رَبِّ ذُو الْجُودِ الْكَرِيمِ کا احسانِ عظیم ہے کہ اس نے بے پناہ فضل و
رحمت اور اس کی عطا کردہ توفیق و ہمت کی بدولت آج ہر امانت کا ایک حصہ
اور جو رہا ہے۔ یعنی والد ماجد حضرت مولانا سید ابو معنویہ ابو ذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ
کے تالیف کردہ مجموعہ ہائے رسائل بصورت مبسوط کتاب، موسوم بہ "احکام و
مسائل" جمع و ترتیب اور طباعت کے داخل طے کر کے آپ کے ہاتھوں میں
پہنچ چکی ہے۔ فلہ الحمد۔

زیر نظر کتاب "احکام و مسائل" خطبات جمعہ، اٹکان و عیدین "در اصل تین
رسائل اور تین اضافی مضامین کا مجموعہ ہے۔ تین مضامین میں سے تاریخ جمعہ،
فضائل و احکام رمضان، بابنامہ الاحرار میں شائع ہو چکے تھے مگر افادہ عام اور

والی بے مہری و بے مروتی کی بادِ سموم نے لاغر وجود کو زبرد پر رکھ لیا۔ گویا کھدینے میں کوئی حرج نہیں کہ

دیوار کیا گری میرے کچے مکان کی
لوگوں نے میرے صحن میں رستے بنا لیے

متاعِ حیات کے رخت ہو جانے پر فکرِ مندی اور پریشانی کا ظہور فطری امر اور تقاضا کھلاتا ہے، سو میں بھی پریشان تھا اپنے احوال سے اور فکرِ لاحق تھی ان ذمہ داریوں کے حوالہ سے جن کا بوجھ ناتواں کندھوں پر آن پڑا تھا۔ کَبْرَیْنِی مَوْتِ الْاَکْبَرِ۔ یعنی بڑوں کی موت نے اس منصب پر لا کر بیٹھ دیا جس کا اہل نہ پہلے کبھی تھا اور نہ اب ہوں۔ ذمہ داریوں کا یہ بوجھ اگر کسی کاروبار، زمین و جائیداد، یا پھر دیگر مادی لوازماتِ زندگی سے متعلق ہوتا تو شاید ہو کھلا بیٹھ اس قدر نہ ہوتی، مگر یہاں تو معاملہ جی الٹ تھا کہ۔۔۔۔۔ قابلِ رشک نسبتِ علم و عمل۔ معیارِ تقویٰ اور ضربِ المثلِ پاکیزگی حیات جیسی نایاب و کم یاب صفاتِ حسنہ کا ورثہ نصیب ہوا اور اپنی کمپرسی کی حالت یہ کہ اس نعمت کو دامن میں سمیٹ لینے کا سلیقہ بھی معلوم نہیں۔

والد ماجد رحمہ اللہ کو دیکھنے، ملنے، سننے اور چاہنے والوں کی نظریں اور سماعتیں جو کچھ میرے چہرے پر دیکھنا اور زبان سے سننا چاہتی تھیں، مجھے اس کا احساس تو ضرور تھا اور ابھی تک ہے مگر جیسا کہ عرض کر چکا ہوں، بے غلی، گم ہانگی و بے چارگی جیسی اپنی کوتاہیاں کب، کہاں اور کیسے چھپاتا جو سیدِ راہ بن کر مزاحم تھیں اور ہیں۔

(۴) یہ دسمبر ۱۹۹۵ء کا واقعہ ہے کہ حضرت شاہ جی رحمہ اللہ کے دیرینہ رفیق و معتقد، شفیق و محترم حضرت حافظ محمد اکبر اعوان صاحب مدیر جامعہ فاروقیہ رحیم یار خاں، اپنا تک تشریف لے آئے۔ غرض آدھ مجھے معلوم نہ تھی مگر انہوں نے آتے ہی انکشاف کیا کہ وہ راقم سے ضروری مشاورت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ ضروریات سے فراغت کے بعد انہوں نے مدعا بیان فرمایا۔ حاصل گفتگو یہ تھا کہ شاہ جی رحمہ اللہ کے ترکیبی مشن کو خواہ وہ ماہنامہ الاحرار کی مسلسل اشاعت کی صورت ہو یا پھر ان کی تالیفات و تصنیفات کی کمرِ اشاعت کی صورت، بہر حال جاری رہنا چاہیے اور بالاصرار فرمایا کہ وہ ہمہ قسم معاونت کے لئے تیار ہیں۔ راقم کے لئے اُس وقت یہ فیصلہ کرنا خاصا دشوار تھا لیکن حضرت حافظ صاحب کی ولی خواہش اور جذبہ اخلاص و ہمدردی نے بے یقینی کے وابھوں کو شکست دے دی۔ چنانچہ رضا مندی کا اظہار کر دیا۔ اسے حافظ صاحب کے جذبہ صادق کی قبولیت ہی کہیے کہ راقم کو حتمی فیصلہ کرنے میں زیادہ دن نہیں لگے۔ اور اپنی تمام کمیوں، کوتاہیوں کے باوجود عزمِ مصمم کے ساتھ جریدہ ماہنامہ الاحرار کی اشاعت اور اسے بتدریج بہتر بنانے کی ننگ و دو عملی طور پر شروع کر دی گئی۔

الحمد للہ! نتائج حوصلہ افزا رہے اور الاحرار ظاہری و باطنی ترقی کے مراحل بخوبی طے کرنے لگا۔ مگر اس ایک طرف توجہ نے دوسرے کئی اہم امور پس پشت ڈال دیئے جن میں حضرت شاہ جی کی تالیفات و تصنیفات کی اشاعت کا معاملہ سب سے ضروری اور اہم تھا۔ حافظ صاحب مدظلہ الاحرار کی ترقی سے تو خوش تھے لیکن

کتابوں کی عدم اشاعت کا معاملہ انہیں بے چین کئے ہوئے تھا۔ چنانچہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو جامعہ فاروقیہ رحیم یار خاں میں شاہ جی کے یوم وفات کے حوالہ سے منعقدہ ایک تقریب پر ملاقات ہوئی تو انہوں نے گلہ کے انداز میں اپنی خواہش کا مکرر اظہار فرمایا۔ کہ ان کتابوں کی اشاعت وقت کی ضرورت ہے اور حضرت شاہ جی کا نام باقی رکھنے کا ذریعہ بھی، لہذا فوراً اس پر کام شروع کیا جائے۔ بھولی ہوئی بات ذہن میں تازہ ہوئی اور گھر لوٹتے ہوئے پختہ عزم کر لیا کہ جس طرح ماہنامہ الاحرار کو بتدریج بہتر بنانے کا سلسلہ شروع ہوا ہے اسی طرح کتابوں کی اشاعت کے لئے بھی بتدریج کام کیا جائے گا۔ مگر اس عزم کے باوجود ڈیڑھ سال محض نااہلی کے باعث مسودات کی چھان بین اور پھر ترجیحی طور پر پہلے شائع ہونے والی کتاب کو حتمی شکل دینے میں گزر گیا۔

جولائی ۱۹۹۸ء میں عظمیٰ محترم ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء الحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو انہوں نے بھی کتابوں کی اشاعت کی طرف نہ صرف توجہ دلائی بلکہ میری ایک مشکل بھی آسان بنا دی۔ فرمایا کہ احکام عید الفطر، احکام عید الاضحیٰ اور التطہات (جو خطبات جمعہ، نکاح و عیدین کا مجموعہ) ہے انہیں یکجا کر کے شائع کر دو اور پھر خود ہی اس کا نام بھی تجویز فرما دیا کہ "احکام و مسائل" کے عنوان سے کتاب ہوئی چاہیے۔ اس غیر متوقع رہنمائی کے سہولت پیدا کی تو اللہ کا نام لیکر کام شروع کر دیا۔ جیسے جیسے کتاب تکمیل کے مراحل طے کرتی رہی ایک ایلیسی و سوسر مادی اسباب کی عدم دستیابی کے حوالہ سے روز بروز پریشان کرنے لگا۔ بس امید کی اک ڈور تھی جو صرف اور صرف اللہ کے نام سے بندھی تھی۔ کبھی یقین متزلزل ہوا بھی تو اس

کا انتظام پردہ غیب سے ہی ہو جاتا رہا، دل مضطرب کی تسلی کا استعارہ کئی مرتبہ ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا جو سرگوشیوں میں باہر ادا ہونے کی نوبت سنا دیتا اور کہتا۔۔۔۔۔ گھبراتے کیوں ہو؟۔۔۔۔۔ ہو رہے گا کچھ نہ کچھ

لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

بے شک انسان کی حقیقی مددگار مالک الملک اللہ رب العزت کی ذات عظیم و کریم جی ہے جو مایوسیوں کی گھٹا ٹوپ اندھیروں میں امیدوں کے خورشید طلوع کرتی، بے مرادوں کو باہر اد کرتی اور بے نوا سالکوں کے کشکول بھرتی ہے۔ گو کہ اپنا یقین ناقص اور توکل کمزور تر تھا مگر دریائے رحمت نے سیراب کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، چنانچہ مشاہدہ کی بات اور امر واقعہ ہے کہ ایک خورشید بام امید پر طلوع ہوا، مایوسیوں کے اندھیرے چھٹے، مرادوں کے ٹشت لبریز ہوئے اور کاسہ حیات پروردگار کے فضل و رحمت سے بھر گیا۔

وسعت رحمت کل شیء

۵۔ جنوری ۱۹۹۹ء تک کتاب کی کمپیوٹر کمپوزنگ کا کام مکمل ہو چکا تھا اب حروف خوانی کے مراحل درپیش تھے۔ بالخصوص عربی عبارات (قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ) کی حروف خوانی محنت طلب اور دقت آمیز کام تھا۔ لیکن محسن و مربی حضرت مولانا حبیب الرحمن حاشی زید لطف، خطیب جامع مسجد نشتر کل ملتان، کی معاونت سے یہ مرحلہ بھی الحمد للہ ستمبر ۱۹۹۹ء تک بخوبی طے ہو گیا۔ گذشتہ برس یعنی ۲۰۰۰ء میں وسائل کی عدم دستیابی آڑے آتی رہی اور یوں تقریباً سارا سال بے مصرف ہی گزر گیا۔ تاہم نومبر کے آخری عشرہ میں

اللہ کی مدد و نصرت نے باتہ تمام لیا۔ چنانچہ رمضان المبارک کے دوران پوری تندہی کے ساتھ کتاب کو حتمی شکل دی اور ماہنامہ الاحرار میں اشاعت کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ الحمد للہ نئے عیسوی سال کے آغاز میں ہی تمام مراحل طے ہو گئے اور وہ بوجہ جو گزشتہ پانچ برسوں سے دل و دماغ کو متشکل کئے ہوئے تھا کسی قدر کم ہو گیا ہے۔ سب سے زیادہ مشکل الخطبات کے سلسلہ میں درپیش تھی۔ برادر محترم سید محمد کفیل بخاری صاحب جن کی مشاورت و رہنمائی روز اول سے ہر لمحہ معاون رہی اس بات کے خواہشمند تھے کہ عربی خطبات کی پرانی کتابت کو معمولی درستی کے بعد بعینہ شائع کر دیا جائے مگر باوجود کوشش کے ایسا ممکن نہ ہو سکا، پرانی کتابت انتہائی خستہ حالت میں تھی اور اس کی درستی نئی کتابت سے بھی گراں ثابت ہو رہی تھی، لہذا نئی کتابت کرائی گئی اور ممکن حد تک کوشش کر کے اسے اغلاط سے مبرا بھی رکھا گیا ہے۔ اس احتیاط کے باوجود اگر کہیں زبر زیر پیش یا دیگر لفظی اغلاط نظر آئیں تو نشاندہی کا فریضہ انجام دیکر آئندہ کے لئے تدارک کا موقع فراہم کریں۔

راقم کو اپنی تمام کمیوں کوتاہیوں کا اعتراف ہے لہذا اگر کتاب میں حسن ترتیب کا کوئی پہلو نظر آئے تو محض اللہ کا فضل کرم جانیے اور ہمہ قسم کی کمی کوتاہی مجب ناجز کے ذمہ ہی ہے۔ جس کے لئے میں اللہ کے حضور بھی غفور و کریم کا خواستگار ہوں اور آپ سے بھی۔

اس کتاب کی ترتیب و اشاعت اپنی جگہ ایک اعزازِ یحییٰ ہے لیکن راقم کے نزدیک یہ دینی فریضہ کی تکمیل اور بارِ امانت کی ادائیگی کے درجہ میں بھی ہے۔ فائدہ الحمد۔ کہ آج اس سے سبکدوش ہونے کا پر مسرت موقع نصیب ہو رہا ہے۔

اللہ کریم عاجز کی تنویری سی محنت کو قبول و منظور فرمائیں اور قبر و حشر میں وسیلہ مغفرت و ذریعہ نجات بنادیں۔ آمین۔

مؤلف کتاب والد ماجد حضرت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ وہ جب بھی اپنی کسی تصنیف و تالیف کی اشاعت کا اہتمام فرماتے تو قارئین کتاب کے نام یہ التماس دعاء ضرور تحریر کرتے کہ وہ خود ان کی ذات، ان کے اہل خانہ اور خاندان کے جملہ اراکین کے لئے دعاء حسنِ خاتمہ و مغفرت سے دریغ نہ کریں۔ بالخصوص ہم دونوں بہائیوں۔ راقم محمد معاویہ اور برادر اصغر عزیزم سید محمد مفیر بخاری سلمہ اللہ کے لئے کہ اللہ کریم ہمیں خاندانی وراثت یعنی خدمتِ دین کے لئے قبول فرمائیں۔

چنانچہ سنتِ ابی کے مصداق راقم بھی تمام قارئین سے ملتمس ہے کہ اپنی خصوصی دعاؤں میں حضرت شادِ جی کے قائم کردہ مکتبہ معاویہ و ادارہ الاحرار اور مسجد گنگار کے لئے، میری والدہ محترمہ کی صحت و عافیت اور میرے اہل و عیال بالخصوص میری اولاد، عزیزان سید محمد فراحیل بخاری اور سید محمد وردان بخاری سلمہ اللہ کو یاد رکھیں۔

اللہ غفور الرحیم ان کو درازی عمر، صحت و عافیت عطاء فرمائے اور اپنے جدِ امجد حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چلنے اور اپنے قابلِ صد رشک دادا جان حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح علم و عمل کا سچا وارث و جانشین بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

آخر میں ان تمام محسنین و معاونین کا تہ دل سے مشکور و ممنون ہوں جنہوں نے

و اے درمے سنئے، قدم قدم مجھے سنبالا دیا اور اس بار امانت کو آپ تک پہنچانے کا ذریعہ و وسیلہ بنے۔ جزاکم اللہ خیراً و احسن الجزاء۔ اللہ ان تمام محبت کرنے والوں کے اخیرِ نیت و عمل کو قبول و منظور فرمائے۔
 آمینَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّالْأُمَمِ
 وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَّالْمَعْصُومِينَ، وَعَلَى أَصْحَابِهِ الْكِرَامِ
 وَأَصْلِ أَهْلِ بَيْتِهِ الْعِظَامِ أَرْوَاحِ الْمُظْهَرَاتِ، وَبَنَاتِ
 طَابَرَاتِ رِضْوَانِ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَعَلَيْهِنَّ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ
 يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

راقم السطور، سرِ اِپا عِصْمِیَاں، اُمیدوارِ مغفرت و شفاعت، غلامِ بارگاہِ غلّیاںِ رسول
 ازوانِ و اسحابِ رسول علیہ السلام

ابن ابوذہر

سید محمد معاویہ بخاری

۲۳۲۔ کوٹ تعلق شاہ ملتان

۱۹ شوال المکرم ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۵ جنوری ۲۰۰۱ء بروز پیر بہ وقت سر

قبل از اسلام

یومِ جمعہ اور قیامِ جمعہ کی تاریخ



جانشینِ امیرِ شریعتِ حضرت مولانا

سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ

کی ایک علمی و تحقیقی تحریر

"قبل از اسلام"

یومِ جمعہ اور قیامِ جمعہ کی تاریخ

کتاب و سنت اور سیرت و تاریخ کی روشنی میں

از: سید ابو معاویہ ابوذر بخاری

۱۔ اسلام آنے سے بہت عرصہ پہلے اور سیدنا مسیح مقدس "عیسیٰ بن مریم" علیہما السلام کے دوسرے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد "فترة" یعنی نبی سے خالی زمانہ میں اور کئی ممالک کی طرح "عرب" کے اندر بھی "ملتہ ابراہیمیہ" کے کچھ آثار موجود تھے اور عام عبادات کے علاوہ یہود کے مذہبی دن یوم السبت (سنیچر) اور نصاریٰ کے مذہبی دن "یوم الاحد" (اتوار) کی طرح اہل عرب بھی سنیچر سے ایک روز پہلے کچھ نہ کچھ خاص عبادت کیا کرتے تھے۔ عربی علم ادب، لغت و نحو اور تاریخ کی کتب سے اس سلسلہ میں کچھ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ چنانچہ لغت اور نحو کے دو مشہور امام "فراء" اور "ثعلب" کا قول ہے کہ دورِ قدیم میں اہل عرب سنیچر سے پہلے والے دن کو "یوم العروہ" کہا کرتے تھے!

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جَدِ اعلیٰ "کعب بن لؤی" عرب میں پہلے شمس میں جنوں نے یہود و نصاریٰ کے ہفتہ اور اتوار کی طرح سنیچر سے پہلے دن "یوم العروہ" نام منموالات کے علاوہ اجتماعی عبادت کے لئے مقرر کیا تھا وہ اس دن لوگوں کو جمع کرتے اور حمد و ثناء خداوندی اور مواظظ و نصاب پر

مشتمل خطبہ دیا کرتے۔ جس میں صلہ رحم کی خصوصی ترغیب دیا کرتے تھے اور طہی الاغلب "صحف ابراہیمیہ" اور تورات و انجیل کی مشہور و معروف تعلیمات و بشارات سے حاصل شدہ علم کے مطابق یہ پیش گوئی اور نصیحت کرتے تھے کہ "میری اولاد میں ایک نبی ہونے والا ہے۔ اگر تم لوگ اس کا زمانہ پاؤ تو ضرور ان کی اتباع کرنا۔" علامہ زرقاتی "ن" نے "المواعب" میں "سہیل" نے "الروض الانف" میں اور علامہ حافظ امام ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے "البدایہ" میں چند الفاظ کے اختلاف کے ساتھ کعب کا خطبہ نقل کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔

كَعْبُ بْنُ لُؤَيٍّ رَوَى أَبُو نُعَيْمٍ مِنْ طَرِيقِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ زُبَالَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ التَّيْمِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: كَانَ كَعْبُ بْنُ لُؤَيٍّ يَجْمَعُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَكَانَتْ قُرَيْشٌ تُسَمِّيهِ "الْعُرُوبَةَ" فَيَخْطُبُهُمْ فَيَقُولُ: أَمَّا بَعْدُ فَاسْمَعُوا وَتَعَلَّمُوا، وَأَفْهَمُوا وَاعْلَمُوا لَيْلَ سَاجٍ وَنَهَارِ ضَاحٍ وَالْأَرْضِ مِهَادٍ وَالسَّمَاءِ بِنَاءٍ وَالْجِبَالِ أَوْتَادٍ وَالنُّجُومِ أَعْلَامٍ وَالْأَوَّلُونَ كَالْآخِرِينَ وَالْآخِرُونَ كَالْأَوَّلِينَ وَمَا يَهِيْجُ إِلَى بَلَى فَصَلُّوا أَرْحَامَكُمْ وَاحْفَظُوا أَصْهَارَكُمْ وَثَمَرُوا أَمْوَالَكُمْ فَهَلْ

رَأَيْتُمْ مِنْ هَالِكٍ رَجَعَ؟ أَوْ مَيِّتٍ نَشَرَ؟ أَلَدَارُ أُمَّا
مَكُمُ وَالظُّنُّ غَيْرُ مَا تَقُولُونَ حَرَمَكُمُ زَيْنُوهُ وَعَظُمُوهُ
وَتَمَسَّكُوا بِهِ فَسَيَأْخُذُ بِهِ نَبَأٌ عَظِيمٌ وَسَيُخْرِجُ
مِنْهُ نَبِيٌّ كَرِيمٌ.

حضور علیہ السلام کے اجداد میں کعب بن لوی کا ذکر ابو نعیم بہ واسطہ محمد بن حسن بن زبالہ - محمد بن طلحہ تبسی سے وہ محمد بن ابراہیم بن حارث سے وہ ابو سلمہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ: کعب بن لوی اپنی قوم کو بروز جمعہ اکٹھا کیا کرتے تھے اور قریش نے اس دور میں جمعہ کو "عروبہ" کا نام دے رکھا تھا۔ کعب ان کے سامنے خطبہ دیتے تو یوں کہتے: بعد حمد و ثنا، جو کچھ کہتا ہوں اسے سنو اور خوب محفوظ کر لو، سمجھو اور جان لو، رات پر سکون ڈھانپنے والی ہے اور دن بے ابر اور روشن ہے۔۔۔۔۔۔ اور زمین گرھوں والی ہے۔۔۔۔۔۔ اور آسمان بلند و بالا عمارت ہے۔۔۔۔۔۔ اور پہاڑ زمین کی میٹھیں اور کھوٹے ہیں۔۔۔۔۔۔ اور ستارے رہنما ہیں۔۔۔۔۔۔ پہلی اقوام بھی انجام میں پچھلوں جیسی تھیں۔۔۔۔۔۔ ہر نر و مادہ، ہر روح اور پیدا ہونے والی چیز گلنے سرٹنے کے لئے ختم ہو رہی ہے۔ اپنی رشتہ بندیوں کو جوڑے رکھو اور اپنے سرالی، دامادی کے تعلقات کی حفاظت کرو، اپنے مال و دولت کو تجارت سے بڑھاتے رہو، کیا تم نے کسی مرنے والے کو دیکھا ہے جو لوٹ آیا ہو؟ یا کسی مردہ کو دیکھا ہے، جو دوبارہ زندہ کر دیا گیا ہو؟ آخرت کا گھر تمہارے آگے ہے اور انجام کے متعلق تمہاری گفتگو کے سونی ہے (یہ کعب) تمہارا حرم ہے اس کو بناؤ

سنو اور اس کی بڑائی کو قائم رکھو اور اسی کے ساتھ پیشگی سے وابستہ رہو، عن قریب اس کے متعلق ایک بہت بڑی خبر آنے والی ہے اور اسی حرم سے ایک معزز نبی ظاہر ہونے والا ہے۔ ثُمَّ يَقُولُ پھر کہتے

نَهَارٌ وَلَيْلٌ كُلُّ يَوْمٍ بِحَادِثٍ
سَوَاءٌ عَلَيْنَا لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا

ہر صبح و شام کوئی نہ کوئی حادثہ ساتھ لاتے ہیں

(اس لئے) ہمارے لئے ان حوادث کے صبح و شام برابر ہیں

يُؤْوِيَانِ بِالْأَحْدَاثِ حَتَّى تَوُوبَا
وَبِالنِّعَمِ الصَّافِي عَلَيْنَا سُورُهَا

دن رات مختلف واقعات اور خدائی انعامات کو بار بار لے کر آتے ہیں یہاں تک کہ لوٹ جاتے ہیں

اور ہماری زندگی پر ان شب و روز کے لمبے پردے پڑتے جاتے ہیں

عَلَى غَفْلَةٍ يَا نَبِيَّ مُحَمَّدٌ
فِي خَيْرِ أَخْبَارٍ صَدُوقٌ خَيْرُهَا

ہماری بے خبری میں "نبی محمد" اپنا تک آجائیں گے

اور وہ غیبی خبریں سنائیں گے جن کا بتانے والا بہت سچا ہے۔

ثُمَّ يَقُولُ وَاللَّهِ لَوْ كُنْتُ فِيهَا ذَا
سَمْعٍ وَبَصَرٍ وَيَدٍ وَرَجُلٍ
لَتَنَصَّبْتُ فِيهَا تَنْصَبُ أَيْحَمِلُ

وَلَا رَقْلَتْ أَرْقَالَ الْعَجَلِ ثُمَّ يَقُولُ

پھر کہتے تھے "خدا کی قسم اگر اس نبی کے آنے کے وقت میرے کان آنکھ اور ہاتھ پاؤں باقی رہ سکتے (یعنی میں رہ سکتا) تو میں (اس کی تائید کے لئے) یوں اٹھ کھڑا ہوتا جیسے (سواری اور بار برداری والا) اونٹ کھڑا ہو جاتا ہے اور میں اسے ماننے کے لئے تیز تیز رفتار کے ساتھ پل کر جا پہنچتا پھر یہ شعر پڑھتے تھے

يَا لَيْتَنِي شَاهِدٌ نَجَوَاءَ دَعْوَتِهِ
حِينَ الْعُسَيْرَةُ تَبْغِي الْحَقَّ خِذْلًا نَا

اے کاش میں بھی اس نبی کے اعلان دعوت کے سننے کے وقت حاضر ہوتا

جب کہ میرا قبیلہ (قریش) حق کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا؟

قَالَ: وَكَانَ بَيْنَ مَوْتِ كَعْبِ بْنِ الْوَيْيِ وَمَبْعَثِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ وَسِتُّونَ
سَنَةً. (البدایة والنہایة ص ۲۴۴. ج ۲. جدید طبع بیروت ۱۹۶۶ء)

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ کعب بن الوئی کی موت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت عطا کئے جانے کے درمیان پانچ سو ساٹھ برس کا عرصہ ہے۔

المواہب والروض الالف میں یہ شعر ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔

يَا لَيْتَنِي شَاهِدٌ فَحَوَاءَ دَعْوَتِهِ
إِذَا قُرَيْشٌ تَبْغِي الْحَقَّ خِذْلًا نَا

کاش میں اس نبی کے مقصد مدعی کے اعلان اور دعوت حق کے وقت موجود ہوتا
جب کہ قریش حق کو بے یار و مددگار چھوڑ جائیں گے۔

(المواہب للزرقانی، ص ۴۲، ج ۱ "الروض النف" للسہیلی
ص ۶ و ص ۲۶۹) ج نمبر ۱ بہ حوالہ "سیرت المصطفیٰ" مولانا
محمد ادریس الکاندھلوی ص ۱۹، ۲۰ ج ۱ طبع لاہور

کعب نے جی سب سے پہلے "یوم العروہ" میں لوگوں کو عبادت کے لئے اکٹھا کرنے کا طریقہ جاری کیا تھا۔ تو لوگوں کے مسلسل جمع ہونے کی بناء پر اس کا پہلا اور پرانا نام بدل کر موضوع و مضمون کے مطابق اس کا نیا اور دوسرا نام "یوم الجمعة" لوگوں کو جمع کرنے والوں۔ بھی انہی نے رکھا۔ جو اسلامی دور میں بھی نقل اور منتحب ہوا۔ حتیٰ کہ جب انصار مدینہ نے اپنی ہفت روزہ اجتماعی عبادت کے لئے قدرتی تریک پر از خود اسی دن کو مقرر کیا اور کعب کے رکھے ہوئے نام کی تجدید بھی کر لی تو ان کے اس اقدام کو منشاء ربانی قرار دیتے ہوئے وحی الہی نے بھی اس کی مستقل تائید و تصدیق اور تصویب و تحسین کر ڈالی جس پر قرآن کریم اور دفاتر حدیث گواہ ہیں۔

"قبل از ہجرت" مدینہ "میں نماز" جمعہ "کا الہامی اجراء:

قبل از اسلام مکہ مکرمہ میں قیام جمعہ کے متعلق مختصر روایاتی قصہ بیان ہوا۔ اب بعد از اسلام مدینہ منورہ میں قیام جمعہ کا تاریخی پس منظر ملاحظہ ہو! سنہ ۱۲ نبوۃ کے دوران ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں اسلام کی اہم ترین عبادت "جمعہ" کا قیام عجیب و غریب انداز سے ہوا۔ اور اس کی غیبی اور الہامی صورت ظاہر ہوئی۔ جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ "توراة و انجیل" کے احکام و ہدایات اور روایات کے مطابق "مذہبی اجتماع" اور "عبادت" کی غرض سے "یہود" کے لئے "یوم السبت" ہفتہ اور نصاریٰ کے لئے "یوم الاحد" (اتوار) کا دن مقرر تھا۔ اس

دن وہ اپنے معابد (عبادت گاہوں) کے اندر جمع ہوتے تھے۔ مدینہ منورہ میں رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ طریقہ دیکھتے اور اس کی اہمیت اور اثر کو محسوس کرتے تھے۔ لیکن حضور علیہ السلام کی طرف سے ان کو کسی خاص مقرر دن میں کسی مستقل اجتماعی عبادت کے لئے اب تک کوئی حکم نہیں ملا تھا، اس لئے وہ خاموش تھے۔ البتہ بقیہ نمازیں حضور علیہ السلام کے معتبر و معتمد سفیر و قاصد، مدینہ میں اسلام کے معلم و مبلغ اور امام اول شہزادہ مکہ، شبیہ نبی، علم بردار و شہید اُحد، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ادا کیا کرتے تھے۔ دورانِ قیام "مکہ مکرمہ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو راجح قول کے مطابق رمضان المبارک "۳۱ ف" عام الفیل کی سترہ تاریخ دو شنبہ (بیر) کے دن چالیس برس چھ ماہ کی عمر میں نبوت و رسالت عطا ہوئی۔ تو سب سے پہلے "فجر اور عصر" صرف دو وقت کی نمازیں فرض کی گئیں اس دور میں بھی آپ غیر معاومہ تفصیل کے مطابق مختلف قسم کی عبادت کیا کرتے تھے۔ لیکن نماز کا کوئی مستقل سلسلہ اور مفصل طریقہ ابھی تک قائم اور مقرر نہیں ہوا تھا۔

(۱) "شرح المواہب اللدنیہ" للزرقانی ص ۲۰۷ ج ۱۔ "فتح الباری، شرح البخاری" للمافظ ابن حجر العسقلانی ص ۲۶، ج ۱۔ کتاب التفسیر ص ۵۵۱ ج ۸۔ کتاب الغیر ص ۳۱۳ ج ۱۲ بہ حوالہ "سیرۃ المسططی مولانا محمد ادریس الکاندھلوی ص ۱۰۸ ج ۲۔ البدایہ والنہایہ" للہام ابن کثیر ص ۱۷۷ ج ۳ جدید طبع بیروت ۱۳۸۵ھ - ۱۹۶۶ء)

پھر زیادہ مشہور قول کے مطابق ۱۱ نبوۃ میں ماہ رجب المرجب کی ستائیسویں شب میں آپ کو کائنات کا عظیم و عجیب ترین اور خیر العقول آسمانی معجزہ

"معراج" کی صورت میں عنایت فرمایا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے قرب خاص میں حاضر ہونے پر دوسرے بے شمار انعامات کے علاوہ سب سے بڑی فرض عبادت کے طور پر "صلوات خمسہ" پچاس کا ثواب رکھنے والی پانچ نمازوں کا تحفہ عطا فرمادیا گیا۔ (المواہب اللزرقانی ص ۳۰۷ ج ۱۔ بہ حوالہ سیرۃ المسططی ص ۲۱۱ ج ۱)

حضر اور سفر کی نمازوں کی ابتدائی اور آخری مقدار

لیکن نماز مغرب کے علاوہ سب نمازیں دو دور رکعت کی تھیں ہجرت کے بعد نماز ظہر عصر اور عشاء میں اضافہ کا حکم آگیا۔ چنانچہ عام حالات کے اندر وطن یا کسی بھی جگہ قیام کے وقت کے لئے تو ان کی چار چار رکعات کر دی گئیں اور سفر کے دوران مقدار نمازیں تخفیف اور رعایت کا حکم نازل ہوا۔ تو اس کے لئے مغرب کو تین رکعت کی مقدار والی پہلی حالت پر رکھا گیا۔ اس سلسلہ میں سیدہ اہل بیت، حبیبہ حبیبہ رب العالمین اعلم الصحابہ، واقف احوال و اسرار نبوۃ ام المؤمنین "خاتہ صدیقہ" مطہرہ سلام اللہ علیہا فرضیتہ نماز کے مسئلہ کی اصل حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے تصریح و تصدیق فرماتی ہیں۔

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا) قَالَتْ: فَرَضَ اللَّهُ الصَّلَاةَ حِينَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ، رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأَقَرَّتْ صَلَاةُ السَّفَرِ وَزِيدَ فِي صَلَاةِ الْحَضَرِ (البخاری کتاب الصلوۃ باب کیف فرضت الصلوۃ فی الأسراء ص ۵۱ ج ۱ طبع نور محمد اصحح المطابع دہلی۔ انڈیا)

حضرت سیدنا حدیق اکبر کے نواسے سیدہ اسماء بنت ابی بکر کے فرزند سیدہ صدیقہؓ کے بھانجے حضرت عروہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے۔ وہ ام 'ومنین عائشہ (صدیقہ سلام اللہ علیہا) سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت (ابتداءً) نماز فرض کی تو حضر اور سفر کے لئے (یکساں) دو رکعت کی صورت میں فرض قرار دئی پھر (ہجرت کے بعد نئے حکم کے تحت) سفر کا نماز میں تو دو رکعت والی (پہلی حالت میں برقرار رکھی گئیں اور سفر میں نمازوں میں) یعنی وطن یا وطن اقامت یا پندہ روزہ قیام کی صورت میں نماز سب اور ترکہ چھوڑ کر دو رکعت کا مزید اضافہ کر دیا گیا (اور ظہر، عصر اور غنیمہ، پارہ چار رکعت والی نمازیں بن گئیں۔

نماز جمعہ کا نام رکھنے کی تجویز اور اس کی تصدیق

مذکورہ صورت حال کے پیش نظر قبل ہجرت حضور علیہ السلام کے اول مدنی پیروکار و جاں نثار، معروف صحابی حضرت امد بن ذرارہ "نجاری، انصاری رضی اللہ عنہ کی توجہ بہ طور خاص اس مسئلہ کی طرف متوجہ ہوئی اور ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جب مصنوعی اہل کتاب کافر ہو کر اس تنظیم کے ساتھ اپنی عبادات میں مصروف ہیں تو ہم نبی و رسول برحق مصدق و خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فرماں بردار اور عاشق ہو کر اپنے سب سے عظیم اور کامل و جامع دین برحق کے فرائض و واجبات کو کیوں نہ ان سے بڑھ چڑھ کر تربیت و تنظیم کے ساتھ ادا کیا کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس احساس اور خیال و عزم کو غیبی تائید و قبولیت سے نوازا جس کی صورت یہ ہوئی

کہ حضرت اسعد نے اپنے دل و دماغ کی پوری قوت فکر و فیصلہ کے مطابق اس عبادت کی اجتماعی تشکیل کے لئے یہود کے ہفتہ اور نصاریٰ کے اتوار کے مقابلہ میں یوم "جمعہ" کو پسند و منتخب اور مقرر و طے کر دیا تھا۔ پھر دوسرے انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو مشورۃً اپنی یہ تجویز بتائی تو انصار نے فطری سعادت کے تحت اپنی قلبی خواہش اور دینی آرزو کی تکمیل کے لئے غیر متوقع خدائی تائید سمجھ کر اسے فوراً قبول کر لیا۔ اس حسن اتفاق کے بعد حضرت نے ایک جمعہ کے دن سب انصاری احباب کو اکٹھا کر کے اپنے پہلے "اجتہاد" کے مطابق نماز جمعہ پڑھا دی۔ اتوار اور ہفتہ سے پہلے آنے والے اس دن کو عرب کے جاہل رواج کے مطابق "یوم العروہ" سمجھا جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے دوسرا اجتہادی اقدام یہ کیا کہ یہ جاہل نام ختم کر کے تقدیر الہی کی خاموش رہنمائی، روحانی رشد و ہدایت اور لہسنی دینی بصیرت و فراست کے تحت اسے "یوم الجمعہ" کے مبارک الہامی نام کے ساتھ موسوم کر دیا۔ حضرت اسعد نے اپنے ممتاز دینی فکر و شعور اور بصیرت کے مطابق جو دو مذکورہ اجتہاد کئے تھے وہ درحقیقت تقدیر و منشاء الہی کے مطابق امت محمدیہ علی صاحبہا السلام کی دینی اور اجتماعی زندگی میں تاقیامت زبردست روحانی اور انقلابی اثرات رکھنے والے خالص ربانی القاء "اور "رحمائی الہام" کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس عمل خیر کی برکت و مقبولیت کا پہلا اظہار اور اس "اجتہاد" کی پہلی تصدیق یوں ہوئی کہ ہجرت سے کچھ عرصہ پہلے حضور علیہ السلام نے مدینہ میں اسلام کے معلم اول اور امام نماز شبیہ نبی و شہید امد حضرت منعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو "یوم جمعہ" کی اہم عبادت کے متعلق ایک خصوصی مکتوب گرامی اور حکم نامہ لکھوا کر ارسال فرمایا۔ جس میں درج

تھا کہ اس دن "نصف النہار" کے بعد سب اکٹھے ہو کر ایک "دو گانہ" ادا کر کے قربِ خداوندی حاصل کیا کرو۔ (روادہ دار قطنی۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ "الزرقانی ۵۱۵-ج ۱- بہ حوالہ سیرت المستطی ص ۲۳۸، ج ۱)

اور ہجرت کے بعد حضور نبی کریم علیہ السلام نے دورانِ قیام "قباء" جب یہ حکم خداوندی "مختہ بنی سالم بن عون" کی مسجد میں اپنی پیغمبرانہ زندگی "اور اسلام کے دورِ اقتدار کا پہلا اجتماعی جمعہ ادا کیا۔ تو حضرت اسعد کے پہلے اجتہاد کی باضابطہ دوسری تائید ہوئی اور اس کے بعد منتقلی قیامِ مدینہ اور تعیین مقام عبادۃ و تعمیر مسجد نبوی کے عرصہ میں اس عبادت کی فرضیت و اہمیت بتانے کے لئے جب اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے نام سے ایک مستقل سورت اتاری اور مختصر احکام جمعہ کے طور پر اسی سورت کا دوسرا اور آخری مستقل رکوع نازل کیا تو وحی کے خطاب میں اس دن کو "یوم الجمعۃ" اور اس کے اندر بہ وقت "ظہر" اس مستقل نماز کو "صلوۃ الجمعۃ" کے نام سے ہی موسوم فرمایا۔ جس سے حضرت اسعد کے دوسرے اجتہاد کے لئے بھی آسمانی تصدیق حاصل ہو گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجمعہ میں "اِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ" (جب اذان دے کر پکارا جائے جمعہ کے دن) کے الفاظ سے فرضیت جمعہ کا اعلان عام کیا۔ تو ساتھ ہی یہ بھی ظاہر فرما دیا کہ ان کو حضور علیہ السلام کے انصاری صحابہ کی طرف سے قیام جمعہ کی تجویز اور "یوم العروبہ" کو "یوم الجمعہ" کے نام سے موسوم کرنے کا عمل بالکل پسند اور محبوب ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس دن کے لئے جاہلی دور کا نام "یوم العروبہ" استعمال کرنے

سے گریز کیا اور صرف انصار کا مجوزہ نام "یوم الجمعہ" ہی استعمال کر کے پنی پسند پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ گویا خطبہ و نماز جمعہ کو شریعت اسلام کے ایک مستقل عباداتی ضابطہ اور قانون کی شکل عطا فرما دینے میں یہ واسطہ حضرت اسعد اور جملہ انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کے "خالص الہامی مشورہ" اور مشترکہ اجتہاد کی ہمیشہ کے لئے باقاعدہ تائید و تصدیق اور تصویب و تحمیل کر دی گئی۔ اس مستند ترین اور وحی کے ساتھ مصدقہ واقعہ سے ہر مسلمان کے دل و دماغ میں روشنی ہو جانی چاہیے کہ نبی تو نبی؟ کہ ان کا مقام تو بالکل مافوق النظر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحابہ کرام کی کتنی عظمت اور قدر و منزلت ہے کہ ان کے خیالات و تجاویز اور عزائم و اعمال تک کو بھی یہ منشا و حکم خداوندی سیرت مطہرہ کا جزو حصہ بنا دیا گیا ہے اور اس کے ابدی قوانین کی حیثیت دی جا چکی ہے؟ تو یہیں سے دین میں ان کی حیثیت اور منصب و عہدہ کی قانونی نوعیت بھی الم نشرح ہو گئی ہے کہ وہ عام مسلمانوں کی طرح محض مومن نہیں بلکہ ان کا وجود شریعت کی بنیاد میں شامل ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا فکر و عمل بھی امت کے لئے شرعی حجت، واجب التقلید، موجب رضاء خدا و رسول اور باعث نجات و فلاح داریں بھی ہے! اور واقعۃً تاریخ اسلام اور سیرت صحابہ کرام کے ضمن میں انصار کی یہ ایک ایسی اہم فضیلت اور بے مثال خصوصیت ہے جس میں کوئی مہاجر اور کوئی غیر مدنی غیر مہاجر صحابی بزرگ یا گروہ ان کا سیم و شریک نہیں بن سکا۔

وَذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ

ہجرت از مکہ اور ورود مدینہ

شارع اعظم پیغمبر انقلاب سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "حجرت" کے بعد عام مشہور قول کے مطابق ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن زوال کے قریب کہ دوپہر تپ گئی تھی۔ "مدینہ منورہ" کی حدود میں داخل ہوئے۔ مدینہ کی آبادی بلند و پست دو جانب میں تقسیم تھی۔ بلندی کی آبادی "فجد" کے محاذات پر تھی اور بستی کی آبادی تھامہ "کے رخ پر عام محاورہ میں بلند حصہ کو "عوالی" اور پست حصہ کو سواحل کہا جاتا ہے چنانچہ اپنے طے شدہ نظام کے مطابق سب سے پہلے "فجد" کے محاذ پر واقع بلند آبادی "عوالی" کا رخ کیا اور پھر مدینہ شہر سے تین میل کے فاصلہ پر واقع نواچی بستی "قبا" میں تشریف لائے۔ اس بستی میں انصار کے کچھ خاندان آباد تھے۔ جن میں سب سے زیادہ ممتاز خاندان "بنو عمرو بن عوف" تھا۔ انصار کی اس قبائلی شاخ کے مشہور رکن اور سردار "حضرت کلثوم بن حدم" انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ان کے مکان پر رخت سرفراہ کر مقیم ہوئے۔ یہ بزرگ ابتداء سے ہی نہایت شریف اور صلح انسان تھے۔ مدینہ منورہ میں پہنچنے کے پانچویں دن بعد آپ کو وہاں جو پہلا جمعہ پیش آیا۔ وہ بلا اجتماع گزر گیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت ضبیب بن اساف رضی اللہ عنہ "کے مکان پر ٹھہرے۔ اس دوران انصار جو ق در جوق آپ کی خدمت میں آئے اور جوش عقیدت میں عاشقانہ اور والہانہ سلام کے لئے حاضر ہوتے رہتے۔ آپ اس روز "عوالی" سے اتر کر اندرون شہر وادی "راثونہ" کے دامن میں آباد "بنو سالم بن عوف" کے محلہ میں تشریف لائے

اور اپنے مہاجرین و انصار، ہاں نثاروں سمیت "مدنی دور" کا پہلا منظم و باوقار "جمعہ" پوری اجتماعی شان کے ساتھ ادا فرمایا۔ اس محلہ کے مسلمانوں سے ملاقات اور ان کے ہمراہ ادا جمعہ کے بعد پھر "قبا" کی طرف واپس چلے گئے اور آئندہ پیر تک یعنی کھ چودہ روز تک وہاں قیام پذیر رہے۔ تیسرے محلہ کو پندرہویں دن آپ نے اپنے ننہالی قبیلہ "بنو نجار" کی ایک شاخ "بنو تمیم" کو خصوصی طور پر طلب فرمایا تو وہ تلواریں حمال کئے ہوئے مسلح ہو کر حاضر ہوئے۔ آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عطیہ اور بدست دی ہوئی اپنی مشہور اونٹنی "قصوا" پر سوار ہوئے اور بنو نجار مع دیگر مسلح صحابہ "پانچ سو ہاں باز" اپنے محبوب سردار کے گرد آگرمحلقہ بنائے ہوئے تھے۔ اس حالت میں آپ قبا سے اندرون شہر کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں واقع تمام آبادیوں اور محلوں کے ساکن اصحاب و احباب اور عشاق آپ کا استقبال کرتے اور ہمہ قسم خدمت اور نلائی کی اور اطاعت و حفاظت کی ضمانت کے ساتھ اپنے اپنے قبیلہ اور محلہ میں قیام فرمایا۔ ہونے کی استدعا اور پیش کش کرتے۔ لیکن آپ ازل سے مقدر، صورت قیام کے لئے مشیت و حکم ربانی کے تحت سب کی پیشکش قیام کو تکرر و برکت کی دعا کے ساتھ ملتے اور ہر جگہ اونٹنی کے گرد جمع ہو کر قیام کے لئے روکنے والے خدام سے یہ فرماتے ہوئے کہ:

دَعُوْهَا. فَإِنَّهَا مَأْمُوْرَةٌ

(البدایہ لابن کثیر ص ۷ ج ۳ و عیون الاثر ص ۱۹۴ ج ۱)
اسے چھوڑ دو۔ (یہ مستقل قیام کی جگہ پر رکنے کے لئے) حکم الہی کی پابند ہے۔
(اس لئے درمیان میں کہیں نہیں رکے گی۔)

اپنے مشہور جاں نثار عاشق اور ضرب الشل خدمت و غلامی کے لئے خدائی انتخاب کے مندر سیدنا حضرت "ابو ایوب خالد بن زید" انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے والی کھلی زمین تک لے گئے جہاں پہنچتے ہی یہ اونٹنی "قصوۃ" خود بخود رکی اور پاؤں جما کر گردن زمین پر بچھا دی۔ اس واقعہ کے ضمن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیے۔

حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "الْمَدِينَةَ" نَزَلَ رَفِئُ عُلُوِّ الْمَدِينَةِ - فِي حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ: بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ - . قَالَ: فَأَقَامَ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أُرْسِلَ إِلَى مَلَأٍ بَنِي النَّجَّارِ قَالَ: فَجَاءُوا مُتَقَلِّدِينَ. سَيَّوْفُهُمْ قَالَ: وَكَانَنِي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَأَبُو بَكْرٍ رَدَفَهُ وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ. حَتَّى أَتَى بِقِنَاءِ أَبِي أَيُّوبَ. ۱ ھ (البخاری ص ۵۶۰، ۵۶۱ نور محمد اصح المطابع، دہلی، انڈیا)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں وارد ہوئے تو شہر کی بلند آبادی میں ایک چھوٹے قبیلہ کے ہاں اترے اُس قبیلہ والوں کو "بنو عمرو بن عوف" سمجھا جاتا تھا۔ سو آپ نے اُن کے ہاں چودہ راتیں قیام کیا۔ پھر آپ نے بنو نجار کے شرفاء و رؤساء کے ایک بڑے گروہ کو حاضر ہونے کا پیغام بھیجا تو وہ اپنی تلواریں حما مل گئے جوئے آگئے اور میں چشم

قدور سے اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر تھے اور ابو بکر آپ کے پیچھے سوار تھے اور بنو نجار کے اکابر کا بڑا مسلح گروہ آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے چل رہا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنا کجاوہ ابو ایوب کے گھم کے سامنے والے میدان میں لا ڈالا۔

مشہور محدث و فقیہ اور محقق حافظ زین الدین "عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبردست عملی قوت اور فنی مہارت کے ساتھ جیسے ایک ہزار "اشعار میں علم" اصول حدیث" کے تمام قوانین کو "الفیۃ الحدیث" کے نام سے منضبط کیا تھا۔ ویسے ہی پوری سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی معروف کتاب "الفیۃ السیر" کے اندر ایک ہزار اشعار کی صورت میں ہی جمع کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ فرماتے ہیں۔

حَتَّى أَتَى إِلَى أَهْلِ قُبَاءٍ

یہاں تک کہ (ہجرت کر کے) آپ اہل قباء کے پاس پہنچ گئے۔

فَنَزَلَهَا بِالسَّعْدِ وَالْهَنَاءِ

اور راحت و خیر و برکت کے ساتھ وہاں اترے

فِي يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ لِثِنْتَيْ عَشْرَةٍ

آپ کی آمد پیر کے دن اپنے ماہ ولادت (یعنی ربیع الاول)

مِنْ شَهْرِ مَوْلُودٍ فَنِعْمَ الْهَجْرَةُ

کی بارہ تاریخ کو ہوئی اور یہ کیا ہی عجیب ترک وطن تھا؟

أَقَامَ أَرْبَعًا لَدَيْهِمْ وَطَلَعَ

آپ اہل قباہ کے ہاں چار راتیں مقیم رہے

فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ وَصَلَّى وَجَمَعَ

اور جمعہ کے دن شہر مدینہ کے اندر نمودار ہوئے اور نماز جمعہ ادا کی۔

فِي مَسْجِدِ الْجُمُعَةِ وَهِيَ أَوَّلُ

یہ نماز آپ نے (بنو سالم کی) مسجد جمعہ میں ادا کی اور یہ پہلا جمعہ تھا

مَا جَمَعَ النَّبِيُّ فِيمَا نَقَلُوا!

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ ادا کیا۔ قباہ میں چار روز قیام علماء

سیرت نے نقل کیا ہے۔

وَقِيلَ بَلْ أَقَامَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ اہل قباہ کے ہاں چودہ راتیں مقیم رہے

فِيهِمْ وَهُمْ يَنْتَحِلُونَ ذِكْرَهُ

اور محققین اہل علم اسی قول کی طرف مائل ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ

اور شیخین (امام بخاری و مسلم) نے بھی یہی روایت بیان کی ہے

لَكِنَّ مَا مَرَّ مِنْ الْإِتْيَانِ

لیکن قباہ میں پیر کے دن آپ کی تشریف آوری اور

بِمَسْجِدِ الْجُمُعَةِ وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ

(بنو سالم کی) مسجد میں بروز جمعہ آنے اور نماز جمعہ ادا کرنے

لَا يَسْتَقِيمُ مَعَ هَذِهِ الْمُدَّةِ

کے متعلق جو روایت گزری ہے وہ چودہ راتوں کے قیام کی مدت کے ساتھ مطابقت نہیں پیشتی (کیوں کہ اس صورت میں اگر پیر کو مدینہ پہنچ کر مسجد سے قباہ میں قیام شروع ہوا اور دوسرے جمعہ کو شہر کے لئے کوچ ہوا تو قیام قباہ کی مدت صرف دس رات بنتی ہے چودہ نہیں؟)

إِلَّا عَلَى الْقَوْلِ بِكَوْنِ الْقِدْمَةِ

ہاں اس قول کے مطابق کہ جس میں آپ کی قباہ میں آمد بروز جمعہ بیان کی گئی ہے

إِلَى قَبَا كَانَتْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

آپ کا چودہ رات کا قیام درست ہو سکتا ہے

(کہ آپ ایک جمعہ کے دن مدینہ پہنچ کر دوسرے جمعہ تک وہیں مقیم رہے، مگر وہ جمعہ باقاعدہ ادا نہیں کیا۔ پھر تیسرے جمعہ کو مدینہ شہر کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں "بنو سالم" کی مسجد جو آپ کے ادا جمعہ کے باعث مسجد جمعہ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ اس میں تشریف لا کر پہلے نماز جمعہ ادا کی اور پھر انصار کے مختلف چھوٹے خاندانی محلوں سے گزرتے ہوئے دار ابو ایوب انصاری تک پہنچے۔

اختلاف روایات اور توجیہ و تطبیق

قَالَ الْبُخَارِيُّ حَدَّثَنَا مَطْرِبْنُ الْفَضْلِ ثَنَا رُوْحُ ثَنَا

هَشَامُ ثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمَا) قَالَ : بُعِثَ النَّبِيُّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ) لِأَرْبَعِينَ سَنَةً، فَمَكَثَ فِيهَا ثَلَاثَ عَشْرَةَ

يُوحَى إِلَيْهِ، ثُمَّ أُمِرَ بِالْهَجْرَةِ فَهَذَا جَرَّ عَشْرَ سِنِينَ
وَمَاتَ وَهُوَ رَابِعُ ثَلَاثِ وَسِتِّينَ سَنَةً وَقَدْ كَانَتْ
هَجْرَتُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي شَهْرِ رَبِيعِ الْأَوَّلِ سَنَةَ
ثَلَاثِ عَشْرَةٍ فِي بَعْثِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَذَلِكَ فِي يَوْمِ
الْاِثْنَيْنِ كَمَا رَوَاهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ عَنْ أَبِي عُبَايَسٍ
(رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا) أَنَّهُ قَالَ: وَلِدَ نَبِيِّكُمْ يَوْمَ
الْاِثْنَيْنِ وَخَرَجَ مِنْ مَكَّةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَنَبِيُّ يَوْمِ
الْاِثْنَيْنِ وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَتَوَفَّى يَوْمَ
الْاِثْنَيْنِ. (البدایہ ص ۱۷۷، ج ۳، جدید بیروت ۱۳۸۵، ۱۹۶۶)

امام و مفسر و محدث اعظم علامہ ابوالفداء ابن کثیر، دمشق رحمتہ اللہ علیہ نبی علیہ
السلام کی ہجرت اور ورود مدینہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

امام بخاری کہتے ہیں مطر بن فضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں روئے
نے، انہوں نے کہا ہمیں حشام نے، انہوں نے کہا ہمیں عکرمہ نے حضرت ابن
عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت بیان کی ہے انہوں نے فرمایا کہ: نبی صلی
اللہ علیہ وسلم پچاس برس کی عمر کے قریب مبعوث ہوئے پھر اس حالت میں
تیرہ برس رہے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی رہتی تھی۔ پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا
گیا تو آپ نے (مدینہ میں) مہاجر بن کردس برس گزارے اور آپ فوت ہوئے تو
(۶۳) تریسٹہ برس کے تھے اور تحقیقاً نبی علیہ السلام کی ہجرت نبوت کا معاملہ
پیر کے دن میں ہوا۔ جیسا کہ امام احمد (بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ) نے (حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا تمہارے نبی پیر
کے دن پیدا ہوئے۔ اور مکہ سے پیر کے دن نکلتے اور پیر کے دن نبی بنائے گئے۔
اور مدینہ میں پیر کے دن داخل ہوئے اور پیر کے دن آپ کی وفات ہوئی۔

وَقَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا هَاشِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا
سُلَيْمَانٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ قَالَ: إِنِّي لَأَسْعَى فِي الْعِلْمَانِ يَقُولُونَ جَاءَ
مُحَمَّدٌ فَأَسْعَى وَلَا أَرَى شَيْئًا، ثُمَّ يَقُولُونَ. وَجَاءَ
مُحَمَّدٌ فَأَسْعَى وَلَا أَرَى شَيْئًا. قَالَ حَتَّى جَاءَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبُهُ أَبُو بَكْرٍ فَكَمْنَا
فِي بَعْضِ خَرَابِ الْمَدِينَةِ ثُمَّ بَعَثْنَا رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ
الْبَادِيَةِ يُؤَدِّنُ بِهِمَا الْأَنْصَارَ فَاسْتَقْبَلَهُمَا زُهَاءُ
خَمْسِ مِائَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ حَتَّى انْتَهَوْا إِلَيْهِمَا فَقَالَتْ
الْأَنْصَارُ انْطَلِقَا آمِنَيْنِ مُطَاعَيْنِ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبُهُ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ فَخَرَجَ
أَهْلُ الْمَدِينَةِ أَنَّ الْعَوَاتِقَ لَفُوقَ الْبُيُوتِ يَتَرَاتِبْنَ
يَقُلْنَ أَيُّهُمْ هُوَ؟ فَمَا رَأَيْنَا مَنْظَرًا شَبِيهَا بِهِ قَالَ
أَنَسٌ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ يَوْمَ دَخَلَ عَلَيْنَا وَيَوْمَ قُبُضَ، فَلَمْ
أَرَ يَوْمَيْنِ شَبِيهَا بِهِمَا. (البدایہ والنهاية لابن کثیر

روایت بیان کی ہے اور صبح بخاری و صبح مسلم میں بہ طریق اسرائیل روایت ہے وہ ابو اسحق سے وہ حضرت (براء ابن عازب رضی اللہ عنہ) سے اور وہ (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے حدیث جبریت کے ضمن میں روایت کرتے ہیں۔ صدیق اکبر نے فرمایا: کہ جب (رسول اللہ اور میں) بم دو فوں مدینہ میں آئے تو لوگ گھروں سے بازاروں اور راستوں میں باہر نکل آئے، مکانات کی چمتوں پر چڑھ گئے اور چھوٹے بچے اور نوکر بھی ان کے ساتھ تھے اور وہ یوں کہتے جاتے تھے۔ (نعرہ لگاتے تھے کہ) "اللہ اکبر" اللہ کے رسول آ گئے "اللہ اکبر" محمد آ گئے "اللہ اکبر" محمد آ گئے "اللہ اکبر" اللہ کے رسول آ گئے۔ پھر جب صبح ہوئی تو آپ چلے اور جس جگہ کے لئے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جا چکا ہے (یعنی دارِ ابوالعباس انصاری) وہاں تشریف لے گئے۔

(ماخوذ از۔ پندرہ رولہ "الاحرار" لاہور۔ جلد ۱۱۔ شماره ۲۳-۲۴۔ جلد ۱۲۔

شمارہ ۱-۲ مارچ۔ اپریل ۱۹۸۳ء)



"تقدیمہ"

الْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰی وَلَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ وَحْدَهُ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُبْعُوْثِ
لِتَتِمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ وَلَا نَبِيَّ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدَهُ
وَعَلٰی اَصْحَابِهِ وَاَزْوَاجِهِ وَاَوْلَادِهِ وَاتَّبَاعِهِ
الْمُتَّبُوْعِيْنَ الَّذِيْنَ اَوْفَوْا عَهْدَهُ اَمَّا بَعْدُ !

۱۔ مہینوں میں افضل "رمضان" ہے اور دنوں میں "جمعہ" یہ دن ہر ہفتہ کو اہل اسلام کے پاس خدائی مہمان بن کر آتا ہے۔ مقدر والے اس کی میزبانی سے شرف ہوتے ہیں، حد یہ ہے کہ اسی دن دنیا کا انجام ہو گا۔

۲۔ جمعہ کی فضیلت و اہمیت کے پیش نظر شارعِ اعظم پیغمبر انقلاب، سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام و حاکم مقتدر ہوتے ہی "مدینہ منورہ" کے محلہ قباء میں نماز جمعہ کا باقاعدہ اور سرکاری طور پر آغاز و اجراء فرمایا اور قبل از نماز اپنے مشور طیف و دل نواز تکلم اور جاذب و انقلاب انگیز لہجہ و طرزِ اداء کے ساتھ امت کو احکام و مسائل سے مستفید اور حقائقِ زندگی کی طرف متوجہ کرنے کے لئے "خطبہ" کی مبارک شرعی رسم کی داغ بیل ڈالی۔ آپ کے فصیح و بلیغ، جامع و مانع اور لازوال تاثیر و نورانیت کے حامل بیسیوں خطبات و ارشادات کتبِ امادیث و سیرت میں محفوظ ہیں جن سے اہل ایمان چار دانگِ عالم میں محفوظ ہوتے ہیں۔

۳۔ نماز جمعہ ظہر کے وقت میں بجائے نماز ظہر ایک مستقل فرض ہے اور اس سے پہلے یہ حکم خدا کے تعالیٰ مطابق سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور موافق اجماع صحابہ و تعاملی سلف قریباً ڈیڑھ ہزار سال سے ایک مستقل فرض و واجب اور سنت جلیلہ کے طور پر صرف عربی زبان میں خطبہ پڑھنا امت مرحومہ کا امتیازی قومی وصف اور دینی "شعار" ہے، جس کے خلاف بر قول و عمل مردود اور خلاف شریعت قرار پا چکا ہے!

۴۔ آواز و آہنگ، قول و کلام اور توجیہ و خطاب، انسان کا خصوصی امتیاز نیز اظہار مافی الضمیر اور بیان خواہش و مقصد کا طبعی و فطری ذریعہ ہے۔ اور جب کسی خاص تقریب و موقع کے لحاظ سے شریعت بھی طبیعت کے اس مقتضی کی ہم نوا بلکہ مربی و پیشوا بن جائے تو اس وصف کے عروج و ظهور اور ترقی و استحکام میں کوئی شک نہیں رہ سکتا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سارا عرب قوت کلام، سلاست اور فصاحت و بلاغت میں دنیا بھر سے فائق و برتر تھا اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے سچے اور فدائی جانشین خلفاء اسلام، دیگر اوصاف کی طرح اس اداء خاص میں بھی آپ کے صحیح وارث و پیرو ثابت ہوئے، خلیفہ اول و بلا فصل، سَيِّدُنَا صَدِّيقُ الْكَبَرِّ، سَيِّدُنَا فَارُوقِ اعْظَمَ، سَيِّدُنَا ذُو النُّوْرِينِ عُمَانِ غَنِي. سَيِّدُنَا اَبُو تَرَابٍ عَلِيٍّ. اَفْضَلُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ، سَيِّدَةُ خَطِيبَةِ اَهْلِ بَيْتٍ، عَائِشَةُ، الصِّدِّيقَةُ الْحَمِيرَاءُ. اِمَامٌ مُسْتَقِيلٌ وَ خَلِيفَةُ يَنْجُمِ

سَيِّدُنَا مُعَاوِيَةُ الْحَلِيمُ الْجَوَادُ وَغَيْرُهُمْ عَلَى نَبِيِّنَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَالرِّضْوَانُ اس امہ
آخرہ کے اکابر، سادات مومنین اور ائمہ بیان و خطابت میں۔

۵۔ دورِ اول کے بعد جب علوم شریعہ اور فنون ادبیہ اسلامیہ کا سکہ بسیط ارض پر قائم ہوا تو خطاب کا فطری جذبہ قرآن کریم، حدیث مبارک اور آثار صحابہ کی روحانی غذاء نیز معنوی قوت و تاثیر اور نورانیت کے سبب کئی گونہ زائد نمایاں، صیقل شدہ، مستحکم، انتہائی ترقی یافتہ اور محبوب و دل پذیر صورت میں جلوہ گر ہوا۔ چنانچہ ہر صدی، ہر ملک اور ہر قوم میں بہتر سے بہتر ادیب و خطیب پیدا ہوئے اور اہل زمانہ سے خراج تحسین وصول کر گئے۔ مبالغہ نہ ہو گا اگر یہ کہا جائے کہ تیرہویں اسلامی صدی کے آخری حصہ میں ارض "عند" کو اس جوہر لطیف کے امین و حامل، بلند پایہ، فقید المثال اور عظیم الشان خطباء کرام کے وجود مسعود سے جو بہرہ وافر و شرف ابدی نصیب ہوا ہے دنیا کا کوئی خطہ اس بارہ میں اس کا شریک و حریف نہیں ہو سکتا۔ یہاں کوئی فہرست گنونا مقصد تحریر نہیں۔ صرف ایک مشہور و معروف، مقبول و محبوب، دینی و قومی رہنما اور سلسلہ وعظ و بیان اور طریقہ تقریر و خطابت کے امام و مجدد اعظم، فقیر راقم السطور کے والد ماجد۔ حضرت امیر الشریعت مجاہد الملت، خطیب الامت، سید الاحرار، السید السند، اسد اللہ باری، مولانا الحافظ القاری، السید ابوالعطایا "شرف الدین"۔ "احمد"۔ "عطاء اللہ" الحسنی

الحسینی۔ الجیلانی الاندراپی البخاری۔ غفرلہ الباری و نور اللہ مرقدہ ورزقنا اتباعہ باحسان (آمین) کا نام نانی و اسم گرامی ہی سب سے بڑی اور سچی گواہی، اور سب سے زیادہ مضبوط و مستحکم سند ہے۔ حضرت اقدس امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے اور ان کا کلام و بیان سننے والے خوش نصیب ابھی بھی لاکھوں بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔ ان کے لئے تو صرف حضرت کا نام مبارک ہی کافی وافی ہے اور نوخیز نسل کے لئے حضرت کے مشاہدین کا وجود و اقرار سب سے بڑی اور قوی حجت و برہان ہے۔ وَكَفَى لَنَا بِهِ فَخْرًا وَذُخْرًا

۶۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی سر آخرین الہامی تلاوت اور تقریر سے پہلے خطبہ مسنونہ کی قرآنہ حسن و لطافت اور ذوق و جاذبیت میں ضرب المثل نہی۔ کہ بڑے بڑے خوش الحان قراء بھی باوجود نقل کے لہجہ و طرز اداء کا عشرِ عشر پیدا نہ کر سکے۔ وَذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ اے ایسے ہی خطبہ جمعہ بھی حضرت کا نرالا اور بڑا وجد آور ہوتا تھا۔ عربہ تک راقم کا یہی خیال رہا کہ یہ خطبہ حضرت کا اپنا مرتبہ و مؤلفہ ہے۔ لیکن جب میرے اصرار پر اپنے حالات و سوانح بیان فرمانے لگے تو معلوم ہوا کہ اس کا اصل خاکہ حضرت کے ربی تبوید و قراۃ، حضرت العلامہ، ادیب لبیب، شاعر و خطیب، رئیس الحفاظ، سید القراء، مولانا الحافظ القاری السید "عمر نامع" الترمکی نور اللہ مرقدہ کے ذوق لطیف اور زور قلم کا نتیجہ ہے۔ جو سال کے بارہ مہینوں میں ہر جمعہ کے لئے ایک نئے اور مستقل مضمون کے طور پر علامہ مرحوم کے

مؤلفہ خطبات کا جز تھا لیکن سوئے اتفاق کہ ایک دفعہ امرتسر میں ذاتی کتب خانہ کی صفائی کے دوران میں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں غلطی سے ردی کاغذات میں شامل ہو کر وہ مجموعہ جل گیا! اور صرف ایک خطبہ جو حضرت کا معمول تھا یاد ہونے کی وجہ سے محفوظ رہ گیا اور تازندگی بہ حالتِ صحت وہی معمول بہار با اور راقم نے بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم و منشاء سے قریباً تیس چوبیس برس پہلے جب یاد کیا تو اسی وقت سے خود بھی جماعت میں اس کو دستور بنا لیا!۔

۷۔ عمدہ خطبہ کی اہمیت اور اس کی اچھی تاثیر سے واقف، علمی و ادبی ذوق سے بہ قدر وسعت آشنا۔ ائمہ و خطباء مساجد۔ خصوصاً ہم مسلک احباب کا ایک مدت سے محبت آمیز مطالبہ تھا کہ میں تبرک اکابر اور اپنے معمولہ خطبات کو ان کے نوخیز، قابل قدر۔ ادارہ۔ یعنی مکتبہ معاویہ کے زیرِ استہمام ضروری اضافہ اور مناسب ترمیم کے ساتھ جلدی سے جلدی شائع کر دوں۔ خود مجھے ان سے زائد فکر و تشویش تھی مگر باوجود پورے عزم و فیصلہ کے مشیتِ الہیہ بہ صورتِ تاخیر شدید غلبہ پاتی رہی۔ اور اب اسی مشیتِ کاملہ ہی کی حرکت و رہنمائی کی تاثیر یقین کرتا ہوں کہ خطبات کے جمع و ترتیب ان کے لئے تقدیر نوہی اور اشاعت کا سامان و فرصت مہیا ہو رہے ہیں فَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ، وَمِنْهُ الْإِسْتِعَانَةُ، وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ!۔

۸۔ اس مختصر مجموعہ میں امت کی برحق و ہدایت یافتہ۔ قطعی اکثریت "اہل السنۃ والجماعۃ" کی ایک بہت بڑی اعتقاد ی ضرورت

کی تکمیل اور علمی و دینی تشنگی مٹانے کا سامان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک مکمل خطبہ نبویہ۔ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ خطبہ مؤلف، خالد بوند، شیر اسلام، فخر اولاد عمر، مجاہد جلیل، حضرت مولانا شاہ "محمد اسمعیل" شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، تبرک اکابر خطبہ مرتبہ و معمولہ راقم، برائے جمعہ۔ دو خطبات برائے عید الفطر و عید الاضحیٰ، خشک و ویران، مسموم و تپش زدہ موسم اور قحط و فلاکت کے وقت شادابی و آسودگی کے لئے نماز استسقاء کا مفصل خطبہ نیز خطبہ نکان اور دناء عقیدت یک جا کر دیئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں آفات و مصائب کے دفعیہ نیز دشمن دین اقوام کافر و اور فرق باطلہ کی فتنہ پردازی اور تسلط و بے واد کے وقت ان کی مغلوبیت و مقہوریت اور بلاکت طلبی کے لئے حسب سنت نبویہ نماز فجر میں خصوصاً پڑھی جانے والی مشہور دناء۔ "قنوت نازد" نیز خطبہ جمعہ کے احکام و مسائل ضروریہ کا خلاصہ لکھ دیا گیا ہے۔ (ابومعاویہ)

"احکام و مسائل جمعہ"

"فضائل"

یوم جمعہ کی فضیلت و برکت کے متعلق دفاتر حدیث میں بہت سی روایات موجود ہیں لیکن وقتی ضرورت کے تحت اس باب میں بھی اختصار ملحوظ رکھا جائے گا۔

۱. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ (عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ،

رواہ "مسلم" (مشکوٰۃ ص ۱۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس سب سے بہتر دن پر سورج طلوع ہوا وہ یوم جمعہ ہے، اسی دن میں سیدنا ابوالبشر آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا کئے گئے اور اسی دن جنت میں لے جائے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت بھی سوائے یوم جمعہ کے اور کسی دن میں نہیں آئے گی۔

۲. وَعَنْهُ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللَّهَ فِيهَا خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ . متفق عليه. ("مشکوٰۃ" ص ۱۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے، انہوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بلاشبہ جمعہ کے دن میں ایک ایسی خاص (مبارک و مقبول) گھڑی آتی ہے کہ اس میں کوئی فرماں بردار بندہ اللہ تعالیٰ سے جس بھلائی کی دنیا کرے گا تو بہر صورت اللہ تعالیٰ اسے وہ خیر عطا فرمادیں گے۔

۳. عَنْ أُوسِ بْنِ أُوسٍ. رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَفْضَلَ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبُضَ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثَرُوا عَلَى مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَكَيْفَ تُعَرِّضُ صَلَاتَنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ؟..... قَالَ: يَقُولُونَ: بَلَيْتَ، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ. (رواه أبو داود والنسائي وابن ماجه والدارمي، والبيهقي في الدعوات الكبير) ("مشکوٰۃ" ص ۱۱۲)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تمہارے بزرگ دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی میں وفات دیئے گئے اور اسی دن میں قیامت کے بعد دوسری بار صور پھونکنے کا واقعہ ہوگا اور اسی میں قیامت کا بے ہوش کر دینے والا واقعہ ہوگا، تو اس دن میں مسجد پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لئے کہ تمہارا صلوٰۃ و سلام مسجد پر پیش کیا جاتا رہے گا، صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بھلا ہمارے صلوٰۃ و سلام آپ پر کیسے پیش کئے جائیں گے جب کہ آپ کا جسم مبارک سلامت نہ رہا ہوگا؟ (راوی کا قول ہے کہ لوگ محاورہ میں "ارمت" کا معنی "بلیت" کرتے ہیں یعنی مخاطب کو کہتے ہیں کہ تیرا جسم گل گیا) حضور نے فرمایا کہ میرا جسم ہوسیدہ نہیں ہو سکے گا کیونکہ یہ بچی بات ہے کہ اللہ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھانا حرام کر رکھا ہے یعنی صرف میرا ہی نہیں بلکہ ہر نبی کا جسم بعد از وفات بہ وجہ خاص تعلقِ روح قیامت تک کے لئے محفوظ ہے۔

"فرضیتہ جمعہ"

جمعہ کے دن نماز ظہر کی چار رکعات کے عوض میں دو رکعت نماز جمعہ مستقل فرض ہے۔ قرآن کریم اور حدیث مبارک کی نص و دلائل قطعیہ سے جمعہ ثابت ہے اس کے وجود کا منکر کافر اور عمداً چھوڑنے والا فاسق ہے۔ جمعہ چھوڑنے پر سخت ناراضی کا اظہار کیا گیا ہے اور سخت ظاہری و باطنی سزاؤں کی وعیدات سنائی گئی ہیں۔ اس بارہ میں بہت احتیاط کرنی چاہیے۔

۱. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ. ذَلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ.

(پ ۲۸، س ۶۲، ۱۱۲، ۲ع)

اسے خدا و رسول کے ماننے والو! جب اذان دے دی جائے نماز جمعہ کے لئے جمعہ کے دن تو جلدی جلدی چل پڑو اللہ کی یاد کی طرف اور چھوڑ دو کاروبار کو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جان جاؤ۔ اور جب ادا ہو جائے نماز تو پھر پھیل جاؤ زمین میں اور دُخونڈو اللہ کی مہربانی اور لال کو اور یاد کرتے رہو اللہ تعالیٰ کو بہت، امید ہے تم پہلو گے اور کامیاب ہو جاؤ گے۔

۲. عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا مَرِيضًا أَوْ مُسَافِرًا أَوْ امْرَأَةً أَوْ صَبِيًّا أَوْ مَمْلُوكًا فَمَنْ اسْتَغْنَى بِلَهْوٍ أَوْ تِجَارَةٍ اسْتَغْنَى اللَّهُ عَنْهُ وَاللَّهُ عَنِّي حَمِيدٌ، (رواه الدارقطني "مشکوٰۃ" ص ۱۱۳، ۱۱۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بلاشبک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن نماز جمعہ فرض ہے، مگر یہ کہ بیمار یا مسافر یا عورت یا بچہ یا شرعی غلام ہو تو اس پر فرض نہیں اور جس نے تکمیل کو دیا کاروبار میں مشغولیت کے ذریعہ نماز جمعہ سے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پروا ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ویسے ہی ہر حاجت سے بے پروا قابلِ حمد ذات ہیں۔

۳. عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرٍّ وَرَةٍ كُتِبَ "مُنَافِقًا" فِي كِتَابٍ لَا يُمَحَّى وَلَا يُبَدَّلُ وَفِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ ثَلَاثًا

(رواه الشافعی. "مشکوٰۃ" ص ۱۱۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بلاشبک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ بلا ضرورت و نذر چھوڑ دیا وہ شخص اللہ کے ہاں اس کتاب میں جس کے اندر کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا جاتا۔ منافق لکھ دیا جاتا ہے۔ اور بعض روایات میں تین دفعہ چھوڑنے کا ذکر ہے۔

۴. عَنْ أَبِي جَعْدٍ بْنِ الصَّمْرِیِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمُعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ (رواه ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجتہ والدارمی ورواه مالک عن

بھی پیش آتے رہے اور زمانہ خیر سے مزید دوری اور کفر و ارتداد کے شیوع و تسلط کی بناء پر آئندہ کے لئے ان کا خطرہ اور بھی قوی و یقینی تھا، اس لئے صحابہ کے سچے جانشین، مجتہدین و محدثین اسلام اور صحیح رمزا شنائے شریعتہ و نبض شناسان قوم۔ فقہاء و حکماء امت نے پورے عدل و تقویٰ، احتیاط، ہمدردی و خیر خواہی اور فراست و بصیرت کے ساتھ یہ فتویٰ دیا کہ ----- جس جگہ میں شہر ہونے کے سب شرائط موجود ہوں لیکن مسلم عوام اپنے مقتدرین کی غفلت، بداہنت، فسق و فجور یا بد اعتقادی کے وبال و پاداش میں احکام و قوانین شرعیہ اور حدود و تعزیرات اسلامیہ کے نافذ و جاری ہونے کی بنیادی فضیلت سے محروم ہوں تو اس جگہ محض نام کی مسلم حکومت کا وجود ہی غنیت سمجھ کر جمعہ قائم کرنا جائز رہے گا۔

۳۔ "اذن عام"

یعنی حکومت اہل اسلام کے اجتماع عام پر پابندی نہ لگاتی ہو اور جامع مسجد کے دروازے ہر وقت کھلے رکھے جاتے ہوں۔ ورنہ جمعہ درست نہ ہو گا اور اگر سرکاری حکم کے تحت ایک دستور اور عادت مسترد کے طور پر نماز جمعہ بجائے جامع مسجد، قلعہ میں اداء کی جاتی ہو اور دشمن کے خوف یا سرکاری حکم و دستور کے مطابق قلعہ کا دروازہ عموماً بند رکھا جاتا ہو۔ جس کی وجہ سے عوام بغیر کچھ پابندی اور رکاوٹ کے قلعہ تک نہ پہنچ سکتے ہوں۔ تو یہ بندش، اذن عام یعنی کھلی اجازت کے خلاف اور منافعی نہیں ہوگی۔ البتہ خوفِ عدو نہ ہو تو قلعہ کا دروازہ بند رکھنا غیر مناسب ہے۔ پھر اگر بند دروازہ کھول کر نماز کے لئے اندر آنے کی

اجازت دے بھی دی گئی تو بھی یہ نیم آزاد جمعہ کراہت سے خالی نہ ہوگا۔ نیز یہ کہ جامع مسجد کے ہوتے ہوئے قلعہ میں نماز کا دستور و رواج بنانا ہی سرے سے مکروہ اور غیر مستحسن ہے۔ چنانچہ اب بھی اگر کہیں اور کہیں یہ رسم جاری کرنے کی سعی کی جائے تو اس کو روکنا اور بند کرنا ضروری ہوگا۔

۴۔ "وقت ظہر"

یعنی زوالِ آفتاب کے بعد سے لے کر عصر تک جو درمیانی وقت ہے وہ موجود رہے تو جمعہ فرض ہو گا ورنہ نہیں۔ حتیٰ کہ اگر کبھی بہت تاخیر سے جمعہ شروع کیا گیا اور آخری رکعت کے بعد بیٹھ کر التیات ہی پڑھی تھی کہ عصر کا وقت شروع ہو گیا تو بھی جمعہ مطلقاً باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ وقت ظہر کی شرط صرف اس لئے نہیں ہے کہ نماز جمعہ اس کے اندر اندر شروع کرنی تو ضروری ہو اور ختم چاہے عصر کے وقت میں ہی کی جائے بلکہ جمعہ کو اسی ظہر کے وقت کے اندر اندر اداء اور ختم کرنے کی شرط ہے۔ لہذا قبل از ظہر دوپہر میں شروع کر کے ظہر کے اندر ختم کیا جائے یا ظہر میں شروع کر کے عصر کے اندر ختم کیا جائے جمعہ کسی صورت میں اداء نہیں ہوگا۔ پھر چونکہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز ہی نماز ظہر کے عوض میں اس کی قائم مقام بنائی گئی ہے اس لئے اگر کسی نے سرے سے جمعہ ہی نہ پڑھا تو وہ اب جمعہ کی قضا نہیں کرے گا بلکہ اس کی جگہ نماز ظہر پڑھ کر فرض اداء کر لے گا، پھر اگر مجبوراً رہ گیا تو معاف ہے اور عمدتاً چھوڑ تو سخت گنہگار ہو گا اور اگر کسی نے جمعہ قبل از وقت شروع کر کے وقت ظہر میں ختم کیا یا وقت ظہر میں شروع کر کے بعد از ظہر یعنی وقت عصر میں جا

کر ختم کیا اور اس غلط ترکیب کے سبب اس کا جمعہ باطل ہو گیا تو پھر بھی اس پر جمعہ کی قضاء نہیں آئے گی بلکہ یوم جمعہ کی جو نماز ظہر نماز جمعہ کی وجہ سے چھوڑی گئی تھی اب اسی ظہر کو قضاء کرنا لازم ہو گا۔

۵۔ "جماعتہ"

یعنی جس جگہ آبادی بہت کم ہو وہاں نماز جمعہ کے لئے ایک امام و خطیب اور اس کے علاوہ کم از کم تین مرد۔ کل چار آدمی کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم تعداد میں نماز و جماعت جمعہ کا فرض ادا نہ ہو سکے گا۔ ایسے ہی اگر امام و خطیب تو موجود ہو لیکن اس کے سوا کوئی مرد مقتدی نہ ہو۔ بلکہ غیر بالغ لڑکے یا عورتیں موجود ہوں تو پھر بھی نماز جمعہ صحیح نہ ہوگی۔

۶۔ "خطبہ"

یعنی نماز کی طرح خطبہ جمعہ بھی وقت ظہر کے اندر اندر ہی پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کسی نے "در وقت ظہر" قبل الظہر خطبہ دیا اور وقت ظہر میں نماز پڑھی تو جمعہ درست نہ ہو گا۔

۷۔ "خطبہ قبل از نماز"

یعنی جمعہ کی درستی کے لئے خطبہ نماز جمعہ سے پہلے پڑھنا لازم ہے، اگر کسی نے نماز کے بعد خطبہ دیا تو جمعہ صحیح نہ ہو گا مزید واضح رہے کہ خطبہ جمعہ ایک تو ایسے لوگوں کے سامنے پڑھنا ضروری ہے جن کی موجودگی سے جمعہ درست ہو سکتا ہو۔ یعنی وہ عاقل بالغ مرد ہوں۔ غیر بالغ لڑکے یا عورتیں نہ ہوں۔ نیز یہ کہ اگر کم یا

زائد آبادی کے لوگ وقت پر مسجد میں نہ پہنچے ہوں یا صرف ایک مرد آیا ہو تو اس حالت میں خطبہ دینا جائز نہ ہو گا۔!

"وجوب جمعہ کے شرائط"

نماز جمعہ کسی مسلم کے ذمہ تو اسی وقت دیگر فرائض و واجبات شرعیہ کی طرح ایک خدائی حق بن کر لازم ہو جاتی ہے جب وہ کلمہ گو مذکورہ بالا شرائط کے مطابق زندگی بسر کر رہا ہو۔ لیکن عین وقت جمعہ میں اگر کوئی شرعی عذر پیش آ گیا تو اگرچہ یہ وجہ اسلام جمعہ ہر مومن پر لازم تھا لیکن چونکہ اس کے ادا کرنے کی صلاحیت موجود نہیں رہی لہذا عذر تک جمعہ موقوف رہے گا اور اس کے زائل ہونے پر ادا جمعہ پھر ضروری ہو جائے گا۔ واجب ہونے کے حسب ذیل گیارہ شرائط ہیں۔

۱۔ "آزادی"

یعنی جو شخص شرائط کے مطابق ہونے والے اسلامی جہاد میں لشکر کفار میں سے گرفتار ہو کر حسب قانون شریعتہ امام و حاکم اور خلیفہ وقت کے حکم سے تقسیم کے بعد کسی غازی اور مجاہد کو غلطیہ بہ طور خادم و غلام یا زنا نہ کفر سے ہی اس کے باپ دادا کسی صورت میں کسی شخص کے غلام و مملوک چلے آتے ہوں اور وہ بھی اپنے آقاؤں کے خاندان میں سے کسی فرد کو بہ طور مال وراثت، غلام و مملوک بن کر حصہ میں آئے۔ یا ان دو طریق پر غلام بنا ہوا مسلم شخص بکتا بکتا کسی کا زر خرید غلام بن جائے تو چونکہ شرعاً غلامی جوئی رعایت میں اس کو آزاد انسان کے تمام اختیارات و حیثیت حاصل نہیں اس لئے باوجود مسلم ہونے

کے اس شرعی عذر کے سبب اس پر اداء جمعہ واجب نہیں البتہ اسکا آزاد کر دے تو پھر عام آزاد مسلمانوں کی طرح وہ جمعہ بھی اداء کر سکے گا۔

۲۔ "مردانگی"

یعنی بالغ عورتوں پر پانچ نمازیں تو فرض ہیں لیکن ان کے خاص حالات و عوارض اور پردہ و غیرہ کی مجبوریات کے پیش نظر شرعاً ان پر جمعہ واجب نہیں بلکہ معاف ہے۔ وہ گھروں میں نمازِ ظہر پڑھیں۔

۳۔ "بلوغ"

یعنی غیر بالغ لڑکوں پر پانچ نمازوں کی طرح جمعہ بھی سردست واجب نہیں جب جوان ہو جائیں تو پھر لازماً اداء کریں۔

۴۔ "عقل"

یعنی پاگل خبطی اور دیوانہ پر جمعہ واجب نہیں۔

۵۔ "بینائی"

یعنی اندھے پر جمعہ واجب نہیں چاہے اس کو مسجد تک پہنچانے والا ساتھی بھی میسر آسکتا ہو۔ البتہ ایک آنکھ والے پر جمعہ واجب ہے۔

۶۔ "قوتِ رفتار"

یعنی ایسا لنگڑا جو جامع مسجد تک جانے کی قدرت نہ رکھے۔ مثلاً اس کی ایک ٹانگ سخت فلج زدہ یا کٹی ہوئی ہو تو اس پر جمعہ واجب نہیں۔

۷۔ "صحۃ"

یعنی ایسا بیمار جس کا ایک ہی تیسار دار و خدمت گزار ہو کہ اگر وہ چلا جائے تو کوئی مریش کی خبر پوچھنے والا بھی نہ مل سکے۔ تو وہ بیمار اور اس کا خادم۔ نیز "شیخ فانی"

یعنی ایسا بوڑھا جو چل پھر نہ سکے۔ ان سب پر جمعہ واجب نہیں۔

۸۔ "قیام"

یعنی مسافر پر جمعہ واجب نہیں البتہ اگر وہ کسی جگہ کم از کم پندرہ دن ٹھہرنے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ بھی مستقل بسنے والے مسلمانوں کی طرح جمعہ ادا کرے گا۔

۹۔ "عدم خوف گرفتاری و دزد"

یعنی ایسا مفرور یا روپوش جس کے خلاف کسی مسلم یا غیر مسلم جابر و ظالم حکومت نے حکم گرفتاری (وارنٹ) جاری کر دیا ہو۔ یا وہ خانہ نشین آدمی کہ اگر وہ چلا جائے تو چور پڑنے کا خطرہ یقینی ہو جائے۔ ان پر جمعہ واجب نہیں۔

۱۰۔ "عدم قید"

یعنی حوالاتی اور قیدی پر جمعہ واجب نہیں۔

۱۱۔ "عدم عذر سخت"

یعنی سخت بارش، کپڑا اور دلدل برف باری اور آندھی وغیرہ جیسے کسی زبردست عذر کے باعث جو شخص جامع مسجد تک نہ پہنچ سکتا ہو اس پر جمعہ واجب نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جس شخص کے لئے مذکورہ شرائط میں سے بعض یا کل شرائط

پوری نہ ہو سکیں۔ شرعاً تو اس پر جمعہ واجب و لازم نہیں لیکن اگر وہ عاقل و بالغ ہو اور مفقود الشرط ہونے پر بھی اصلیت اور عزیمت یعنی دین کی حقیقی اور پختہ روش پر ہی عمل کرنا چاہے اور جمعہ پڑھ لے تو اس کا جمعہ جائز ہو جائے گا اور یوم جمعہ کی ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے ٹل کر یہ نماز جمعہ بجائے فرض اس کی صبح، بستر اور افضل قائم مقام بن جائے گی۔ کیونکہ نماز جمعہ بہ ذات خود بہت اعلیٰ عبادت ہے لہذا کل معذورین کے لئے بھی حقیقتہً ظہر کی جگہ اس دن نماز جمعہ ہی افضل و اولیٰ رہے گی۔ البتہ عورت کے لئے ہر حال میں جمعہ کے دن بھی نماز جمعہ سے ظہر ہی افضل ہے کیونکہ یہ حکم و فرمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عورت کی مسجد میں پڑھی ہوئی نماز سے ازروئے حکمت و مصلحت و احتیاط و تقویٰ اس کی گھر میں اداء کی ہوئی نماز زائد افضل و اولیٰ قرار پائی ہے لہذا اس ارشاد کے بعد دنیا کے کسی بھی شخص کی نازک خیالی اور عورت سے بے معنی اور فرضی اظہار بہمدی کے تمت اس کے کسی قول و عمل کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ (ابومعاویہ)

خُطْبَةُ الْجُمُعَةِ الْاُولَى

- ۱۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ اَجَلَهُمْ اَوْ اَجَلَ مُّتَمِّسَةٍ عِنْدَهُ ۙ ثُمَّ اَنْتُمْ تَرْجِعُونَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْاَرْضِ ۙ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ۝ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ص ۱۷۷)
- ۲۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۙ قَيِّمًا لِّيُنذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا لِّمَنْ اٰمَنَ ۙ وَلِيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنْ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ مَا كُنْثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ وَيُنذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۙ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّاهُهُمْ ۙ ذِكْرٌ كَلِمَةٍ تَخْرِجُهُمْ مِّنْ اَفْوَاهِهِمْ ۙ اِنْ يَقُولُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۙ فَالْعَلَّكَ بِاَخِيْكَ تُفْسِكَ عَلٰى النَّارِ ۙ هُمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْهُدٰى يٰٓاَسَفًا ۝ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ص ۱۷۷)
- ۳۔ هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلٰى الدِّيْنِ كَلَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْاَشْرِكُوْنَ ۝ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ص ۱۷۷)
- ۴۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْاُمِّيِّیْنَ رَسُوْلًا مِنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّيْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۙ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ص ۱۷۷)
- ۵۔ وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ لَا دُوْدَ لَهٗ وَلَا يَدُ لَهٗ

وَلَا تَظُنُّوهُ وَلَا تَمِثْلُ لَهُ وَلَا تَمِثَالُ لَهُ ۖ وَتَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَسَيِّدَنَا
 "رُشْدِيْعَنَا وَحَيِّيتَنَا" وَمَوْلَانَا (سَيِّدَ الدُّوَلِيْنَ وَالْأَخِيْرِيْنَ، إِمَامَنَا
 الْكَاسِبِيَّ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ) مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ ۖ
 لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَلَا رَسُولَ بَعْدَهُ وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ أُمَّتِهِ.

١- (صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ
 أَجْمَعِينَ) ۚ مَا بَعْدُ !

٢- مَخَاشِرَ الْمُسْلِمِينَ ! قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ،
 أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ،

٣- يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ
 لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ط ١٠٠ ع ١٠)

٤- يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَ
 خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ
 الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝
 (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ط ١٠٠ ع ١١)

٥- يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝
 يَوْمَ تَكُونُهَا تَدْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ
 ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَكْرَى النَّاسُ سُكْرَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكْرَىٰ ۚ وَلَٰكِنَّ
 عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ۝ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ط ١٠٠ ع ١٢)

٦- يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبٌ مِثْلُ فَا سَمْعُوكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ نَدَّعُونَ مِنْ
 دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ ۚ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ
 شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ۚ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ۝ مَا قَدَرُوا

اللَّهُ حَقَّ قَدْرِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ط ١٠٠ ع ١٣)
 ١- هَذِهِ أَجَلُ النَّاسِ وَلَيْسَ دُرُوبُهُ وَلْيَعْلَمُوا أَنَّهُ هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَلَيْسَ كَرِ
 أُولَئِكَ الْأَلْبَابُ ۝ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ط ١٠٠ ع ١٤)

بَارَكَ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ، وَتَعَنَّا وَإِنَّا كُمْ بِالْآيَاتِ
 وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ، إِنَّهُ تَعَالَى جَوَادٌ قَدِيمٌ ۚ كَرِيمٌ، عَلِيُّ عَظِيمٌ،
 (مَلِكٌ، بَرٌّ، رَبٌّ، رَعُوفٌ، رَحِيمٌ) ۚ (نَقَطَ الْمَطْبَعَةُ الْأُولَى)

دوران خطبات کے متعلق ایک ضروری تنبیہ

۱۴ - پہلا خطبہ پڑھ کر تھوڑا سا وقفہ کرنا، ذرا سا بیٹھنا اور پھر دوسرے خطبہ کے لئے کھڑے ہونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ اداء اور آپ کا دائم و مسنون عمل مبارک ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ. رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ . كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ كَانَ يَجْلِسُ إِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتَّى يَفْرُغَ أَرَاهُ الْمُؤَذِّنُ: ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ، ثُمَّ يَجْلِسُ وَلَا يَتَكَلَّمُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ،

(رواہ ابو داؤد "مشکوٰۃ" باب الخطبۃ والصلوۃ ص ۱۳۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جمعہ میں) دو خطبہ دیا کرتے تھے، جب آپ منبر پر چڑھتے تو بیٹھ جاتے یہاں تک کہ مؤذن (خطبہ کے لئے جمعہ کی دوسری اذان سے فارغ ہو جاتا، پھر آپ کھڑے ہوتے اور پہلا خطبہ دیتے پھر بیٹھ جاتے اور ذکر و تسبیح یا آیت وغیرہ کی قسم کا کوئی کلام نہ فرماتے پھر کھڑے ہوتے اور دوسرا خطبہ دیتے۔

۱۵ - ایک حدیث میں آیا ہے کہ: "جمعہ میں دعاء کے مقبول

ہونے کی گھڑی امام کے منبر پر چڑھنے کے وقت سے لے کر نماز کے پورا ہونے

تک ہے"

اس روایت سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہو گئی کہ شاید دو خطبات کا درمیانی وقفہ ہی وہ گھڑی ہو جس میں دعاء قبول ہوتی ہے۔ لہذا اس میں دعاء مانگ لینا چاہیے؟ حالانکہ ایسا نہیں۔ مشہور زمانہ حنفی فقیہ و محدث علامہ ملا علی قاری ہروی رحمۃ اللہ علیہ نے ساعت قبولیت والی اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ:

"دعاء سے مراد وہ دعاء ہے جو خطیب دوران خطبہ میں جملہ اہل اسلام کے لئے مانگتا ہے"

یعنی دو خطبات کے درمیانی وقفہ کی دعا مراد نہیں، لہذا اس سے ثابت ہوا کہ وقفہ میں امام و خطیب یا سامعین و مقتدی کا ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا خلاف سنت ہے۔

۱۶ - علامہ شیخ "عبدالحق" محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی

مشہور کتاب "شرح سفر السعادت" میں لکھا ہے کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو دو خطبات کے درمیان بیٹھتے تو اس جلسہ میں بالکل خاموش رہتے تھے اور اس جلسہ میں دعاء ثابت نہیں ہوتی۔"

۱۷ - مشہور عالم حنفی محدث و مجتہد۔ حضرت امام "طحاوی" رحمۃ

اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اس (دونوں خطبہ کے درمیانی جلسہ میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دعاء "ثابت" نہیں!۔

۱۸ - فقہ کی مشہور کتاب "ہدایہ" کی شرح میں رئیس الاحناف،

شمس الائمہ "سرخسی" رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ "خطیب کو دونوں خطبات

کے درمیان اتنا بیٹھنا چاہیے کہ اس کے تمام اعضاء قرار پا جائیں۔ اور اس عارضی اور مختصر جلسہ میں دعاء مانگنا "بدعت" ہے ("عماد الدین" ص ۳۶۵)

۱۹۔ علماء نے اس وقفہ کی مقدار میں یہ فرمایا ہے کہ خطیب

صرف اتنی دیر بیٹھے جس میں تین بار "سبحان اللہ" کہا جاسکتا ہو، فالتو بیٹھنا بھی درست نہیں۔ تذر اور تکلیف کی بات الگ ہے اس میں شرمناگوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔

الْخُطْبَةُ الثَّانِيَّةُ

۲۰۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا كَمَا أَمَرَ ۝ وَشَهِدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ إِزْعَامًا لِمَنْ حَبَدَّ بِهِ وَكَفَر ۝

۲۱۔ وَشَهِدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَسَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا ۝ عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ ۝ سَيِّدُ الْخَلَائِقِ وَالْبَشَرِ ۝ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ ۝ (وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ وَأَتْبَاعِهِ) لَهُ مَفَاتِيحُ الرَّحْمَةِ وَ مَصَابِيحُ الْغُرُورِ ۝

۲۲۔ عِبَادَ اللَّهِ! اتَّقُوا اللَّهَ تَعَالَى مِنْ سَمَاعِ اللَّعْوِ وَفُضُولِ الْخَيْرِ ۝ وَأَنْتُمْ هُوَ عَمَّا نَهَاكُمْ عَنْهُ وَتَرْجُو ۝ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ أَمَرَكُمْ بِأَمْرٍ بَدَأَ فِيهِ بِنَفْسِهِ، وَتَنَى بِمَلَائِكَتِهِ الْمُسَبِّحَةِ لِقُدْسِهِ ۝ وَتَلَّتْ بِكُمْ آيَاتِهَا الْمُؤْمِنُونَ مِنْ بَرِّيَّةٍ جَدَّتْ وَانْسَبَ، فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى مُخْبِرًا وَ أَمْرًا ۝ (وَعَزَّ قَائِلًا كَرِيمًا) ۝

۲۳۔ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُ انْزَلَهُ بِآيَاتِهِ، سُورَاتِهِ، وَكُتُبِهِ ۝

مُحَمَّدٍ - (وَعَلَى أَصْحَابِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَزْوَاجِ
سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَوةٌ تَكُونُ لِلنَّجَاةِ وَسَيِّئَةً وَلِلْعِلْمِ
الدرجات كَفِيَّةً،

٢٣- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ (وَعَلٰى اَصْحَابِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اَزْوَاجِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ) صَلَوةً تَفَرِّجُ بِهَا الْكُرْبَ وَتَحُلُّ بِهَا الْعَمَلُ.

۲۵۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ. وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ. (وَعَلٰی اَصْحَابِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ. وَعَلٰی اَزْوَاجِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ). صَلَوةٌ تَكُوْنُ لَكَ رِضَاءٌ وَلِحَقِّهِ اَدَاءٌ.

۲۶۔ وَصَلِّ عَلٰی جَمِيعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، وَالْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَ عَلٰی عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ.

٢- خُصُّوا مِنْهُمْ عَلَى الشَّيْخِ الشَّفِيقِ، قَاتِلِ الْكُفْرَةِ وَالزُّنْدَلِقِ -
وَمُنْكَرِ الزُّكُوفَةِ وَحَتْمِ الذُّبُوفَةِ وَالْمُرْتَدِّينَ، أَوَّلِ الْمُسْلِمِينَ وَسَيِّدِ
الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الرِّجَالِ الْمُصَدِّقِينَ أَفْضَلِ الْبَشَرِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ وَ
الْمُرْسَلِينَ، أَمَّنَ النَّاسِ عَلَى النَّبِيِّ وَالْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ، رَأْسُ
الْهَادِينَ وَالْمُهْتَدِينَ وَالْمُهْتَدِينَ، ٣- فِي الْغَارِ الرَّفِيقِ الْمُلَقَّبِ
بِالْعَتِيقِ، نَائِبِ النَّبِيِّ الْأَوَّلِيِّ بِالْمُؤْمِنِينَ، ٤- خَلِيفَةِ رَسُولِ اللَّهِ
الْمُنْتَخَبِ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ - "مِنَ الْجَاهِلِينَ وَالْمُشَاهِيرِ بِأَلَا

يزاع ولا فصل" ١. على التحقيق، الأول الأقد من الخلفاء
الراشدين المهديين ٢. أمير المؤمنين وإمام المؤمنين، سيدنا
عبد الله بن (سيدنا) ٣. أي وقافة. (عثمان رضي الله عنه)
أي بكه الصديق رضي الله تعالى عنه. (وأمر ضاه) ٤

٢٨- ثُمَّ السَّلَامُ مِنَ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ إِلَى الشَّيْخِ الْجَلِيلِ، قَاتِلِ الْجَوَاسِ
وَالرُّومَانِ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَالْمُجْدِينَ وَالْمُشْرِكِينَ، قَاتِلِ
الْعَجَمِ وَالْعِرَاقِينَ وَالشَّامِ وَفِلَسْطِينَ، أَشَدِّ النَّاسِ فِي أَمْرِ اللَّهِ وَ
الرَّسُولِ لِلْأَعْدَاءِ وَالْمُتَافِقِينَ، أَلَيْنَ النَّاسِ فِي مَصَائِبِ الْمُسْلِمِينَ
مُحَدَّثِ الْأُمَّةِ وَوَارِثِ فَضَائِلِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، رَفِيقِ النَّبِيِّ
فِي الْحَيَاةِ وَالرَّوْحَةِ وَالْمُحَشَّرِ وَالْعَلِيِّينَ، سَيِّدِ الْعَادِلِينَ الْأَحْدَارِ
الْمُتَّقِينَ ٥ أَمِيرِ الْأَبْوَابِ، رَبِّينَ الْأَصْحَابِ، الْمُبَاوِرِ فِي الْمَسْجِدِ وَ
الْمُحَارِبِ، الْمُوَافِقِ رَأْيَهُ بِالْكِتَابِ، النَّاطِقِ بِأَلْحَقِّ وَهُوَ الصِّدِّيقُ
وَالصَّوَابُ ٥ صَاحِبِ الْكُشْفِ وَالْوَلَايَةِ وَالْإِثْمَارِ وَالْيَقِينِ ٥ عَزِيزِ
الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ ٥ ثُمَّ ثَمَانِي الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّيَّيْنَ ٥ اللَّهُ
أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَامَامُ الْمُتَّقِينَ سَيِّدُ نَا أَيْ حَفِصِ. عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ (وَأَصْحَابُهُ) ٥

٢٩- ثُمَّ السَّلَامُ مِنَ الْمَلِكِ الْمُتَّانِ - إِلَى الشَّيْخِ الْكَرِيمِ، فَاتِحِ التَّرَكُّ
وَالْأَفَاعِنَةِ وَالسُّنْدِ وَافْرِيقِيَاوَالْأَعْرُوقِ وَبَلْقَانِ، مُجَهَّزِ جَيْشِ
الْعُسْرَةِ وَمُرَبِّي الْبَنَاهِي وَالْمُسَاكِينِ، أَلَيْنِ النَّاسُ فِي صَلَهِ الرَّحْمِ

بِأَعْيَةٍ وَشَخْصِيَّةٍ طَائِعِيَةٍ مُجْتَبَاةٍ فِي الْحُبِّ وَمُنْكَرَةٍ فِي الْهَوَايَةِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هَيْئَتُهُ، تَارُخَامِيَّتُهُ، تَكْلِمَةُ الْإِمَامَةِ الصَّادِقَةِ بِالدُّعَاةِ وَالْبَقِيَّةِ، أَخْرَجَ الْخُلَفَاءُ الشَّرِيفِينَ الْمُتَهَدِّدِينَ، خَالِ الْمُسْلِمِينَ، أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَأَمِيرَ الْمُتَّقِينَ، سَيِّدَنَا - أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ - أَبِي يَزِيدٍ - مُعَاوِيَةَ - ابْنَ صَاحِبِ الْعِلْمِ وَالسَّيْفِ وَالصُّرْبِ سَيِّدَنَا - أَبِي سُفْيَانَ - بَنَ حَرْبٍ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْ كُلِّ مِنْهُمَا وَأَرْضَاهُ ٢٠

٢٠- ثُمَّ السَّلَامُ عَلَى أَكْمَلِ بَنَاتِ أَدَمَ وَأَفْضَلِ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ، سَيِّدَةِ الْمُتَّقِينَ وَرَبِّيسَةِ الْمُحْسِنِينَ، أَفْقَهُ الْعَالَمِ، أَعْلَمَ الصَّعَابَةِ، مُعَلِّمَةِ الْأُمَّةِ، مُحَسِّنَةِ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ، سَيِّدَةِ الْكَوْنَيْنِ، خُدُومَةِ الدَّارَيْنِ، سَيِّدَةِ أَهْلِ الْبَيْتِ وَخَطِيبَتِهِمْ، الصِّدِّيقَةُ بِنْتُ الصِّدِّيقِ، الطَّيِّبَةُ الطَّاهِرَةُ وَعِنْدَ اللَّهِ حَبِيبَةُ حَبِيبِ اللَّهِ، رَوْجُ جَدِّ النَّبِيِّ الطَّيِّبِ، صَاحِبَةِ الرَّسُولِ الطَّاهِرِ، مَنْ نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَى النَّبِيِّ فِي فِرَاشِهَا، وَمَنْ قَالَ فِي حَقِّهَا - النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَفَضْلُ عَائِشَةَ - عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ - أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ وَسَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ - أُمِّ عَبْدِ اللَّهِ - عَائِشَةُ الصِّدِّيقَةِ الْحَمِيدَةِ - سَلَامُ اللَّهِ وَرِضْوَانُهُ عَلَيْهَا ٢١

٢١- ثُمَّ السَّلَامُ عَلَى أَوَّلِ الْأَزْوَاجِ وَأَوَّلِ نِسَاءِ الْمُسْلِمِينَ، رَفِيقَةِ النَّبِيِّ وَمُؤَنِّتِهَا مَنْ بَقِيََتْ دُرِّيَّةُ النَّبِيِّ مِنْ بَطْنِهَا، السَّيِّدَةُ الطَّاهِرَةُ، أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ سَيِّدَتَنَا خَدِيجَةُ الْكُبْرَى - بِنْتُ خُوَيْلِدٍ - وَسَيِّدَتُنَا حَفْصَةُ - بِنْتُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ سَيِّدَتَا عَمَرَ - وَسَيِّدَتُنَا أُمُّ الْمَسَاكِينِ زَيْنَبُ - بِنْتُ خُرَيْمَةَ - وَسَيِّدَتُنَا أُمُّ سَلَمَةَ هُنْدُ - بِنْتُ أَبِي أُمَيَّةَ - وَسَيِّدَتُنَا زَيْنَبُ - بِنْتُ عَمْرٍَا

النَّبِيِّ ابْنَةُ جَحْشٍ وَسَيِّدَتُنَا جُوَيْرِيَّةُ - بِنْتُ ضَرَارٍ - وَسَيِّدَتُنَا أُمُّ جَبِينَةَ - رَمْلَةُ - بِنْتُ سَمِيدِ الْقُرَيْشِ أَبِي سُفْيَانَ وَأَخْتُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ خَالِ الْمُسْلِمِينَ مُعَاوِيَةَ وَسَيِّدَتُنَا أُمُّ إِبْرَاهِيمَ - مَارِيَّةُ - بِنْتُ شَمْعُونِ الْمِصْرِيِّ - وَسَيِّدَتُنَا رِيحَانَةُ - بِنْتُ شَمْعُونِ الْقُرْظِيَّةِ وَسَيِّدَتُنَا صَفِيَّةُ - زَيْنَبُ - بِنْتُ جَحْشِ بْنِ أَخْطَبٍ - الْهَارُونِيَّةِ الْإِسْرَائِيلِيَّةِ - وَسَيِّدَتُنَا مَيْمُونَةُ - بِنْتُ الْحَارِثِ ٢٢ - وَ عَلَى بَقِيَّةِ (أَهْلِ الْبَيْتِ الْمُطَهَّرَاتِ) أَهْلَاتِ الْمُؤْمِنِينَ ٢٣ - أَرْوَاحِ رَسُولِ اللَّهِ أَجْمَعِينَ -

٢٢- ثُمَّ السَّلَامُ عَلَى ابْنَاءِ النَّبِيِّ - الْكِرَامِ - سَيِّدِنَا الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَ سَيِّدِنَا عَبْدِ اللَّهِ - الطَّيِّبِ الطَّاهِرِ - بْنِ مُحَمَّدٍ - مِنْ بَطْنِ خَدِيجَةَ - وَسَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ - مِنْ بَطْنِ مَارِيَّةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ٢٣ - ثُمَّ السَّلَامُ عَلَى أَوَّلِ النَّسَاتِ الْأَرْبَعَةِ لِلنَّبِيِّ وَأَفْضَلِهَا فِي تَحْمِيلِ الشَّدَائِدِ وَالْأَلَامِ وَالْجَهَادِ لِلْإِسْلَامِ - مَنْ قَالَ فِي حَقِّهَا النَّبِيُّ (عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِي أُصِيبَتْ فِي شَيْءٍ سَيِّئَةٍ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ، سَيِّدَتُنَا زَيْنَبُ - بِنْتُ مُحَمَّدٍ - وَالتَّوْرَةُ الْأَوَّلُ الْمُفَوَّضُ إِلَى ذِي التَّوَرَيْنِ عُمَانَ، أَفْضَلُ الْمُهَاجِرَاتِ ذَاتِ الْهَجْرَتَيْنِ، سَيِّدَتُنَا رُقَيَّْةُ - بِنْتُ مُحَمَّدٍ - وَالتَّوْرَةُ الثَّانِي لِلنَّبِيِّ الْمُعْصُومِ سَيِّدَتُنَا أُمُّ كَلثُومٍ - بِنْتُ مُحَمَّدٍ - ٢٤ - وَ عَلَى سَيِّدَةِ أُمِّ الدُّنْيَا الْقُبْلَاءِ، فَاطِمَةَ - الرَّهْرَاءِ - بِنْتُ مُحَمَّدٍ - رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ

٢٤- ثُمَّ السَّلَامُ عَلَى السَّبْطِ الْأَكْبَرِ، مِرْدُفِ النَّبِيِّ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ الْأَشْهُرِ سَيِّدِ

فَتَدَانِ أَهْلَ الْجَنَّةِ وَفَرَّةَ آعِينَ أَهْلِ السُّنَّةِ، سَيِّدَنَا عَلِيٌّ. بَنِ سَيِّدِنَا أَبِي
الْعَاصِ. مَقْسَمُ بَنِ. الرَّبِيعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَسَيِّدَنَا زَيْدٌ. بَنِ النَّبِيِّ
وَعَلَى الْحَفِيدَةِ الْكُبْرَى. ذَاتِ شَرَفٍ وَكَرَامَةٍ، مَنْ كَانَ أَحَبَّ أَهْلِ الْبَيْتِ
إِلَى النَّبِيِّ وَكَأَنَّ تَرْكِبَكَ كَأَجَلِ بِلَامَتِهِ وَلَا مَنَعَ وَلَا مَلَامَةٍ، وَكَانَ يَخْلُهَا فِي الصَّلَاةِ
بِلَا إِمَامَةٍ، سَيِّدِنَا أَمْرِيحِي. إِمَامَةٌ. بَنِ أَبِي الْعَاصِ. وَنَسَمُ وَزَيْدٌ
بَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ١

٢. وَعَلَى السَّبِطِ الْأَوْسَطِ الْمُسَلِّ الْمَقْبُولِ عِنْدَ اللَّهِ الرَّفُوعِ إِلَى الْجَنَّةِ فِي
صَعْرَةٍ وَصِنَاءٍ، سَيِّدَنَا عَبْدُ اللَّهِ. بَنِ سَيِّدِنَا عُثْمَانَ وَسَيِّدِنَا زَيْدًا
بَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ٢

٣. وَعَلَى السَّبِطَيْنِ الْأَصْغَرَيْنِ فِي الْعُمُرِ وَفِي الْمُرَاتِبِ الْكَبِيرَيْنِ: ٣
الْعَامِلَيْنِ الْعَامِلَيْنِ الْكَامِلَيْنِ الْفَاضِلَيْنِ، الْحَسِبَيْنِ النَّسَبَيْنِ. بِالْإِصْأِ
الرَّاضِيَيْنِ وَعَلَى الْبَلَاءِ الصَّابِرَيْنِ، السَّعِيدَيْنِ الشَّهِيدَيْنِ، سَيِّدِي سَبَابِ
أَهْلِ الْجَنَّةِ وَفَرَّةِ آعِينَ أَهْلِ السُّنَّةِ، (لَحْيِ السُّنَّةِ وَمُضْلِعِ الدُّمَةِ، تَارِكِ
الطَّلَافَةِ الْمُتَشَبِّعَةِ الرَّافِضَةِ الْبَاغِيَةِ، وَمُسْلِمِ الْخِلَافَةِ الرَّاشِدَةِ، تَصْدِيقًا
لِقَوْلِ جَدِّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى إِمَامِ الْعَادِلِ، أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ سَيِّدِنَا مَعَاوِيَةَ
شَبَّهِ النَّبِيِّ، رِجَائَةِ الرَّسُولِ. ٤ سَيِّدَنَا. أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ. وَ
أَصَاحِبِ الْعُرْمِ وَالْحَيِيَّةِ وَشَهِيدِ الْغَيَاةِ، سَيِّدَنَا. ٥ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ.

الْحُسَيْنَيْنِ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. رَوَاهُ ضَاهِيًا. ٦

٣٩. وَعَلَى عَمِيدِ الشَّرِيفَيْنِ الْمُكْرَمَيْنِ الْمُخْتَارَيْنِ الْمُعْظَمَيْنِ. عِنْدَ اللَّهِ وَ
النَّاسِ، الظَّاهِرَيْنِ الْمُظْهَرِّينِ مِنَ الدَّكْسِ وَالْأَرْجَاسِ. (أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ

وَالشَّجَعَيْنِ، أَسَدِ اللَّهِ وَأَسَدِ رَسُولِهِ سَيِّدِ الشُّهَدَاءِ. ٧ سَيِّدَنَا
أَبِي عُمَارَةَ. حَمْرَةَ. وَرَعَالَى مَنْ كَانَ وَسِبْطُهُ إِسْتِغْنَاءً وَطَلَبُ الرِّجَاءِ
بَعْدَ النَّبِيِّ عِنْدَ رَبِّ النَّاسِ، سَيِّدَنَا. أَبِي الْفَضْلِ. الْعَبَّاسِ. رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. رَوَاهُ ضَاهِيًا. ٨

١٠. وَعَلَى السُّنَّةِ الْبَاقِيَةِ مِنَ الْعَشِيرَةِ الْمُبَشِّرَةِ. سَيِّدَنَا طَلْحَةَ. بَنِ عَبْدِ اللَّهِ
وَالزُّبَيْرَيْنِ الْعَوَامِرِ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ. بَنِ عَوْفٍ. وَسَعْدِ. بَنِ أَبِي وَقَاصٍ. وَسَعِيدِ
بَنِ زَيْدٍ. وَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ. عَامِرِ. بَنِ الْجَرَّاحِ. وَعَلَمِ سَائِرِ الصَّحَابَةِ
(السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ) مِنْ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الْأَكْبَرِ الْأَخْيَارِ.

وَمَنْ يَبْعَثُهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ رَضَوَانِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ.

١١. رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا
غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ. ١٢ (الْفَرَقِ الْكَبِيرِ ١٣)

١٤. رَبِّ اعْقِبْنِي وَارْزُقْنِي الْيَوْمَ الْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ. ١٥ (الْفَرَقِ الْكَبِيرِ)

١٦. اللَّهُمَّ أَنْصِرِ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِينَ، بِإِمَامِهِ وَالْخُلَافَةِ الْعَادِلِ. ١٧

اللَّهُمَّ أَنْصِرْ مَنْ نَصَرْتَهُ مُحَمَّدٌ بْنُ حُسَيْنٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَاجْعَلْ أَفْئِدَتَهُمْ
وَإِحْدِلْ مَنْ خَدَلَ دِينَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ.

١٨. تَعَاذُوا بِعِزَّةِ اللَّهِ، بِحُكْمِ اللَّهِ. إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَ

إِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ

تَذَكَّرُونَ. ١٩ (الْفَرَقِ الْكَبِيرِ ٢٠ مِنْ ٢١)

أَذْكُرُ وَاللَّهُ تَعَالَى يَذْكُرُكُمْ، وَأَذْكُرُكُمْ لِيَسْتَجِيبَ لَكُمْ، وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ

أَعْلَى، وَأَوَّلَى، وَأَعَزُّ وَأَجَلُّ وَأَهْمَرُّ وَأَكْبَرُ. ٢٢ (وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ

٢٣ (الْفَرَقِ الْكَبِيرِ ٢٤ مِنْ ٢٥)

مَبْنِي الْخُطْبَةِ الثَّانِيَةِ

خطبة الجمعة المشهورة

بِإِذْنِ الْقَائِدِ، الْبَاهِي
الْقَائِدِ الْبَاهِي، مَوْلَانَا
الْقَائِدِ الْبَاهِي، مَوْلَانَا
الْقَائِدِ الْبَاهِي، مَوْلَانَا

مُحَمَّدٌ أَسْمَعِيلُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

١- الْحَمْدُ لِلَّهِ! عَلَى الذَّاتِ عَظِيمِ الصِّفَاتِ سَمِيِّ السَّمَاتِ كَبِيرِ
الْشَّانِ ٥ جَلِيلِ الْقَدْرِ رَفِيعِ الذِّكْرِ مُطَاعِ الْأَمْرِ جَلِيلِ الْبُرْهَانِ
فَخِيمِ الْأَسْمِ غَزِيرِ الْعِلْمِ وَسَيِّعِ الْحِلْمِ كَبِيرِ الْفُقَرَانِ ٥ جَمِيلِ
النَّاءِ جَزِيلِ الْعَطَاءِ مُجِيبِ الدُّعَاءِ عَمِيمِ الْإِحْسَانِ ٥ سَرِيعِ
الْحِسَابِ شَدِيدِ الْعِقَابِ أَلِيمِ الْعَذَابِ عَزِيزِ السُّلْطَانِ ٥
٢- وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ فِي الْخَلْقِ وَالْأَمْرِ
وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ٥ الْمُنْعُوتُ
إِلَى الْأَسْوَدِ وَالْأَحْمَرِ ٥ الْمُنْعُوتُ بِشَرْحِ الصِّدْرِ وَرَفِيعِ الذِّكْرِ
وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الَّذِينَ هُمْ خَلَاصَةُ
الْعَرَبِ الْعَرَبَاءِ ٥ وَخَيْرِ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ ٥
٣- أَمَّا بَعْدُ! يَا أَيُّهَا النَّاسُ وَحَدُّوا لِلَّهِ فَإِنَّ التَّوْحِيدَ رَأْسُ

الطَّاعَاتِ، وَاتَّقُوا اللَّهَ فَإِنَّ التَّقْوَى مِلَاكُ الْحَسَنَاتِ، وَعَلَيْكُمْ
بِالسُّنَّةِ ٥ فَإِنَّ السُّنَّةَ تَهْدِي إِلَى الْإِطَاعَةِ، وَمَنْ أَطَاعَ اللَّهَ وَ
رَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَاهْتَدَى ٥ وَإِنَّا كُمْ وَالْبِدْعَةُ ٥ فَإِنَّ
الْبِدْعَةَ تَهْدِي إِلَى الْمَعْصِيَةِ، وَمَنْ تَعَصَّى اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ
ضَلَّ وَغَوَى ٥ وَعَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ ٥ فَإِنَّ الصِّدْقَ يُبْرِجُ وَالْكَذِبَ

يُهْلِكُ، وَعَلَيْكُمْ بِالْإِحْسَانِ ٥ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ٥ وَلَا
تَمْنُطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ ٥ فَإِنَّهُ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ٥ وَلَا تَحْبِسُوا
الدُّنْيَا ٥ فَتَكُونُوا مِنَ الْخَاسِرِينَ ٥ أَلَا وَإِنْ تَمُوتَ حَتَّى
تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا فَإِنَّهُ اللَّهُ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ وَتَوَكَّلُوا عَلَيْهِ
فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ، وَادْعُوهُ فَإِنَّ رَبَّكُمْ مُجِيبُ
الدَّاعِينَ، وَاسْتَغْفِرُوهُ يُمِدُّكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ ٥ أَعُوذُ
بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ٥ وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ
إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ
دَاخِرِينَ ٥

٣- بَارَكَ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ، وَنَفَعْنَا وَإِنَّا كُمْ بِالْآيَاتِ وَ
الذِّكْرِ الْحَكِيمِ ٥ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ لِي وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِينَ
٣- بَارَكَ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ، وَنَفَعْنَا وَإِنَّا كُمْ بِالْآيَاتِ وَ
الذِّكْرِ الْحَكِيمِ ٥ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ لِي وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِينَ،
فَأَسْتَغْفِرُكُمْ، إِنَّهُ هُوَ الْعَفُورُ الرَّحِيمُ.

الخطبة الثانية

لشَهِيدِ رَحْمَةِ اللهِ عَلَيْهِ

٥- الْحَمْدُ لِلّٰهِ تَحْمَدُهُ وَتُسَبِّحُهُ وَتَسْتَغْفِرُهُ وَتُؤْمِنُ بِهِ وَتُؤَكِّلُ عَلَيْهِ
وَتَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَفْسَسْنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَلْنَا، مَنْ يَّهْدِيهِ اللهُ
فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَكَ هَادِي لَهُ. وَنُشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. وَنُشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا.

٦- أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَأَوْثَقُ الْعُرَى كَلِمَةُ
التَّقْوَى وَخَيْرُ الْمَالِ مِلَّةُ إِبْرَاهِيمَ (عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) وَخَيْرُ
الشَّائِنِ سُنَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَشْرَفُ الْحَدِيثِ ذِكْرُ
اللهِ وَأَحْسَنُ الْقَصَصِ هَذَا الْقُرْآنُ وَخَيْرُ الْأُمُورِ عَوَازِمُهَا وَشَرُّ الْأُمُورِ
مُحْدَثَاتُهَا، وَأَشْرَفُ الْمَوْتِ قَتْلُ الشَّهْدَاءِ وَأَعْلَى الْعَمَلِ الصَّالِحِ لَمْ يَبْعَثِ
الْهُدَى وَخَيْرُ الْعِلْمِ مَا نَفَعَهُ وَخَيْرُ الْهُدَى مَا اتَّبَعَهُ.

٧- وَمِنَ النَّاسِ مَنْ لَا يَأْتِي بِالصَّلَاةِ إِلَّا دُبْرًا. وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يَذْكُرُ اللَّهَ إِلَّا
جَهْرًا. وَأَعْظَمُ الْخَطَايَا أَلْسَانُ الْكَذُوبِ وَخَيْرُ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ
وَخَيْرُ النَّارِ التَّقْوَى وَخَيْرُ مَا وَقَرَ فِي الْقُلُوبِ الْيَقِينُ وَالْإِسْرَافُ مِنْ
الْكُفْرِ وَالْبَيَاحَةُ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ، وَالْغُلُولُ مِنْ جَشَاءِ جَهَنَّمَ وَ
الْكُفْرُ مِنَ النَّارِ وَالشُّعْرُ مِنْ مَرَامِيهِ الْبَلِيسِ، وَالْخَمْرُ جُمَاءُ الْإِنَّمِ

وَالنِّسَاءُ جِبَالَةُ الشَّيْطَانِ، وَالشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِنَ الْجُنُونِ، وَشَرُّ
الْمَكَايِبِ كَسْبُ الرِّبَا، وَشَرُّ الْمَاكِلِ مَالُ الْيَتِيمِ. وَالشَّيْعِدُ مَنْ وَغِظَ الْغِيْظَ
وَالشَّقِي مَنْ شَقِيَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ، وَإِنَّمَا يَصِيرُ أَحَدُكُمْ إِلَى مَوْضِعٍ أَرْبَعَةً
أَذْرَعًا وَمِثْلُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهُ، وَسَبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوقٌ وَقِتْلُ الْكَافِرِ
وَإِكْلَامُ لَحْمِهِ مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ، وَحُرْمَةُ مَالِهِ كَحُرْمَةِ دَمِهِ، وَمَنْ
يَتَّكَلَّ عَلَى اللهِ يُكَذِّبُهُ وَشَرُّ الرِّوَايَا رَايَا الْكَذِبِ، وَمَنْ يَكْظُمُ
الْعِيْظَ يَأْجُرُهُ اللهُ، وَمَنْ يُصَيِّرُ عَلَى الرَّزِيَّةِ يُعَوِّضُهُ اللهُ. وَمَنْ
يَسْتَغْفِرِ اللهُ يُغْفِرْ لَهُ، وَمَنْ يَسْتَعِزَّ بِعَقْدَةِ اللهِ.

٨- قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ وَأَشَدُّهُمْ
فِي أَمْرِ اللهِ عُثْمَانُ، وَأَحْيَاهُمْ عُثْمَانُ وَأَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ، وَقَالَ فِي الْحَسَنِ بْنِ
عَلِيٍّ إِنَّ ابْنِي هَذَا أَسِيدُكَ وَلَعَلَّ اللهُ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فَنَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ
الْمُسْلِمِينَ. وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَحْكَمُ
أُمَّتِي وَأَجْوَدُهَا. وَعَلَى سَيِّدَةِ أُمِّ الْيَتَامَى الْقُبَّاءِ: قَاطِمَةٌ.

الزُّهْرَاءُ ابْنَةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَيِّدَةُ الشُّهَدَاءِ خَيْرَةُ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَنَاسِ وَوَلَدِهِ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً
وَبَاطِنَةً لَا تُعَادِرُ دُئْبًا. اللَّهُ! اللَّهُ! فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذْ وَهُمْ مِنْ
بَعْدِي غَرَضًا، مَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحَبِيٍّ أَحَبَّهُمْ. وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي
أَبْغَضَهُمْ. وَخَيْرُ الْقُرُونِ قُرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ.

٩- وَالسُّلْطَانُ (الْمُسْلِمُ الْعَادِلُ) - ظِلُّ اللهِ فِي الْأَرْضِ مِنْ أَكْرَمَةِ
أَكْرَمَةِ اللهِ، وَمَنْ أَهَانَهُ أَهَانَهُ اللهُ.

فضائل و احکام رمضان المبارک

رمضان المبارک کے حوالہ سے جانشین امیر شریعت حضرت
مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات اور
تحریرات سے تلمیض شدہ مضمون

مرتب

سید محمد معاویہ بخاری

۱۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُونَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْهِ
قُلُوْبَنَا غِلًا لِلَّذِيْنَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ
نَصَرَدِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْزِلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنََ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۱۱۔ عِبَادَ اللّٰهِ! رَحِمَكُمُ اللّٰهُ! إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ
ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۖ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُونَ ۝ اذْكُرُوا اللّٰهَ يَدْكُرْكُمْ وَاذْكُرُوْهُ لَسْتُمْ بِاَعْيُنِ
وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰی اَعْلٰی وَاَوَّلٰی وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَهَمُّ وَاَنْتُمْ وَاَكْبَرُ۔

فضائل و احکام رمضان المبارک

اللہ کریم کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں زندگی کی اس مختصر مہلت میں ایک بار پھر رمضان المبارک کی پاکیزہ گھڑیاں نصیب فرمائیں۔ یہ بات ہر با شعور مسلمان جانتا ہے کہ روزہ دین اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے اور اس کی فرضیت کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے اندر واضح احکامات بیان فرمائے ہیں۔ اس کے علاوہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی بڑی تفصیل اور تاکید موجود ہے۔ قرآن کریم میں جہاں روزہ کی اہمیت اور غرض و غایت بیان کی گئی ہے وہاں رمضان المبارک کے نزول اجلال کی حکمت بھی بیان فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

رمضان المبارک کا نزول اجلال

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ
وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنْكُمُ
الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (س بقرہ. ۲)

یہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن کا نزول ہوا، وہ انسانوں کے لئے رہنما ہے، ہدایت کی روشن صداقتیں رکھتا ہے اور حق کو باطل سے علیحدہ کر دینے والا ہے۔ پس جو کوئی تم میں سے یہ مہینہ پائے تو چاہیے کہ اس میں روزہ رکھے۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں بیان کردہ مندرجہ بالا تعارفی حکم کے بعد اللہ جل شانہ نے بات ختم نہیں فرمادی بلکہ روزہ کی اہمیت کے بعد اس کا مقصد بھی

واضح فرمادیا کہ وہ کیا ہے؟

روزہ کا مقصد

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ
عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ. (س بقرہ. ۲)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے امتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے تاکہ تمہارے اندر تقویٰ اور پریر نگاری پیدا ہو۔

رمضان المبارک کی فضیلت اور روزوں کا اجر و ثواب

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث مبارکہ میں رمضان اور روزہ کے بے شمار فضائل اور اجر و ثواب کی بشارتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

چند احادیث ملاحظہ ہوں جن سے ان ایام کے فضائل کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔
حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا۔

آپ نے فرمایا:

لوگو! تم پر ایک عظمت و برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے، اس مبارک مہینہ کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور اس مہینہ کے روزے اللہ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہ خداوندی میں کھڑا ہونے کو نفل عبادت مقرر کیا ہے، جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت

ہے۔ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے اور یہی مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کریم یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمائیں گے جو دودھ کی تھوڑی سی پر یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کر دے اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض کوثر سے ایسا سیراب فرمائیں گے جس کے بعد اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ تا آنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا!

اس ماد مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتش دوزخ سے آزادی ہے، جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام و خادم کے کام میں تخفیف اور کمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا اور اس کو دوزخ سے ربائی دے گا۔ (شعب الایمان، البیہقی)

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان یا جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

(۲) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں ایک دروازہ کا نام "ریان" ہے جس میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے ایمان اور ثواب حاصل کرنے کے لئے رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے اگلے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جائیں گے اور کبیرہ گناہوں کی معافی کی بھی امید ہے اور جس نے رمضان کی راتوں میں قیام کیا (عبادت کی) ایمان اور ثواب حاصل کرنے کے لئے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے لیلۃ القدر میں عبادت کی تو اس کے اگلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ پروردگار عالم جل مجدہ آدمی کے بر نیک عمل کے ثواب کو دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "مگر روزہ جو خاص میرے ہی لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔" کیونکہ وہ اپنی خواہشات اور کھانا میرے ہی خاطر چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب کے دیدار کے وقت۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی بو سے زیادہ نفیس اور پاکیزہ ہے۔

روزہ ڈھال ہے، یعنی دنیا میں گناہوں کے لئے اور آخرت میں دوزخ کے لئے اور جس روز تم میں سے کسی کا روزہ ہو نہ تو فحش کلام کہے نہ اونچی آواز سے بیہودہ

چلائے۔ پھر اگر اس کو کوئی گالی دے یا برا کہے یا اس سے جھگڑے تو کچھ دے کر
بھائی میں تو روزہ دار ہوں۔ (بخاری و مسلم)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان کی ہر شب بہت سے درخیزوں کو آزادی عطا
فرماتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ، امام احمد)

(۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے کہ رمضان میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار راتوں سے بہتر ہے
جو اس سے محروم کر دیا گیا تو یا وہ تمام نیکیوں سے محروم کر دیا گیا۔ اس کی نیکی
سے بے نصیب ہی محروم رہتا ہے۔ (ابن ماجہ)

(۷) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں کہ قیامت میں روزہ اور قرآن اللہ کے پاس بندے کی سفارش کریں
گے روزہ کچھ گامیرے رب میں نے اس کو دن میں کھانے اور خوابشات سے
روکا تھا اس لئے میری سفارش قبول فرما۔ تب ان دونوں کی سفارش قبول فرما
لی جائے گی۔

(۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت رمضان کے لئے سال کی ابتداء سے دوسرے سال
آنے تک آراستہ کی جاتی ہے۔ پھر رمضان کا پہلا دن آتا ہے تو عرش کے نیچے
جنت کے بہتوں سے حوروں پر ایک ہوا چلتی ہے۔ اس وقت خوریں کھتی ہیں
اے اللہ اپنے بندوں کو ہمارا شوہر بنا جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان
کی آنکھیں ہم سے۔ (بخاری)

روزے کی حکمت اور اس کے فوائد

جب کوئی شخص کوئی مشین ایجاد کرتا ہے تو اس کو درست رکھنے اور صحیح طریقے
پر کام دینے کے لئے ہمیشہ اس کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مشین
بگڑ کر اور بیکار ہو کر گرھ سے میں پھینکنے کے قابل ہو جائے۔ اسی طرح انسانی
مشین بھی اللہ پاک کی بنائی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس انسانی مشین (بندوں) کو
بہتر حالت میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے پروردگار عالم نے اس مشین کے
درست رکھنے اور چلانے کے لئے بڑے بڑے ماہر انجینئر (رسولوں) کو بھیجا۔
جنہوں نے اس مشین کی اصلاح کے لئے تہذیب و ادب کی تعلیم اور خوابشات
نفسانی سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ کیونکہ زیادہ کھانے سے خوابشات نفسانی اور
شہوت کو ترقی ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ گناہ، برائی اور بے حیائی ہے۔ جس
سے انسان کی دنیا و آخرت کی زندگی تباہ و برباد ہو کر آگ میں جلانے کے قابل
ہو جاتی ہے جس طرح ایک گندی اور ٹوٹی پھوٹی چیز نگھورے (بھٹی) میں ڈال کر
جلا دی جاتی ہے اور کھم کھانے اور خوابشات نفسانی میں میاں روی سے پریر نگاری
حاصل ہوتی ہے جس کی طرف پروردگار عالم نے اشارہ فرمایا ہے۔ لعنکم
تتقون۔ یعنی روزہ رکھو تا کہ روزہ سے تمہیں پریر نگاری حاصل ہو۔ اس لئے کہ
روزہ ان خوابشات کو جن سے گناہ صادر ہوتے ہیں یعنی شہم اور فرج کی شہوت
کو توڑتا ہے اور انسان کو پریر نگار بنا دیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں قوت روحانی
ترقی پا کر مقامات عالیہ (بلند ترین درجوں) تک پہنچ کر عالم قدس میں اپنا مستقر
(ٹھکانہ) بنا لیتی ہے۔ جس کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ
روزہ دار "باب ریان" سے جنت میں داخل ہوں گے اور چونکہ امت محمدی صلی

اللہ علیہ وسلم میاں رو پیدا کی گئی ہے وہ نہ تو نفس پرستی میں زیادتی کرتی ہے جس کی وجہ سے حیوانیت کی پستی میں گر کر چوپایوں میں شمار کی جائے اور مراتب روحانیت سے محروم رہ جائے اور نہ کھانا ترک کرتی ہے جس کی وجہ سے ان کے جسم کمزور اور خقیق ہو جائیں۔ جو نہ دین کے کام کے رہیں اور نہ دنیا کے۔ جیسے جینویں اور ہندوؤں میں ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں۔

اسی لئے پروردگار عالم نے اس امت کے لئے ماہ رمضان کے گنتی کے روزے مقرر فرمائے تاکہ یہ لوگ دونوں قوتوں یعنی قوت جسمانی اور ریاضت نفسی (قوت روحانی) سے محروم نہ رہیں۔ اسی قسم کی امت مشرق اور مغرب کی تمام اپنے باتہ میں لے کر غیر اقوام کو فلاح اور بہتری کی طرف لے جاسکتی ہے۔ روزہ میں صبر اور برداشت کی عادت ہو جاتی ہے۔ ریگستانی سفر یا بیابانی سفر یا دریائی سفر میں اگر اتفاق سے غذا پانی میسر نہ آیا تو روزہ کا عادی ایک حد تک اس فاقہ کو برداشت کر سکتا ہے اس کے برعکس زیادہ کھانے والا بغیر پیٹ بھرے کے فاقہ برداشت نہ کر کے تھوڑے عرصہ میں ہی موت کے گھاٹ میں پہنچ جاتا ہے۔

اسی طرح لڑائی اور جنگوں میں روزہ کا عادی بھوک پیاس برداشت کر سکتا ہے۔ روزہ بلغمی امراض اور رطوبات فاسدہ کو جسم سے زائل کر دیتا ہے۔ آج کل امریکہ اور یورپ کے ڈاکٹر خاص خاص امراض میں جیسے پیشاب میں شکر کے آنے اور معدہ کے زخم کے مندل ہونے اور زائل شدہ قوت کے واپس آنے کے لئے خاص خاص ترکیبوں کے ساتھ چالیس اور پچاس یوم کے درمیان مریض کو روزہ رکھاتے ہیں۔

یاد رکھیے! رمضان شریف کے روزے ہر مسلمان مرد و عورت، مائل، بالغ پر

فرض ہیں، ان کی فرضیت سے انکار کرنے والا کافر اور بلا عذر چھوڑنے والا سخت گنہگار اور فاسق ہے۔ نابالغ پر روزہ فرض نہیں، مگر عادت ڈالنے کے لئے بالغ ہونے سے پہلے ہی اسے ترغیب و حکمت کے ساتھ روزہ رکھوانے اور نماز پڑھوانے کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ بچہ سات برس کا ہو جائے تو نماز پڑھنے کا اسے حکم دو اور اگر دس برس کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے بے شک اسے مار پیٹ بھی کرنا کہ وہ نماز کی اہمیت و فرضیت کو سمجھ سکے۔ اسی طرح جب نابالغ بچے کو روزہ کی طاقت ہو جائے تو جس قدر وہ روزے رکھ سکتا ہے رکھوانا چاہیے۔

روزہ کی نیت

نیت کہتے ہیں دل کے قصد و ارادہ کو، زبان سے کچھ کہے یا نہ کہے، روزہ کے لئے نیت شرط ہے۔ اگر روزہ کا ارادہ نہ کیا اور تمام دن کچھ کھایا پیا نہیں، تو روزہ نہ ہوگا۔

مسئلہ

رمضان کے روزے کی نیت رات سے کر لینا بہتر ہے اور رات کو نہ کی ہو تو دن کو بھی زوال سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے تک کر سکتا ہے۔

وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

(۱) کانا اور ناک میں دوا ڈالنا۔

(۲) قصداً منہ بھر قے کرنا

(۳) کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جانا

(۴) عورت کو چھونے وغیرہ سے انزال ہو جانا۔

(۵) کوئی ایسی چیز اگل جانا جو عادتاً کھانی نہیں جاتی جیسے کڑوی، لوبہ، کچا گیہوں کا دانہ وغیرہ

(۶) لوبان یا عود وغیرہ کا دھواں قصداً ناک یا حلق میں پہنچانا۔

(۷) بھول کر کھاپی لیا اور یہ خیال کیا کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا ہو گا پھر قصداً کھاپی لیا۔

(۸) رات سمجھ کر صبح صادق کے بعد سہری کھالی۔

(۹) دن باقی تھا مگر غلطی سے یہ سمجھ کر کہ آفتاب غروب ہو گیا روزہ افطار کر لیا۔

تنبیہ

ان سب چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر صرف قضا واجب ہوتی ہے کفارہ نہیں آتا۔

(۱۰) جان بوجھ کر بغیر بھولنے کے بیوی سے صحبت کرنا یا کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جس سے قضا بھی لازم ہوتی ہے اور کفارہ بھی۔ کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور جہاں غلام نہیں ملتے یا اس کے خریدنے پر قدرت نہیں وہاں ساٹھ روزے متواتر رکھے۔ بیچ میں ناغہ نہ ہو ورنہ پھر شروع سے ساٹھ روزے پورے کرنا پڑیں گے اور اگر روزہ کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔

وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹتا نہیں مگر مکروہ ہو جاتا ہے

(۱) بلا ضرورت کسی چیز کو چبانا، نمک وغیرہ کچھ کر تھوک دینا۔

(۲) تمام دن حالت جنابت میں یعنی بغیر غسل کئے کی حالت میں رہنا۔

(۳) قصد کرنا، کسی مریض کے لئے اپنا خون دینا جو آج کل ڈاکٹروں میں رائج ہے یہ بھی اس میں داخل ہے۔

(۴) غیبت یعنی کسی کے پیٹھے پیچھے اس کی برائی کرنا خود بھی حرام ہے اور روزہ اس سے سخت مکروہ ہو جاتا ہے۔

(۵) روزہ میں لڑنا جھگڑنا، گالی دینا، خواہ انسان کو ہو یا کسی بے جان چیز کو، ان سے بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

وہ چیزیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور مکروہ بھی نہیں ہوتا

(۱) سواک

(۲) سریا مونچھوں پر تیل لگانا۔

(۳) آنکھ میں دوا یا سرمہ ڈالنا۔

(۴) خوشبو سونگھنا۔

(۵) گرمی اور پیاس کی وجہ سے غسل کرنا۔

(۶) کسی قسم کا انجکشن یا ٹیکہ لگوانا۔

(۷) بھول کر کھانا پینا۔

(۸) حلق میں بلا اختیار دھواں یا گرد و غبار یا کھٹی وغیرہ چلا جانا۔

(۹) کان میں پانی ڈالنا یا بلا قصد چلے جانا۔

(۱۰) خود بخود قے آ جانا

(۱۱) سوتے ہوئے استحلام (غسل کی حاجت) ہو جانا

(۱۲) دانستوں میں خون نکلے مگر حلق میں نہ جائے تو روزہ میں غسل نہیں آتا۔

وہ عذر جن سے رمضان میں

روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوتی ہے

(۱) بیماری کی وجہ سے روزہ کی طاقت نہ ہو یا مرض بڑھنے کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے بعد رمضان اس کی قضا لازم ہے۔

(۲) جو عورت حمل سے ہو اور روزہ میں بچہ کو یا اپنی جان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھے اور پھر قضا کرے۔

(۳) مسافر شرعی (جو کم از کم اڑتالیس میل کے سفر کی نیت پر گھر سے نکلا ہو) اس کے لئے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے پھر اگر کچھ تکلیف و دقت نہ ہو تو افضل یہ ہے کہ سفر ہی میں روزہ رکھ لے اگر خود اپنے آپ کو یا اپنے ساتھیوں کو دشواری یا تکلیف ہو تو روزہ نہ رکھنا ہی افضل ہے۔

(۴) بحالت روزہ سفر شروع کیا تو اس روزہ کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اور اگر کچھ کھانے پینے کے بعد سفر سے وطن واپس آگیا تو باقی دن کھانے پینے سے احتراز کرے اور اگر ابھی کچھ کھایا یا پیا نہیں تھا کہ وطن میں ایسے وقت واپس آگیا جب کہ روزہ کی نیت ہو سکتی ہے یعنی زوال سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل تو اس پر لازم ہے کہ روزہ کی نیت کرے۔

(۵) کسی کو قتل کی دھمکی دے کر روزہ توڑنے پر مجبور کیا جائے تو اس کے لئے توڑ دینا جائز ہے۔

(۶) کسی بیماری یا بھوک پیاس کا اتنا غلبہ ہو جائے کہ کسی مسلمان ماہر طبیب یا ڈاکٹر کے نزدیک جان کا خطرہ لاحق ہو تو روزہ توڑ دینا جائز بلکہ واجب ہے البتہ پھر اس کی قضا لازم ہوگی۔

(۷) عورت کے لئے ایام حیض میں اور بچہ کی پیدائش کے بعد جو خون آتا ہے (یعنی نفاس) اس کے دوران میں روزہ رکھنا جائز نہیں، افطار کرے اور بعد میں قضا کرے۔ بیمار، مسافر، حیض و نفاس والی عورت جن کے لئے رمضان میں روزہ نہ رکھنا اور کھانا پینا جائز ہے ان کو بھی لازم ہے کہ رمضان کا احترام کریں سب کے سامنے کھاتے پیتے نہ پھریں۔

روزہ کی قضا

(۱) کسی عذر سے روزہ قضا ہو گیا۔ تو جب عذر جاتا رہے جلد ادا کر لینا چاہیے۔ زندگی اور طاقت کا بھروسہ نہیں، قضا روزوں میں اختیار ہے کہ متواتر رکھے یا ایک ایک دو دو کر کے رکھے۔

(۲) اگر مسافر سفر سے لوٹنے کے بعد یا مریض تندرست ہونے کے بعد اتنا وقت نہ پائے جس میں قضا شدہ روزے ادا کرے۔ تو قضا اس کے ذمہ لازم نہیں۔ سفر سے لوٹنے اور بیماری سے تندرست ہونے کے بعد جتنے دن ملیں اتنے ہی کی قضا لازم ہوگی۔

سحری

روزہ سے پہلے آخر رات میں سحری کھانا مسنون اور باعث برکت و ثواب ہے۔ نصف شب کے بعد جس وقت بھی کھائیں سحری کی سنت ادا ہو جائے گی۔ لیکن بالکل آخر شب میں کھانا افضل ہے۔ اگر مؤذن بنے صبح سے پہلے اذان دے دی تو سحری کھانے کی ممانعت نہیں جب تک صبح صادق نہ ہو جائے سحری سے فارغ ہو کر روزہ کی نیت دل میں کر لینا کافی ہے۔ اور زبان سے بھی یہ الفاظ کہہ

لے تو اچھا ہے **وَبَصُومِ غَدِ تَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ**
افطاری

آفتاب کے غروب ہونے کا یقین ہو جانے کے بعد افطار میں دیر کرنا مکروہ ہے۔
 ہاں جب ابرو وغیرہ کی وجہ سے اشتباہ ہو تو دو چار منٹ انتظار کر لینا بہتر ہے۔ اور
 تین منٹ کی احتیاط بہر حال کرنا چاہیے۔ کھجور اور خرما سے افطار کرنا افضل ہے۔
 اور کسی دوسری چیز سے افطار کریں تو اس میں بھی کوئی کراہت نہیں افطار کے
 بعد یہ دنا مسنون ہے۔

**اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ صُمْتُ، وَعَلَىٰ رِزْقِكَ افْطَرْتُ ذَهَبَ
 الظَّمَاءِ وَابْتَلَتِ الْعِرْقَ وَثَبَّتْ الْأَجْرَ اِنْشَاءَ اللّٰهِ۔**

تراویح

(۱) رمضان المبارک میں عشاء کے فرض اور سنت کے بعد بیس رکعت تراویح
 کی جماعت سنت علی الکفایہ ہے

(۲) محلہ کی مسجد میں جماعت ہوتی ہو اور کوئی شخص علیحدہ گمہ میں اپنی تراویح
 پڑھ لے تو سنت ادا ہو جائے گی لیکن مسجد اور جماعت کے ثواب سے محرومی
 بہر حال رہے گی اور اگر محلہ ہی میں جماعت نہ ہوئی تو سب کے سب ترک سنت
 کے گناہگار ہوں گے۔

(۳) تراویح میں پورا قرآن مجید ختم کرنا بھی سنت ہے، کسی جگہ حافظ قرآن
 سنانے والا نہ ملے یا ملے مگر سنانے پر اجرت و معاونت طلب کرے تو سورۃ الم تر
 کیف سے دس سورتیں یاد کر کے نماز تراویح ادا کریں، اجرت دے کر قرآن نہ

سنیں کہ قرآن سنانے پر اجرت لینا اور دینا حرام ہے۔

(۴) اگر ایک حافظ ایک مسجد میں بیس رکعت تراویح پڑھ چکا ہے اس کو
 دوسری مسجد میں تراویح پڑھنا درست نہیں۔

(۵) جس شخص کی دو چار رکعتیں تراویح کی روگئی ہوں تو جب امام و ترک
 جماعت کرا دے اس کو بھی جماعت میں شامل ہو جانا چاہیے اپنی باقی ماندہ
 تراویح بعد میں پوری کرے۔

(۶) قرآن کو اس قدر جلد پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں۔ بڑا گناہ ہے، اس صورت
 میں نہ امام کو ثواب ہو گا نہ مقتدی کو۔

(۷) جمہور علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ نابالغ کو تراویح میں امام بنانا جائز نہیں۔ آٹھ
 تراویح کا بھی کوئی تصور نہیں یہ سب بعد کی ایجاد کردہ بدعات ہیں۔

بیس رکعت تراویح کی اہمیت

بیس تراویح کے ثبوت کے لئے چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں

**عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيُ فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رَكْعَةً
 وَالْوُتْرَ۔**

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رحمت دو
 عالم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھا کرتے
 تھے (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۹۳ جلد ۲)۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتِ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى النَّاسَ
أَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ رَكْعَةً وَارْتَأَثَلَاثَةً.

حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام کو چوبیس رکعت (۳ فرض) (۲۰ تراویح) پڑھائیں اور تین و تر پڑھائے۔

عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى
أَبِي بَنِي كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً
(ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۲)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع فرمایا اور وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

عَنْ أَبِي بَنِي كَعْبٍ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) أَنَّ عُمَرَ بْنَ
الْخَطَّابِ أَمَرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى
بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً. (کنز العمال ج ۸ ص ۲۶۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان المبارک میں لوگوں کو تراویح پڑھاؤں پس بیس رکعت پڑھی جاتی تھیں۔

ان احادیث کی روشنی میں سب بالاتفاق فرما رہے ہیں کہ عہد فاروقی میں بیس تراویح پر ہی استقرار ہوا۔ یہی متواتر ہیں۔ دور برطانیہ سے پہلے کسی ایک محدث

یا فقیہ نے اس کا انکار نہیں فرمایا اور سنت کے لئے مواظبت شرط ہے تو یہی بیس رکعت سنت فاروقی ہوں گی، یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وہی شخصیت ہیں جن کے بارہ میں رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد نبی ہوتا تو سیدنا عمر ہوتا اور فرمایا اللہ کے دین میں سب سے مضبوط عمر ہیں اگر بیس رکعت تراویح بدعت ہوتی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مہاجرین و انصار کا بدعتی ہونا لازم آتا ہے۔ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ کہ ابی ابن کعب بیس تراویح مہاجرین و انصار میں پڑھاتے تھے کسی نے بھی اس پر انکار نہ فرمایا۔ (فتاویٰ جلد ۲۳ صفحہ ۱۱۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت کے ساتھ تراویح کا لفظ اور بیس تراویح کا عمل تابعین میں بلا تکلیف جاری تھا اور پورے خیر القرون میں ایک شخص کا نام بھی پیش نہیں کیا جاسکتا۔ جس نے بیس تراویح پر انکار فرمایا ہو۔ یا اس کو بدعت کہا ہو۔ یا وہ آئمہ رکعت پڑھ کر جماعت سے نکل جاتا ہو۔ یا پورے خیر القرون میں کبھی آئمہ رکعت کے ساتھ کسی نے تراویح کا لفظ استعمال کیا ہو۔ اس کا ہرگز بہرگز کوئی ثبوت نہیں۔

اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آئمہ اربعہ کے متون فقہ میں آئمہ رکعت تراویح کا نام و نشان تک نہیں اور آئمہ اربعہ کے متون فقہ کے کسی متن میں بیس رکعت تراویح کو بدعت یا حرام نہیں لکھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر دور برطانیہ تک کسی اسلامی فرقہ کی ایک مسجد کا پتہ نہیں دیا جاسکتا کہ کبھی ایک سال بھی پورا مہینہ آئمہ رکعت تراویح پڑھی گئی ہو۔ یا صحابہ کرام سے لیکر دور برطانیہ تک ایک ایک اور صرف ایک مسلمان کا نام بھی پیش

نہیں کیا جاسکتا۔ جو آٹھ تراویح پڑھ کر جماعت سے نکل کر بھاگ جاتا ہو۔ معلوم ہوا کہ بیس رکعت تراویح ہی امت میں متواتر ہے۔

جو لوگ آٹھ رکعت پڑھ کر جماعت سے نکل جاتے ہیں وہ رمضان المبارک کے مبارک ماہ میں دو سنتوں کو پامال کرتے ہیں۔ آپ ان سے پوچھیں کہ ظہر کی چار موکدہ سنتوں کی بجائے آپ نے کبھی دو سنتیں پڑھیں ہیں اور اگر کوئی پڑھے تو کبھی اس کا دل مانے گا کہ میں نے پوری سنت ادا کر لی ہے۔ ہرگز نہیں۔

بیس رکعت تراویح سنت موکدہ ہے آٹھ رکعت پڑھنے سے سنت ادا نہیں ہو گی اسی طرح نماز تراویح میں ایک قرآن مجید پڑھنا یا سننا سنت ہے جو آٹھ رکعت پڑھ کر نکل جاتے ہیں وہ اس سنت سے بھی محروم رہتے ہیں۔

اعتماف

(۱) اعتماف اس کو کہتے ہیں کہ نیت کر کے مسجد میں رہنا اور سوائے ایسی حاجات ضروریہ کے جو مسجد میں پوری نہ ہو سکیں (جیسے پیشاب پاناہ کی ضرورت یا غسل واجب اور وضو کی ضرورت) مسجد سے باہر نہ جانا۔ (۲) رمضان کے عشرہ اخیر میں اعتماف کرنا سنت موکدہ علی الکفایہ ہے یعنی اگر بڑے شہروں کے محلہ میں اور دیہات کی پوری بستی میں کوئی بھی اعتماف نہ کرے تو سب کے ذمہ ترک سنت کا وبال رہتا ہے۔ اور کوئی ایک بھی محلہ میں اعتماف کرے تو سب کی طرف سے سنت ادا ہو جاتی ہے۔ (۳) خاموش رہنا اعتماف میں بالکل ضروری نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ البتہ نیک کلام کرنا اور لڑائی جھگڑے اور فضول باتوں سے بچنا چاہیے۔ (۴) اعتماف میں کوئی خاص عبادت شرط نہیں نماز، تلاوت یا دین کی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا جو عبادت دل چاہے کرتا رہے۔ (۵)

جس مسجد میں اعتماف کیا گیا ہے اگر اس میں جمعہ نہیں ہوتا تو نماز جمعہ کے لئے اندازہ کر کے ایسے وقت مسجد سے نکلے جس میں وہاں پہنچ کر سنتیں ادا کرنے کے بعد خطبہ سن سکے۔ اگر کچھ زیادہ دیر جامع مسجد میں لگ جائے، جب بھی اعتماف میں خلل نہیں آتا۔ (۶) اگر بلا ضرورت طبی و شرعی ایک منٹ کو بھی مسجد سے باہر چلا جائے گا تو اعتماف جاتا رہے گا۔ خواہ عمدہ نکلے یا بھول کر اس صورت میں اعتماف کی قضا کرنا چاہیے۔ (۷) اگر آخر عشرہ کا اعتماف کرنا ہو تو بیس تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں چلا جائے اور جب عید کا پابند نظر آ جائے تب اعتماف سے باہر ہو۔ (۸) غسل، جمعہ یا محض ٹھنڈک کے لئے مسجد سے باہر نکلنا معتکف کو جائز نہیں۔

شب قدر

چونکہ اس امت کی عمریں بہ نسبت پہلی امتوں کے چھوٹی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک رات ایسی مقرر فرمادی ہے جس میں عبادت کرنے کا ثواب ایک ہزار مہینہ کی عبادت سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن اس کو پوشیدہ رکھتا کہ لوگ اس کو تلاش کرنے میں کوشش کریں۔ اور ثواب بے حساب پائیں۔ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر ہونے کا زیادہ احتمال ہے۔ یعنی ۲۱ ویں، ۲۳ ویں، ۲۵ ویں، ۲۷ ویں، ۲۹ ویں شب، اور ۲۷ ویں شب میں سب سے زیادہ احتمال ہے۔ ان راتوں میں بہت محنت سے عبادت میں مشغول رہنا چاہیے۔ اگر تمام رات جاگنے کی طاقت یا فرصت نہ ہو تو جس قدر ہو سکے جاگے اور نفل نماز یا تلاوت قرآن یا ذکر و تسبیح میں مشغول رہے اور کچھ نہ ہو سکے تو عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے ادا کرنے کا اہتمام کرے۔

حدیث میں آیا ہے کہ یہ بھی رات بھر جانے کے حکم میں آجاتا ہے۔ ان راتوں کو جہلوں تقریروں میں صرف کرنا بڑی معمولی میں داخل ہے۔ تقریریں ہر رات ہو سکتی ہیں عبادت کا یہ وقت پھر بات نہ نہیں آئے گا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

شب قدر کی دعا

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ شب قدر کون سی ہے تو (اس رات) میں کیا دعا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (دعا میں) یوں کہنا

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي (ترمذی)

ترجمہ: اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے۔ معافی کو پسند فرماتا ہے لہذا مجھے معاف کر دے۔

رمضان میں سخاوت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رمضان کا آغاز ہوتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے اور ہر سائل کو عطاء فرماتے تھے۔ (بیہقی فی الشعب) مطلب یہ ہے کہ آپ یونہی کسی سائل کو محروم نہ فرماتے تھے مگر رمضان المبارک میں اس کا اہتمام مزید ہوتا تھا۔

اللہ کریم ہمیں احترام رمضان لمحوظ رکھنے اور احکام رمضان پر بیش از بیش عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین۔

احکام عید الفطر

صدقۃ الفطر اور زکوٰۃ و عشر وغیرہ، دیگر صدقات واجبہ کے مصارف اور ان سے متعلق قابل قدر اضافہ شدہ مسائل کی باعبارت و باحوالہ مستند و مدلل تحقیق، نیز "عید الفطر" اور اس کے ضمن میں "عید الاضحیٰ" کے احکام و مسائل کی مستند و مدلل تفصیل و تشریح۔

تالیف

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا

سید ابو معاویہ ابو ذر بخاریؒ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُوْلِهِ الْكَرِيمِ۔

تقدیم

۱۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہ رسالہ مختلف حوادث و موانع کی وجہ سے مسلسل چودہ سال کے وقفہ کے بعد شائع ہو رہا :، اتنا فرق ضرور ہے کہ تین ایڈیشنوں کے مفاہیم میں یہ اشاعت بہت اہم اضافہ اور مناسب و ضروری ترمیم و اصلاح کے ساتھ منظر عام پر آرہی ہے۔ جس سے انشاء اللہ تعالیٰ اس کا افادہ اور اس سے استفادہ بہت بڑھ جائے گا۔ تاہم عوامی مقتضیات اور مسائل کی فراوانی کے پیش نظر چونکہ ایک مختصر رسالہ عموماً حسب منشاء کفایت نہیں کیا کرتا۔ ! بناءً بریں رمضان المبارک ۱۳۸۹ء میں رسالہ کی طبع ثالث کے اندر حسب معمول یہ مختصر مگر ضروری اعلان شائع کر دیا گیا تھا کہ

”ذیر نہ نیت اور پختہ عزم ہے کہ بہ شرط زندگی و فرصت انشاء اللہ تعالیٰ ”مکتبہ معاویہ“ ملتان کے جاری شدہ نصابی قسم کے تصنیفی و اشاعتی نظام کے مطابق آئندہ اس رسالہ کو بھی آیات و احادیث، آثار صحابہ، جزئیات فقہیہ، مکمل عربی عبارات و حوالہ جات، با مقصد و بامحاورہ ترجمہ، مفصل و مدلل تشریحات اور عیدیں کے قریباً اکثر مسائل ضروریہ کے زبردست اضافہ کے ساتھ امکانی حد تک جامع اور مستند بنا دیا جائے گا۔ وِیَاللّٰہِ التَّوْفِیْقِ۔

۲۔ سو قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ مذکورہ اعلان کے لفظی تکرار کی جگہ اس کے مضمون پر اس سال کے رمضان المبارک میں ہی مکمل تو نہیں البتہ کافی حد تک

عمل درآمد کر کے۔ ایک ضرورت کی تکمیل کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اس نئی محنت کے بعد یہ رسالہ تالیفی طور پر پہلے سے دو گونہ ضخامت کے ساتھ بڑا قابل توجہ، جاذب نظر و فکر، وسیع الافادہ، کثیر الاستفادہ ہو کر ایک مستقل اور رسالہ نما کتاب کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ نیز با ترجمہ و تشریح آیات و احادیث، آثار صحابہ، عبارات و حوالہ جات فقہیہ اور مسائل پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس نے فکر و دماغ اور قلب و روح کو شفاء اور سکون و راحت بخشنے والے علمی و روحانی گدستہ کاروپ دھار لیا ہے۔ اور مذکورہ اضافہ کے باعث اس کو بفضل اللہ تعالیٰ کتاب و سنت، اجماع صحابہ اور فتاویٰ جمہور کے مضبوط حصار میں محفوظ مستفید اصول اور مصدقہ عقائد کے قابل و ثوق و اعتماد و ماخذ اور مستند نمائندہ کی قابل صد شکر حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ تہ دل سے دعاء ہے کہ مولیٰ کریم اس کی تالیف و اشاعت کی حقیر خدمت کو قبول و منظور فرما کر حصول اجر و ثواب و سعادت اور مغفرت و نجات دارین کا ذریعہ اور وسیلہ بنا دیں۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

۳۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ راقم کی دوسری تحریرات کی طرح اس علمی تحفہ اور دینی بدیہ سے فائدہ اٹھائیں تو مجدد عاجز گنہگار، اور میرے اہل و عیال کے لئے خیر و عافیت، توفیق علم و عمل، استقامت اور حسن خاتمہ کی پر خلوص اور مسلسل دعاء سے دریغ نہ کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَقَانِدِنَا الْاَعْظَمِ وَالنَّبِیِّ
الْاَكْرَمِ وَالرَّسُوْلِ الْاَفْحَمِ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی سَائِرِ

الْأَنْبِيَاءَ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى أَصْحَابِهِمْ وَأَرْوَاجِهِمْ وَأَوْلَادِهِمْ
الْمُؤْمِنِينَ أَجْمَعِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ.

”تنبیہ: ۳۔“ تقدیر الہی کار فرمائی ایک ازلی وابدی اور ناقابل انکار حقیقت

ہے۔ مذکورہ بالا تقدیم کی تحریر سے آپ کو معلوم ہو گا کہ ”زیر نظر رسالہ۔“

”احکام عید الفطر“ مختلف عوارض و موانع اور حوادث کے تحت تیرہ برسوں کے

بعد مگر بڑے اہم اور مفید اضافہ کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔!“ اور یہ اضافہ پچھلے سال

رمضان المبارک کے دوران مختلف النوع علمی مواد کی شکل میں جمع کیا جاتا رہا اور

جب مزید بر مزید عبارات و مسائل اور ان کی تفصیل و تشریح مسلسل بڑھتی رہی

تو اس کی اشاعت کا مہینہ بھی ”رمضان“ سے بدل کر ”ذوالحجہ“ کر دیا گیا۔ لیکن

ایسا عجیب اتفاق ہے کہ بعض مسائل کی عبارات ان کے حوالہ جات اور ان کی

ناگزیر مستند و مدلل تشریح مکمل کرتے ہوئے نہ صرف چند روز بلکہ پورے

ساڑھے آٹھ مہینے مزید صرف ہو گئے اور اضافہ در اضافہ ایک اور حد تک اطمینان

بخش مزید تصحیح و تشریح کرتے ہوئے دوسرا ”ماہ رمضان المبارک“ بھی سر پر آ گیا

اور اس عجیب اور حسین اتفاق کے ساتھ کہ اس رسالہ کا معنوی اور واقعاتی ربط و

تعلق بھی چونکہ ”رمضان“ سے شروع ہو کر ”عید الفطر“ تک پہنچ جاتا ہے۔

چنانچہ اول روز تالیف سے آج تک جب بھی اس کی اشاعت کا ارادہ ہوا تو بغیر

کسی ”منغوبہ بندی“ کے قدر تا ماہ رمضان المبارک میں ہی اس کی تکمیل ہوئی۔ بہر

کیف یہ تاخیر اصولاً تو مضر نہیں رہی بلکہ اس میں خیر کا یہ پہلو غالب ہو گیا کہ

رسالہ پہلے سے بہت زائد فائدہ، مصدقہ اور مفصل و مدلل مسائل و معلومات باحوالہ

عبارات اور بے حد ضروری توضیح و تشریح کا گراں قدر ذخیرہ سمیٹے ہوئے شائع

ہو رہا ہے لیکن چند روزہ توقف کی جگہ پورے ایک سال کی جبری تاخیر کے
باعث طبع ثالث کے بعد اب اس کی اشاعت جدیدہ کا وقفہ بھی تیرہ۔ سے بڑھ کر
چودہ برس تک طویل و ممتد ہو گیا ہے۔ اب ”ذیر آید درست آید“ کی محاوراتی
تصدیق تو علماء اور عوام کے مطالعہ اور ان کے اظہار رائے سے ہی ہو سکے گی۔
البتہ اسے کسی نہ کسی طرح شائع کرنا اپنا دیرینہ ملتوی و معلق فریضہ تھا۔ بحمد اللہ
گرتے پڑتے ادا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر و باطن میں مفید و موثر اور
دارین میں موجب خیر و برکت اور ذریعہ مغفرت و نجات بنادیں کہ فقہو المراد!

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین. وَالصَّلَاةُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَقَائِدِنَا الْاَعْظَمِ وَالنَّبِیِّ

الْاَکْرَمِ وَالرَّسُولِ الْاَفْخَمِ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی سَائِرِ

الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اَصْحَابِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَاَوْلَادِهِمْ

الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْمَعِیْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ. آمِیْن ثُمَّ آمِیْن

وَالسَّلَامُ عَلٰی اَبْلِ رَاقِمٍ السُّطُورِ خَادِمِ الْعِلْمِ وَالْعِلْمَاءِ، بِنْدَةِ اَحْرَارِ فَقِیْرِ سَیِّدِ ”ابو معاویہ

ابوذر“ بخاری غفرلہ الباری۔! بعد چاشت دو شنبہ پیر۔ ۱۵ رمضان المبارک

۱۴۰۳ھ۔ ۲۷ جون ۱۹۸۳ء ”دارِ معاویہ“ ۲۳۲، کوٹ تعلق شاد ملتان شہر

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

نحمد اللہ العلیٰ العظیم ○ ونصلیٰ علیٰ

سیدنا محمد نبیہ ورسولہ الکریم أما بعد!

"تمہید"

۱ - "عید الفطر" - بھی دیگر عبادات و امتیازات دینیہ کی طرح ایک عظیم اسلامی شعار، ایک دور رس اخلاقی نصاب، ایک مسنون تقریح اور قومی مسرت اور خوشی کا مبارک دن ہے، جسے دنیا داروں کے معمولات کے بالکس اللہ تعالیٰ نے بجائے ایک تہوار کے عبادت کی اہمیت برقرار رکھتے ہوئے اس میں بہ قدر ضرورت تقریح کی آمیزش کر کے اسلام کی فوقیت و عظمت کو دوام بخش دیا!

۲ - ہر مرغوب و محبوب شے کے حصول اور عزیز مقصد کے انجام پانے پر جب فطرتاً خوشی نصیب ہو تو دستور ہے کہ اس کے اظہار کی کوئی نہ کوئی صورت اور تدبیر ضرور اختیار کی جاتی ہے۔ اسلام نے بھی دین فطرت ہونے کی وجہ سے اس معصوم انسانی جذبہ کی پوری قدر کی اور دین فطرت کی قائل امت مرحومہ کی دلداری و عزت افزائی فرمائی۔ چنانچہ رمضان المبارک کے پاکیزہ اور پاک کن

مہینے میں مختلف قسم کی شبانہ روز عبادت و ریاضت خوش اسلوبی سے مکمل کرنے پر یکم "شوال" کے دن چند خاص اعمال پر مشتمل ایک مظاہرہ مسرت و تقریح قانوناً مقرر کر دیا ہے۔!

"تحفہ عبودیت"

۳ - اپنی عزت و وجاہت کے لئے نہیں بلکہ حصول اجر و ثواب کی نیت کے ساتھ سچے دل سے دیئے ہوئے عطیہ کو "صدقہ" کہتے ہیں۔ "اور" فطر "کا" معنی ہے، ٹوٹنا، کھلنا، جدا ہونا۔ تو صدقۃ الفطر کا مطلب ہوا۔ ماہ صیام کے جدا ہونے، روزہ کا عمل ٹوٹنے نیز کھانے پینے اور میاں بیوی کے میل جول کی بندش کھلنے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خلوص قلب سے پیش کیا ہوا "بدیہ" تشکر!"

۴ - ہر چھوٹے بڑے کے لئے اور ہر ممنون اپنے محسن و مربی اور مرکز عقیدت تک کوئی تحفہ اور عطیہ کسی ذریعہ اور واسطہ کے ساتھ ہی پہنچانے جاتا ہے اور اس عمل کو اپنا فطری اور اخلاقی فرض اور موجب سعادت اور باعث خیر و برکت عمل یقین کرتا ہے۔ بعینہ اسی طرح فرمانبردار مخلوق جب خالق مطلق اور رب رحیم و کریم کے حضور اپنی بندگی اور توفیق عبادت و ریاضت کی نعمت نصیب ہونے پر اظہار سرور و فرحت کے لئے جہہ سائی کا ارادہ کرے تو فقراء و مساکین کا معروف طبقہ کہ جن لوگوں کی حالت عجز و احتیاج، پروردگار کو بڑی محبوب ہے۔ ان کو اپنا وکیل اور نمائندہ بنا کر بارگاہِ صمدیت کے مناسب بدیہ نیاز پیش کرنے پر فطرتاً اور قانوناً مامور و مجبور ہو جاتی ہے، یہ حاصل ہے صدقۃ

الفطر کی قانونی رسم اور شرعی ضابطہ کے اداء و تکمیل کا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ، جنہیں تازندگی اس روحانی فصل بہار سے دل و دماغ اور جسم و جان کے لئے کسب فیض و نور کا موقع ملتا ہے۔!

ورزقنا اللہ ابداً۔ آمین۔ ہم سب کو اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرنی چاہیے۔

"صدقۃ الفطر کے وجوب و اداء کی تفصیل"

"صدقۃ الفطر" ہر چھوٹے بڑے، آزاد اور غلام

اور نوپیدا بچہ پر بھی عائد ہوتا ہے!"

۵. وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ وَالْحَرِّ وَالْعَبْدِ مِمَّنْ تَمُوْنُونَ. (زَوَاهُ الدَّارُ قُطْنِي، رُجَاةُ الْمَصَابِيحُ جَدِيدُ حَفْنِي، مَشْكُوَةُ الْمَصَابِيحُ، تَأْلِيفُ حَضْرَتِ مَوْلَانَا السَّيِّدِ عَبْدِ اللَّهِ نَقِشْبِدِيِّ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ، حیدرآباد دکن، انڈیا ص ۵۱۰، ج ۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر فرمایا تھا کہ "ہر چھوٹے بچہ، بڑی عمر کے آدمی اور آزاد اور غلام جس کی تم ذمہ داری اور کفالت کرتے ہو، ان سب کی طرف سے صدقۃ الفطر ادا کرو۔"

"زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے نصاب کی تفصیل"

۶۔ ہر آزاد، عاقل، بالغ "مسلم" جو گھریلو ضروریات کے علاوہ ساڑھے باون

تولے چاندی یا اس کی قیمت کے قدر روپیہ یا سونے یا اتنے وزن کے چاندی کے زیور یا اتنی قیمت کے سلمان یا جائیداد یا تجارتی مال کا مالک ہو یا اس کے پاس موجود تمام اشیاء میں سے بعض یا سب کا مجموعہ مل کر ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے، یا پھر وہ بجائے چاندی کے ساڑھے سات تولے سونے یا اتنے وزن کی اشرفی اور پونڈ یا سونے کے زیورات کا مالک ہو تو اس پر زکوٰۃ کی طرح عید الفطر کے دن نماز فجر کا وقت آتے ہی صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے۔ مگر اتنی مالیت پر زکوٰۃ کی طرح سال گزرا ہوا ہونا ضروری نہیں!

نِصَابُ الذَّهَبِ عِشْرُونَ مِثْقَالًا وَالْفِضَّةِ مِائَتَا دِرْهَمٍ كُلُّ عَشْرَةِ دِرْهَمٍ وَزْنُ سَبْعَةِ مِثْقَالٍ.

(شرح التنویر" ص ۲۴ ج ۲)

سونے پر زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے اس کا نصاب بیس مثقال ہے اور چاندی کا نصاب ایسے دو سو درہم ہیں جن میں سے ہر دس درہم کا مجموعی وزن سات مثقال ہو۔!۔۔۔ واضح رہے کہ اس نصاب کی مقدار جب ہندوستانی سکہ کے مطابق تحقیق کر کے معین کی گئی تو وہی مذکورہ بالا ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی قرار پا چکی ہے۔

۷۔ اگر کسی شخص کے پاس مستقل مال کی حیثیت سے ساڑھے سات

تولے سونا یا پھر تھوڑا سا سونا اور تھوڑی سی چاندی موجود ہے، تو اگر دونوں کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ہو جائے یا ساڑھے سات تولے سونے کے برابر ہو جائے تو بھی زکوٰۃ کی طرح اس پر صدقۃ الفطر واجب ہے۔

وَيُضَمُّ الذَّهَبُ إِلَى الْفِضَّةِ وَعَكْسِهِ بِجَامِعِ الثَّمَنِ
قِيَمَةً وَقَالَا بِالْأَجْرَاءِ (شرح التنویر ص ۵۳ ج ۱)

اور جب تھوڑا سا سونا اور تھوڑی سی چاندی دونوں موجود ہوں تو پھر سونے کو چاندی کے ساتھ اور اس کے برعکس بھی (چاندی کو سونے کے ساتھ) ملایا جائے گا دونوں میں مالیت کے مشترک وصف کے تحت قیمت لگا کر چاندی یا سونے کا نصاب بنایا جائے (یہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے) اور صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ چاندی اور سونے کے سکوں کی شکل میں ضرورت وقت کے مطابق درہم و دینار کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر کسی ایک کا نصاب بنا کر چاندی یا سونے کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔!

۸۔ مذکورہ بالا مختصر و مجمل عبارت میں بیان شدہ مسئلہ کی ہر قدر ممکن آسان اور واضح تشریح بہ قدر ضرورت تفصیل حسب ذیل ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس کچھ سونا اور چاندی موجود ہے لیکن دونوں میں سے کسی ایک کا مکمل نصاب نہیں بنتا۔ یعنی ساڑھے سات تولے سونا اور ساڑھے باون تولے چاندی کی مقدار جس پر شرعاً زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے وہ موجود نہیں تو ایسی صورت میں عام معمول کے مطابق نقدی اور روپیہ وغیرہ جیسے سکہ کے ساتھ ہی معاملات کرتے

ہوئے زکوٰۃ و صدقات نکالے جاتے ہیں۔ برصغیر میں قدیم مسلم عہد حکومت اور پھر "انگریزی" اور "سکھی کفر" کے سر اپا ظلم دور اقتدار میں حسن اتفاق کے طور پر پورے بارہ ماہ یعنی ایک تولے کے وزن کا روپیہ مروج تھا، جو مکمل "وکتور" اور "ایڈورڈ ہنٹسم (۷)" کے دور میں تو خاص چاندی کا تھا۔ البتہ "جارج پنجم" کے عہد سے اس میں کچھ ملاوٹ شروع کی گئی تھی۔ تاہم اس روپے کے وزن میں اصولاً کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ اس کی دھات میں چند رقی یا اس سے کچھ کم و بیش گھٹ وغیرہ کی آمیزش ہو گئی تھی۔ بہر کیف اس کے صحیح وزن اور صحیح دھات کے باعث مسلمانوں کو اداء زکوٰۃ و صدقات میں بہت سہولت و راحت میسر تھی کہ زکوٰۃ کے نصاب میں چاندی کی جتنی مقدار پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے وہ بڑے مسلسل اور محقق حساب و میزان کے بعد ساڑھے باون تولے کا وزن بنتا تھا، تو جہاں چاندی زیور وغیرہ کی شکل میں موجود نہیں ہوتی تھی وہاں وہی روپے چاندی کے نصاب اور اس کے مطلوبہ وزن کا ایک جا کام دیتے چلے آئے اور یہ سلسلہ تقسیم کے بعد بھی کچھ مدت تک جاری رہا۔ البتہ جب حکومت پاکستان نے نیا ملکی سکہ جاری کیا تو روپے کے وزن میں بھی تبدیلی کئی شروع کر دی گئی۔ ابتداءً ایک تولہ، پھر دس بارہ برس پہلے تک دس گیارہ ماہ تک اس کا وزن رہا اور اب پاکستان میں رائج شدہ نئے اعشاری نظام مالیات کے زیر اثر موجودہ مروجہ کا وزن چوں کہ بہت کم ہو گیا ہے۔ یعنی وہ برصغیر میں سابق مروج خالص نقرئی یا اکثر چاندی اور تھوڑی سی ملاوٹ والے روپے کے پرانے وزن ایک تولے سے گھٹ کر تقریباً نصف سے کچھ زائد صرف چھ ماہ ساڑھے چار رقی رد گیا ہے۔ جس کی موجودگی میں مالیت تو پیدا ہو جاتی ہے لیکن اب صرف

ساڑھے ہاون تو لے سے زکوٰۃ واجب ہونے کا نصاب نہیں بنتا کیوں کہ اول تو روپے میں چاندی نہیں رہی اور اگر شرعی فتویٰ کے مطابق کسی بھی دوسری دھات کے سکے کو چاندی والے سکے کا قائم مقام قرار دے کر بھی معاملہ کیا جائے تو بھی اس کا موجودہ وزن چاندی کے مطلوبہ وزن سے نصف کے قریب تک کم ہو چکا ہے کہ اگر موجودہ روپے کو بہ ضرورت چاندی کے سکے کا بدل قرار دے کر ہی زکوٰۃ نکالنا چاہیں تو پہلے روپے کے مقابلہ میں قریباً نصف وزن کم ہونے کے باعث اب صرف ساڑھے ہاون تو لے چاندی کی جگہ آج کے ساڑھے ہاون روپے کو ہی نصاب زکوٰۃ نہیں بنایا جاسکے گا بلکہ چاندی کا نصاب پورا کرنے کے لئے تو بظاہر روپیوں کی تعداد بھی بڑھانی پڑے گی اور ساڑھے ہاون تو لے کی جگہ پہلے سے دو گنا یعنی ایک سو پانچ روپے جمع ہو کر اور اس پر سال گزرنے کے بعد "چالیسواں حصہ" کی مقدار کے طور پر اڑھائی روپے کی جگہ پانچ روپے زکوٰۃ نکالنی پڑے گی۔ لیکن چوں کہ یہ معاملہ صرف روپے کے وزن پر موقوف نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ رائج الوقت سکے کی دھات یعنی چاندی یا سونے وغیرہ کی عام بازاری قیمت کا اعتبار کرنا بھی لازم و واجب ہے اس لئے آج کل کے دور میں اداء زکوٰۃ کے وقت ساڑھے ہاون تو لے چاندی کی بازار میں فی تولہ قیمت کے حساب سے جو کل رقم بنے گی، اس میں سے بقیہ روپے چالیسواں حصہ نہیں گئے اتنے ہی پیسے بہ طور زکوٰۃ اداء کر کے اس فرض سے سبکدوش ہوا جاسکے گا۔ تو ایسی کم چاندی اور کم سونے کے غیر مکمل نصاب والی صورت میں شرعی حکم یہ ہے کہ دونوں دھاتوں کو ملا کر ایک نصاب کی شکل دے دی جائے اور اس میں سے چالیسواں حصہ کے برابر مطلوبہ زکوٰۃ اداء کر دی جائے۔

"مشتراک اور مخلوط نصاب بنانے کا مسئلہ"

۹۔ لیکن واضح رہے کہ سونے اور چاندی کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانے کے طریق اور مضموم کے متعلق بائی فقہ اسلامی، قائد المہتدین حضرت امام اعظم "ابو حنیفہ" "نعمان" بن "ثابت" رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صحیح علمی و فقہی نائب و وارث، مشہور عالم مجتہد "تلمیذین رشیدین" و "صاحبین سعیدین" حضرت امام قاضی "آبو یوسف" "یعقوب" بن "ابراہیم" انصاری اور حضرت امام "محمد بن حسن" شیبانی رحمۃ اللہ علیہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

"حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چاندی

اور سونے کو ملا کر ایک نصاب بنانے کا فقہی مضموم اور ضابطہ"

۱۰۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سونے چاندی کو ملانے کا مضموم و مطلب یہ بنتا ہے کہ انسانی معاشرہ کے باقاعدہ اور منظم آغاز سے ہمیشہ کے لئے یہ دونوں دھاتیں ہر خطہ ارض، ہر ملک، ہر قوم اور ہر دور میں اشیاء ضرورت کی خرید و فروخت اور مبادلہ کا مروج و مروج ذریعہ قرار دی جا چکی ہیں اور ملکی و غیر ملکی تجارت کی خاطر صحیح و مستند، مسئلہ، قابل قبول اور واجب الاداء سکے کے طور پر استعمال ہوتی چلی آرہی ہیں۔ انہی دونوں چیزوں کو قیمت کے طور پر لیا اور دیا جا رہا ہے تو بنیادی طور پر یہی دو دھاتیں دراصل مال مستقوم (یعنی دین میں چیزوں کی قیمت بننے والا مال) بننے اور کھلانے کی مستحق ہیں۔ گویا

چیزوں کی اصل اور حقیقی قیمت بننے کی صحیح صلاحیت و حیثیت صرف ان دونوں ہی کو حاصل ہے۔ یعنی یہ دونوں خود باقیمت بھی ہیں اور ہر چیز کے لئے بہ ذات خود قیمت بھی ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے کسی مارضی سکہ اور غیر نقدی چیز کو قیمت اور ثمن بنانے کی اصولاً نہ تو کوئی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ ہی مجبوری پیش آتی ہے۔ البتہ معاملات معیشت کو شریعت کے اہم ترین اور بین العالمی الہامی مقصد کو "تَسْهِيلُ وَ تَيْسِيرُ" (آسانی اور سہولت) اور الدین یسر (دین اسلام کا سارا نظام حقیقتہً بالکل سہل اور آسان ہے) کے قانون کے مطابق پوری دینی و دنیاوی زندگی کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے اور اس کے ایک شعبہ یعنی "معیشت و اقتصادیات" کے تمام کاروبار، لین دین اور جملہ معاملات کو آسان سے آسان بنا دیا گیا ہے۔ اور قیامت تک ہر دور میں اور ہر زمانہ میں نہ صرف ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کے لئے وقت اور ہر طرح قابل حصول و عمل انداز میں جاری رکھنے کے لئے "تانبہ"، "پیتل"، "گھٹ"، "سلور" وغیرہ اور آخر میں بہ درجہ مجبوری "کافذ" کو بھی ان کے تاج اور قائم مقام بنا کر "سکہ" اور "نقد" کے نام سے چلایا جا رہا ہے۔ بہر حال ان دونوں میں "قدر مشترک" کے طور پر جو چیز پائی جاتی ہے۔ وہ ہے ان کی "ثمنیہ" یعنی خود باقیمت اور قابل خرید و فروخت ہونا۔ کسی بھی چیز کا ثمن اور اس کی قیمت بننا اور قیمت کے طور پر اداء ہونا اور قبول کیا جانا۔ اور تمام کاروباری معاملات میں چیزیں بیچنے اور خریدنے کے لئے سونے چاندی کے ذریعہ ان کی قیمت اور بھاؤ مقرر کرنا ہی اصل مقصود ہوتا ہے۔ لہذا جس صورت میں کسی شخص کے پاس اپنے اپنے نصاب سے کم کم سونا اور چاندی دونوں موجود ہوں وہاں سونے کے دینار اور

چاندی کے درابم۔ یا روپوں کو گنتی کے طور پر جمع کر کے کوئی نصاب نہیں بنایا جائے گا؟ بلکہ دنانیر و درابم یا روپوں کی الگ الگ قیمت لگا کر حساب کیا جائے گا۔ اور جب مالیت کے لحاظ سے نصاب مکمل ہو جائے تو اس میں سے مال کی زکوٰۃ اداء کر دی جائے گی۔

"نصاب سے کم چاندی میں نصاب سے کم سونا ملانے کی مثال":

۱۱۔ مثلاً صرف چاندی کا نصاب دو سو درابم، ساڑھے ہاون تو لے چاندی بنتا ہے۔ اب اگر کسی کے پاس ساڑھے ہاون تو لے چاندی یا اتنے وزن کے چاندی کے زیور یا اتنی چاندی کی قیمت کی رقم موجود ہو تو سال گزرنے کے بعد اس پانچ سو درابم کی رقم میں سے پانچ درابم یا کسی شکل میں موجود ساڑھے ہاون تو لے چاندی کی قیمت کے روپوں پیسوں میں سے ہر سینکڑے پر اڑھائی روپے بطور زکوٰۃ اداء کرنا فرض ہو گا اور اگر کسی کے پاس غیر مکمل نصاب کے طور پر چاندی کے سو درابم یا سو اچھبیس تو لے چاندی یا اتنے وزن کے چاندی کے زیور یا حاضر نرخ کے مطابق اتنی چاندی کی قیمت کی رقم اور روپے پیسے موجود ہیں اور ساتھ ہی سونے کے غیر مکمل نصاب کے طور پر سونے کے ایسے پانچ مثقال موجود ہیں جن کی قیمت اور مالیت سو درابم کے برابر ہو تو اس سونے کو چاندی کے سو درابم کے ساتھ ملا دیا جائے گا تا کہ قیمت کے لحاظ سے یہ دونوں مل کر چاندی کا دو سو درابم والا مکمل نصاب بن جائیں، اور یہ معلوم ہے کہ چاندی

دونوں کو ملا کر بھی چاندی کے نصاب کا تین چوتھائی حصہ ہی بنتا ہے۔ مکمل نصاب پھر بھی نہیں بنتا؟ تو اس لحاظ سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سودرہم اور پانچ مثقال بہ قیمت مزید سودرہم کے مجموعہ سے چاندی کے نصاب کی مالیت پوری ہو جانے کے باعث اتنے مخلوط چاندی سونے پر زکوٰۃ فرض ہو جائے گی اور حاضر نرخ کے مطابق اس کی کل قیمت کی رقم میں سے چالیسواں حصہ ادا کرنا واجب ہو گا۔

نصاب سے کم "سونے" میں نصاب سے کم "چاندی" ملانے کی مثال

۱۲۔ ایسے ہی مثلاً صرف سونے کا نصاب بیس مثقال یا ساڑھے سات تولے سونے کی ڈلی اور سلخ یا اتنے وزن کے زیور یا پاؤنڈ اور اشرفی کسی بھی شکل میں بیس مثقال یا ساڑھے سات تولے سونا موجود ہے تو سال گزرنے کے بعد اس مال پر زکوٰۃ فرض ہو جائے گی۔ جس مقدار کے سونے کی حاضر نرخ کے مطابق جو قیمت اور رقم بنے گی اس کے روپوں پیسوں کے اندر ہر سینکڑے میں سے اڑھائی روپے بطور زکوٰۃ لازماً ادا کر دیئے جائیں گے اور اگر کسی کے پاس غیر مکمل نصاب کے طور پر دس مثقال سونا یا سونے کا ٹکڑا یا سلخ یا اتنے وزن کا زیور یا پاؤنڈ اور اشرفی یا دسار جیسا کوئی طلائی سکہ موجود ہے اور ساتھ ہی چاندی کے غیر مکمل نصاب کے طور پر مزید دس مثقال یعنی پونے چار تولے سونے کی قیمت اور مالیت کے برابر چاندی کے صرف پچاس درہم بھی موجود

کی زکوٰۃ فرض ہونے اور ادا کرنے کے لئے اس کی اتنی ہی مقدار موجود ہونا ضروری ہے اور اس کا اتنا ہی نصاب مطلوب ہوتا ہے۔ چنانچہ اس شکل میں۔ اجزاء و حصص "اور گنتی" (پرسٹیج) کے لحاظ سے دو سودرہم ساڑھے باون تولے چاندی یا اتنے وزن کی چاندی کے زیور یا حاضر نرخ کے مطابق اتنی چاندی کی قیمت کی رقم اور روپوں والا نصاب پورا نہیں بنتا، لیکن قیمت اور مالیت کے لحاظ سے چاندی کا نصاب مکمل ہو گیا ہے۔ لہذا۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک اور مقررہ فقہی ضابطہ کے تحت اب یہ سمجھا جائے گا کہ اس مخلوط چاندی سونے کے اندر چاندی کے دو سودرہم یا ساڑھے باون تولے چاندی کی ڈلی، یا سلخ، یا اتنے وزن کے زیور، یا ہمارے ملکی سکے کے موجودہ معیار کے مطابق اس کی قیمت اور روپوں پیسوں کی صورت میں چاندی کا نصاب پورا ہو گیا ہے۔ اور اتنے مال میں زکوٰۃ بھی فرض ہو گئی ہے لہذا حاضر نرخ کے مطابق اس مال کی قیمت اور رقم کے اندر ہر سینکڑے میں سے اڑھائی روپے بطور زکوٰۃ لازماً ادا کر دیئے جائیں گے۔ مگر اس صورت میں چاندی کے سودرہم اور مزید سودرہم کی قیمت رکھنے والے سونے کے پانچ مثقال کو اجزاء و حصص اور ٹکڑے بنا کر مقدار و نسبت (پرسٹیج) کے اندازے سے جمع نہیں کریں گے، کیوں کہ اس لحاظ سے سوا پچیس تولے چاندی کی ڈلی، سلخ، یا اتنے وزن کے زیور وغیرہ کسی نہ کسی شکل میں پہلے سے موجود سودرہم چاندی کا آدھا نصاب ہیں اور مزید سودرہم کی قیمت اور مالیت رکھنے والے سونے کے پانچ مثقال جو سونے کے بیس مثقال والے نصاب کا ربع یعنی چوتھائی حصہ ہیں۔ لیکن گنتی اور مقدار و نسبت (پرسٹیج) کے اعتبار سے ایک تہائی اور تیسرے حصہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور

میں تو ان درابم کو پہلے سے موجود ہونے چار تولے سونے کے ساتھ ملا دیا جائے گا تا کہ قیمت اور مالیت کے لحاظ سے دونوں مل کر سونے کے ساڑھے سات تولے والا مکمل نصاب بن جائیں جب کہ سونے کی زکوٰۃ فرض ہونے اور اداء کرنے کے لئے اسکی اتنی ہی مقدار موجود ہونا ضروری ہے اور اس کا اتنا ہی نصاب مطلوب ہوتا ہے۔ چنانچہ اس صورت میں اجزاء و حصص اور مقدار و نسبت (پرسنٹیج) کے لحاظ سے بیس مثقال یا ساڑھے سات تولے سونے کی ڈلی یا سلاخ یا اتنے وزن کے زیور یا پائونڈ یا اشرفی اور دینار وغیرہ جیسے کسی سکہ کی شکل میں تو سونے کا نصاب پورا نہیں بنتا لیکن قیمت اور مالیت کے لحاظ سے سونے کا نصاب مکمل ہو گیا ہے۔ لہذا حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک اور مقررہ فقہی ضابطہ کے تحت اب یہ سمجھا جائے گا کہ اس مخلوط سونے چاندی کے اندر بیس مثقال یا ساڑھے سات تولے سونے کا نصاب پورا ہو گیا ہے اور اتنے مال پر زکوٰۃ فرض ہو گئی ہے۔ لہذا نصاب سے کم سونے میں نصاب سے کم مخلوط چاندی کی قیمت اور رقم کے اندر ہر سینکڑے پر اڑھائی روپے بہ طور زکوٰۃ لازماً اداء کر دیئے جائیں گے۔ مگر اس صورت کے اندر پہلے سے موجود ہونے چار تولے سونے کے ساتھ مزید ہونے چار تولے سونے کی قیمت رکھنے والے چاندی کے پچاس درابم کو اجزاء و حصص اور ٹکڑے بنا کر یعنی مقدار و نسبت (پرسنٹیج) کے اندازے سے جمع نہیں کریں گے کیوں کہ اس لحاظ سے کسی بھی شکل میں پہلے سے موجود ہونے چار تولے سونا تو سونے کا آوا نصاب اور سونے کا آوتا وزن ہے۔ لیکن مزید ہونے چار تولے سونے کی قیمت رکھنے والے چاندی کے پچاس درابم گنتی اور مقدار و نسبت (پرسنٹیج) کے اعتبار

سے چاندی کے نصاب کا ایک چوتھائی وزن رکھتے ہیں اور ایک حصہ بنتے ہیں نتیجتاً حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نصابی قانون اور ضابطہ کے مطابق دونوں کو ملا کر بھی وزن کے لحاظ سے سونے کے نصاب کا دو تہائی حصہ بنتا ہے، مکمل نصاب پھر بھی نہیں بنتا مگر دونوں کے ملنے سے من حیث القیمت چوں کہ سونے کا نصاب بن جاتا ہے تو اس لحاظ سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دس مثقال یا پونے چار تولے سونے اور مزید ہونے چار تولے سونے کی قیمت رکھنے والے چاندی کے پچاس درابم کے مجموعہ سے سونے کے نصاب کی مالیت پوری اور مستحق ہو جائے گی۔ اور سونے کی اتنی مالیت ہی زکوٰۃ واجب ہونے کا باعث و سبب ہے لہذا اتنے مخلوط سونے چاندی پر زکوٰۃ فرض ہو جائے گی اور اس کی کل قیمت کی رقم میں سے چالیسواں حصہ اداء کرنا فرض ہو گا۔

"امام ابو یوسف" اور "امام محمد" رحمہم اللہ کے نزدیک نصاب سے کم چاندی اور سونے کو ایک دوسرے میں ملانے کا فقہی مضموم اور ضابطہ:

۱۳ -

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مسلک و ضابطہ کے مطابق نصاب کے چاندی سونے کو ایک دوسرے میں ملا کر سونے یا چاندی کا کوئی نصاب بنانے کی ضروری تفصیل و تشریح بیان ہو چکی، اب اس کے مقابل حضرت الامام رحمۃ اللہ علیہ کے "تمذین رشیدی" اور "نصاحبین سعیدی" حضرت امام ابو یوسف انصاری اور حضرت امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہما کے

فقہی مسلک اور ضابطہ کے مطابق کچھ تفصیل حسب ذیل ہے۔

صاحبین کے نزدیک نصاب سے کم چاندی اور سونے کو ایک دوسرے میں ملا کر چاندی یا سونے میں سے کسی ایک کا نصاب بنانے کے لئے چاندی سونے کی قیمت اور مالیت کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ ان کے اجزاء اور مقدار کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کے پاس چاندی کا پورا نصاب یعنی کسی شکل میں ساڑھے باون تولے چاندی موجود نہیں بلکہ سوا چھبیس تولے چاندی موجود ہے تو اب چاندی کے اس ناقص نصاب کو پورا کرنے کے لئے بقیہ نصف چاندی یعنی مزید سوا چھبیس تولے چاندی کی قیمت کا کچھ تھوڑا سا سونا اس کے ساتھ نہیں ملائیں گے بلکہ سونے کے اصل نصاب یعنی ساڑھے ساٹھ تولے سونے کا نصف یعنی تین تولے نو ماشہ سونا ملا کر چاندی کا نصاب پورا کر لیا جائے گا۔ ایسے ہی اگر کسی کے پاس درابم کی صورت میں چاندی کے نصاب کا ایک چوتھائی یعنی پچاس درابم موجود ہیں اور چاندی کی تین چوتھائی مقدار۔ یعنی ڈیڑھ سو درابم کم ہیں تو اس کمی کو پورا کرنے کے لئے دوسری طرف سونے کے نصاب کا تین چوتھائی یعنی پندرہ مشکال سونا موجود ہونا ضروری ہے تاکہ اسے ایک چوتھائی چاندی کے ساتھ ملا کر چاندی کا نصاب پورا کر لیا جائے اور اس کی قیمت کی رقم میں سے چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہو جائے گا۔ لیکن پہلی مثال کے پیش نظر کہ جس میں ایک شخص کے پاس چاندی کے نصف نصاب کے مطابق ایک سو درابم موجود ہیں اور ساتھ ہی سونے کے نصاب کا ایک چوتھائی پانچ مشکال بھی موجود ہیں تو اس صورت میں صاحبین کے نزدیک چوں کہ نصاب کی مطلوبہ چار چوتھائیوں کی جگہ دو چوتھائی

چاندی اور ایک چوتھائی سونا۔ یعنی کل تین چوتھائیاں موجود ہیں اور اجزاء اور مقدار کے لحاظ سے چاندی کا نصاب غیر مکمل ہے۔ اس لئے اتنی مقدار میں چاندی میں سونے کے مالک پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

"چاندی سونے کی کمی کے متعلق حضرت امام اعظم اور صاحبین رحمہم اللہ کے مختلف مسلک کے نتیجہ میں زکوٰۃ کی مقدار میں اختلاف!"

۱۴ - حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چاندی سونے کے غیر مکمل نصاب کی تکمیل میں چاندی سونے کی قیمت و مالیت کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک چاندی سونے کی چوتھائی، تہائی نصف اور تین چوتھائی یا تین تہائی کی صورت میں ان کے اجزاء اور مقدار کے حصص کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس فرق سے جیسے بعض گزشتہ مذکورہ اشکال میں تینوں بزرگوں کے مختلف الحیثیت اختلافی مسلک کے باعث کسی صورت میں امام اعظم کے نزدیک نصاب مکمل ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے اور صاحبین کے نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ ایسے ہی ان حضرات کے قانونی اختلاف کے باعث جس صورت میں زکوٰۃ فرض ہوتی ہے وہاں مالیت اور مقدار کے بنیادی فرق کے باعث واجب شدہ زکوٰۃ کی مقدار میں بھی فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال حسب ذیل ہے۔

پہلی مثال

مثلاً ایک شخص کے پاس چاندی کے نصاب کا نصف یعنی ایک سو درہم اور سونے کے نصاب کا ایک چوتھائی حصہ یعنی ایک سو پچاس درہم اور ساتھ ہی سونے کے نصاب کا ایک چوتھائی حصہ۔ ایسے پانچ دینار موجود ہیں جن کی موجودہ قیمت و مالیت مثلاً پینتالیس درہم بنتی ہے اور دونوں کو ملا کر بھی از روئے قیمت و مالیت چاندی کا ایک مکمل نصاب نہیں بنتا بلکہ تھوڑی سی مقدار یعنی پانچ درہم کم ہے تو اس صورت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک سو درہم اور دس دنانیر بہ قیمت ایک سو چالیس درہم کے مجموعہ کو قیمت اور مالیت کے ضابطہ کے تحت دو سو چالیس درہم پر مشتمل کل اس المال قرار دیا جائے گا اور سال گزرنے کے بعد چالیسویں حصہ کے مطابق اس میں سے چھ درہم بطور زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا لیکن صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک چونکہ چاندی کا نصف نصاب ایک سو درہم اور سونے کا نصف نصاب دس دینار کی شکل میں موجود ہے تو اس صورت میں دس دینار کی قیمت و مالیت کی جگہ اس کے اجزاء اور مقدار کا اعتبار کرتے ہوئے کہ وہ سونے کا نصف نصاب ہے لہذا اسے چاندی کے نصف نصاب میں شامل اور ضم کر کے چاندی کا مخلوط مگر مکمل نصاب قرار دے دیا جائے گا اور ظاہر ہے کہ مکمل نصاب موجود ہونے سے ہی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور اس صورت میں ایک نصاب کی مطلوبہ چاروں چوتھائیاں موجود ہیں۔ لہذا سال گزرنے کے بعد چالیسویں حصہ کے مطابق اس میں سے پانچ درہم بطور زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہو جائے گا۔

دوسری مثال

دوسری مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس چاندی کے نصاب کا

تین چوتھائی حصہ یعنی ایک سو پچاس درہم اور ساتھ ہی سونے کے نصاب کا ایک چوتھائی حصہ۔ ایسے پانچ دینار موجود ہیں جن کی موجودہ قیمت و مالیت مثلاً پینتالیس درہم بنتی ہے اور دونوں کو ملا کر بھی از روئے قیمت و مالیت چاندی کا ایک مکمل نصاب نہیں بنتا بلکہ تھوڑی سی مقدار یعنی پانچ درہم کم ہے تو اس صورت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے عام ضابطہ کے تحت مالیت پوری نہ ہونے کے نذر کے باعث زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور صاحبین رحمہما اللہ کے ضابطہ کے مطابق چونکہ چاندی کے نصاب کی تین چوتھائی مقدار اور سونے کے نصاب کی ایک چوتھائی مقدار موجود ہے اور ان کو ملانے سے ایک مکمل نصاب کی مطلوبہ چاروں چوتھائیاں موجود ہونے کی وجہ سے چاندی کا ایک مخلوط اور مکمل نصاب مستحق ہو گیا ہے اور ظاہر ہے کہ زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے مکمل نصاب کا موجود ہونا ہی شرط ہے لہذا سال گزرنے کے بعد چالیسویں حصہ کے مطابق پانچ درہم بطور زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگرچہ اس صورت میں سونے کے نصاب کی ایک چوتھائی یعنی پانچ دنانیر کی قیمت چاندی کے نصاب کی ایک چوتھائی یعنی پچاس درہم کی قیمت سے بہت قلیل یعنی صرف پانچ درہم کم ہے اور چاندی مونا مل کر بھی قیمت و مالیت کے لحاظ سے چاندی کا ایک مخلوط مکمل نصاب مستحق نہ ہونے کے باعث یہ ظاہر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی تھی لیکن مسئلہ زکوٰۃ کی اہمیت کو قائم رکھنے اور زکوٰۃ ادا کنندگان کی عام غفلت کا ازالہ کرنے کے لئے اصح قول کے مطابق صاحبین کے مسلک سے مطابقت روا رکھتے ہوئے۔ تینوں مجتہدین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک اس صورت میں احتیاط و اولویت کے نقطہ نظر سے

بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہو جائے گی اور مالک نصاب پر سال گزرنے کے بعد چالیسویں حصہ کے مطابق پانچ درہم بطور زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوگا۔
والله الحمد او لا و آخراً

"صاحب نصاب مقروض کا حکم"

۱۵۔ کسی کے پاس مال ہو اور اس پر قرض بھی ہو تو اداء قرض کے بعد اگر مذکورہ بالا مالیت باقی بچے تو صدقہ واجب ہوگا۔
وَإِنْ كَانَ مَالُهُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَزَكَاةُ الْفَاضِلِ إِذَا بَلَغَ نِصَاباً (شرح البدایہ ص ۱۶۸)

اور اگر زکوٰۃ دینے والے کا مال اس کے قرضہ سے زائد ہو تو قرض کی رقم کے مطابق چھوڑ کر اگر فالتور رقم چاندی یا سونے کے نصاب کے مطابق موجود ہو تو اس کی زکوٰۃ اداء ہو جائے گی (اور کم ہو تو پھر نہیں)۔
قُلْتُ حُكْمُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ مِثْلُ الزَّكَاةِ فِي الْمَصَارِفِ فِي كُلِّ حَالٍ إِلَّا فِي جَوَازِ الدَّفْعِ إِلَى ذِمَّتِي وَعَدَمِ سُقُوطِهَا (کذا فی الدر المختار، ص ۱۲۷، ج ۱)

مصارف کے لحاظ سے ہر حال میں صدقۃ الفطر زکوٰۃ کی طرح ہے البتہ ایک فرق ہے کہ یہ صدقۃ الفطر ملک کے "ذمی" کافروں کو بھی دیا جاسکتا ہے۔ اور زکوٰۃ صرف مسلمان مستحقین کو دی جاسکتی ہے مزید یہ ہے زکوٰۃ عشر و غیرہ کی طرح صدقۃ الفطر بھی کسی حال میں معاف نہیں ہوتا۔

"نماز فجر سے پہلے مرنے والے، اور نماز کے بعد پیدا ہونے والے یا اسلام لانے والے کا حکم"

۱۶۔ جو شخص عید الفطر کے دن نماز فجر کے وقت سے پہلے مر گیا،

یا بعد فجر اسلام لایا یا بعد از فجر پیدا ہوا تو اس پر صدقہ واجب نہیں۔!
وَوَقْتُ الْوُجُوبِ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي مِنْ يَوْمِ الْفِطْرِ، فَمَنْ مَاتَ قَبْلَ ذَلِكَ لَمْ يَجِبْ عَلَيْهِ الصَّدَقَةُ وَمَنْ وَلَدَ أَوْ أَسْلَمَ بَعْدَهُ لَمْ تَجِبْ.

(فتاویٰ ہندیہ "عالمگیری" ص ۱۲۳، ج ۱)
اور ہر عاقل و بالغ مسلم کے ذمہ صدقۃ الفطر واجب ہونے کا وقت عید الفطر کے دن صبح کاذب کے بعد دوسری فجر یعنی صبح صادق طلوع ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے، چنانچہ جو شخص عید الفطر کی صبح صادق سے پہلے مر گیا اس پر صدقۃ الفطر واجب نہیں ہوا۔ اور ایسے ہی جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہوا یا جو کافر صبح صادق کے بعد اسلام لایا۔ اس پر بھی صدقۃ الفطر واجب نہیں ہوگا۔!
صدقۃ الفطر کن اشخاص کو دیا جاسکتا ہے؟

۱۷۔ ہر میاں بیوی پر صرف اپنی ذات کی طرف سے اور اپنی بے مال غیر بالغ یا بالغ مگر مہنون اولاد نیز اپنے لونڈی غلام اور نوکر اور خادمہ وغیرہ کی

طرف سے صدقہ دینا واجب ہے۔ مال دار بالغ اولاد اور باقی گھر والے اپنا صدقہ خود ادا کریں البتہ ان کا وکیل بن کر صدقہ و زکوٰۃ وغیرہ ادا کر دینا درست ہے اور اگر کسی شخص نے بغیر ایک دوسرے کی اجازت کے از خود ہی اس کی طرف سے دے دیا تو وہ "صدقہ نفل" بن جائے گا اور اصل آدمی پر صدقہ الفطر بدستور واجب رہے گا، اس کو مستحق اداء کرنا ضروری ہے۔!

۱۸۔ عورت شریعت کے مطابق چونکہ اکثر احکام میں مرد کی طرح مستقل شخصیت و حیثیت کی مالک ہے۔ چنانچہ نقد اور غیر نقدی مال وغیرہ کے جمع اور خرچ میں اس کی ملکیت و حیثیت بھی مستقل ہے۔ لہذا اس پر صرف اپنی ذات کی طرف سے صدقہ دینا واجب ہے، اپنے شوہر اور اولاد کی طرف سے نہیں۔! اور اگر گھر میں صرف اس کے خاوند نے صدقہ اداء کیا تو اس سے عورت پر واجب شدہ صدقہ اداء نہیں ہوگا بلکہ اسے بہر حال اپنی زکوٰۃ و عشر اور قربانی کی طرح اپنا یہ صدقہ الفطر بھی خود ہی براہ راست لازماً اداء کرنا پڑے گا۔ ورنہ وہ گناہ گار ہوگی۔

يَخْرُجُ ذَالِكُ عَنْ نَفْسِهِ وَعَنْ أَوْلَادِهِ الصَّغَارِ قُلْتُ هَذَا حُكْمُ الرِّجَالِ وَأَمَّا النِّسَاءُ فَلَا يَجِبُ عَلَيْهِنَّ إِلَّا عَنْ نَفْسِهِنَّ (”ہدایہ“ ج ۱)

صدقہ دینے والا اپنی ذات اور اپنی چھوٹی غیر بالغ اولاد کی طرف سے صدقہ ادا کرے گا۔ رہیں عورتیں۔؟ تو ان پر اپنے خاوند اور اولاد کی جگہ صرف اپنی ذات

ہی کی طرف سے صدقہ الفطر ادا کرنا واجب ہوگا!

”مال دار غیر بالغ بچہ کے مال سے مستولی کی حیثیت میں صدقہ ادا کرنا ضروری ہے“

۱۹۔ اگر غیر بالغ بچہ کو تجارت یا کسی اور ذریعہ سے مذکورہ مالیت

حاصل ہو گئی تو پھر ماں باپ یا کسی دوسرے سرپرست کو اس کے مال میں سے مستولی کی حیثیت میں صدقہ اداء کرنا ضروری ہے۔

وَلَوْ كَانَ لَوْلَدِ الصَّغِيرِ مَالٌ آدَى عَنْهُ الْآبُ مِنْ مَالِ الصَّغِيرِ. (”قاضی خاں“ ص ۲۶۵، ج ۱)

اور اگر کسی بھی ذریعہ سے چھوٹے غیر بالغ بچہ کے پاس مال جمع ہو گیا تو غیر بالغ بچہ کی طرف سے اس کا باپ، سرپرست اور نگران کی حیثیت میں زکوٰۃ کی طرح صدقہ الفطر اداء کرے گا!

”ہر صاحب نصاب پر صدقہ اداء کرنا واجب ہے“

۲۰۔ نمازی روزہ دار یا معذور شخص یا غافل بے روزہ سب پر عید الفطر کے دن مذکورہ مالیت حاصل ہونے کی شرط کے ساتھ صدقہ اداء کرنا واجب ہے۔

وَمَنْ سَقَطَ عَنْهُ صَوْمُ الشَّهْرِ لِكِبَرٍ أَوْ لِمَرَضٍ لَا يَسْقُطُ عَنْهُ صَدَقَةُ الْفِطْرِ

(فتاویٰ ہندیہ" ص ۱۲۳ ج ۱) "فتاویٰ عالمگیری"

اور جس شخص سے بڑھاپے یا بیماری کے سبب ماہِ صیام کے روزے ساقط (یعنی عارضی طور پر معاف) ہو جائیں۔ اس سے صدقۃ الفطر پھر بھی ساقط اور معاف نہیں ہوگا۔

"صدقۃ الفطر کی مقدار آدھا ٹوپا گندم۔ یا جو

اور کھجور کا ایک ایک صاع ہے!"

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ ضَارِحًا بِمَكَّةَ صَاحًا أَنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ حَقٌّ وَاجِبٌ، مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ أَوْ صَاعٌ مِّنْ شَعِيرٍ أَوْ تَمْرٍ.

(رواہ الحاکم فی المستدرک وصححہ وروی البزار نحوه، حنفی مشکوٰۃ، زجاجتہ المصابیح ص ۵۱۲، ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں ایک منادی کو بھیجا جس نے بلند آواز سے یہ اعلان کیا کہ "لوگو! اچھی طرح جان لو کہ صدقۃ الفطر ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب الاداء حق ہے، جس کی مقدار دو "مد" (نصف صاع) (یعنی پونے دو سیر احتیاطاً دو سیر) گندم یا جو یا کھجور کا پورا ایک صاع ہے۔

۲۱- صدقہ میں موجودہ مروج "فرنگی" وزن کے اعتبار سے آدھ

چھٹانک زائد پونے دو سیر بلکہ احتیاطاً دو سیر گندم یا گندم کا آٹا یا ساڑھے تین سیر۔ احتیاطاً چار سیر جو یا جو کا آٹا اور ستویا اُن کی قیمت جو آج کل سرکاری خرید و فروخت کے حساب سے ہر سال کے حاضری نرخ کے مطابق دینا واجب ہے۔ گندم اور جو کے علاوہ کوئی اور اناج دینا چاہے تو وہ بھی اتنا ہی ہونا چاہیے کہ اس کی قیمت آدھ چھٹانک زائد دو سیر گندم یا ساڑھے تین سیر جو کی قیمت کے برابر ہو جائے۔ فقراء کی ضرورت کے لحاظ سے نقد پیسے دینا اولیٰ اور بہتر ہے تاکہ وہ غریب خود بھی خرید و فروخت کر کے عید کی خوشی میں براہِ راست حصہ دار بن سکیں۔

"صدقات واجبہ کے مصارف:"

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○ ("التوبہ" آیت ۶۰، ع ۱۳، پ ۱۰)

بلاشبک تمام صدقات ایک دو وقت کی روزی والوں کے لئے اور بالکل خالی ہاتھ تاجز لوگوں کے لئے اور بیت المال کے کارندوں اور تحصیل کرنے والوں کے لئے اور جن کے دل جوڑے اور پرپاتے جا رہے ہوں ان نو مسلموں کے لئے اور جہاد کے دوران میں قابو آنے والے مرد و زن جنگی قیدیوں اور نام لوندیوں غلاموں کے لئے اور قرض سے زیر بار لوگوں کے لئے اور آلودہ جہاد بے سرو سامان غازیوں کے لئے اور محتاج ہو جانے والے مسافروں کے لئے ہیں۔ مقرر و فرض

حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ ہر چیز کا علم اور حکمت رکھنے والے ہیں۔

۲۲- صدقات واجبہ میں سے زکوٰۃ، عشر اور نذر کی نقد رقوم یا

غذا یا کپڑے اور کتب و رسائل کی طرہ صدقہ الفطر کے مستحق بھی وہی لوگ ہیں، جن کا ذکر قرآن کریم اور حدیث مبارک میں واضح طور پر موجود ہے۔ یعنی ایک دو وقت کی روٹی کے سامان والے فقراء، بالکل خالی ہاتھ اور عاجز مساکین، اسلامی حکومت کے بیت المال کے کارندے اور تحصیل دار، وہ زیر تبلیغ لوگ جن کے اسلام لانے کی غالب امید ہو یا وہ اسلام تو لاپچھے ہوں لیکن ابھی دین میں کمزور ہوں۔ اسلامی جہاد میں قابو آنے والے مرد و زن جنگی قیدی اور لونڈی غلام، مقروض، آلودہ جہادگر بے سرو سامان غازی اور مسافر وغیرہ۔

مگر سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کی توجیہ و تحقیق پر صحابہ کے اجماع کے تحت اس مد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد منسوخ قرار دیئے جانے کے باعث امت کے اکثر مجتہدین و فقہاء کے نزدیک یہ مد باقی نہیں رہی۔

۲۳- ایک آدمی کا صدقہ ایک محتاج کو دینا یا کئی فقراء میں بانٹنا یا کئی

اشخاص کا صدقہ ایک ہی فقیر و محتاج اور مستحق کو دے دینا؟ ہر طرہ جائز ہے۔

وَجَارَ دَفْعُ كُلِّ شَخْصٍ فِطْرَتَهُ إِلَىٰ مَسْكِينٍ أَوْ مَسَاكِينَ عَلَى الْمَذْهَبِ كَمَا جَارَ دَفْعُ صَدَقَةٍ

جَمَاعَةٍ إِلَىٰ مَسْكِينٍ وَاحِدٍ۔ (شرح التنویر" ص ۱۲۵، ج ۲)

اور ایک شخص کی طرف سے ایک مسکین (مستحق) یا بہت سے مساکین کو صحیح حنفی مذہب و مسلک کے مطابق صدقہ الفطر دینا جائز ہے جیسا کہ ایک پورے خاندان اور گروہ کا ایک ہی مسکین کو سارا صدقہ الفطر دے دینا جائز ہے۔!

"رشتہ داروں میں آباؤ اجداد اور اولاد و احفاد

اور میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے

وَلَا يَدْفَعُ الْمَرْكَبِيُّ زَكَاةَ مَالِهِ إِلَىٰ أَبِيهِ وَجَدِّهِ وَإِنْ عَلَا وَلَا إِلَىٰ وَلَدِهِ وَوَلَدِ وَلَدِهِ وَإِنْ سَفَلَ وَلَا إِلَىٰ امْرَأَتِهِ ، وَلَا تَدْفَعُ الْمَرْأَتُ ، إِلَىٰ زَوْجِهَا .

(شرح البدایہ" ص ۱۸۸ ج ۱)

زکوٰۃ ادا کرنے والا اپنے باپ اور دادا اور (اگر فرض کر لیں کہ اوپر بھی کئی دادے زندہ ہیں تو تمام اوپر کے اجداد کو زکوٰۃ نہ دے اور نہ ہی اپنے بیٹے اور پوتے کو اور اگر فرض کر لیں کہ بچے کے کئی پوتے دادا پردادا کے سامنے موجود ہیں تو بچے پوتوں کی تمام اولاد کو بھی زکوٰۃ نہ دے اور نہ اپنی بیوی کو زکوٰۃ دے اور نہ بیوی اپنے خاوند کو زکوٰۃ دے۔

۲۴-

یعنی رشتہ داروں میں حقیقی دادا، دادی، ماں، باپ، بیٹا،

جیسی، پوتا، پوتی، نواسا اور نواسی میں سے کسی کو صدقہ زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

۲۵-

اس کے علاوہ اپنے دیگر محتاج و مسکین عزیز و اقارب میں سے

سوتیلے دادا، دادی، سوتیلے ماں، باپ، حقیقی چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ، حقیقی

بہائی، بہن، بہتیجا، بہتیجی، بہانجا، بہانجی اور اپنے سر، سانس سالے اور سالی سب کو زکوٰۃ و عشر کی طرح صدقۃ الفطر دینا جائز ہے کیونکہ احکام کتاب و سنت کے مطابق "ذوی القربی" ہونے کی بنا پر یہ لوگ سب سے زیادہ مستحق ہیں۔!

وَقَيِّدَ بِالْأَوْلَادِ لِحَوَازِهِ لِبَقِيَّةِ الْأَقَارِبِ كَمَا لِاخْوَةِ
وَالْأَعْمَامِ وَالْأَخْوَالِ الْفُقَرَاءِ بَلْ هُمْ أَوْلَىٰ لِأَنَّهُ صَلَٰةٌ
وَصَدَقَةٌ. ("رد المحتار"، "الشامی" ص ۱۰۱ ج ۲)

اور (مسنف در مختار) نے (زکوٰۃ وغیرہ) اولاد کو نہ دینے کی قید اس لئے لگائی ہے کہ ان کے سوئی محتاج بہائیوں، چچوں، ماموں جیسے تمام رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ بلکہ یہ لوگ اس کے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ یہ زکوٰۃ ان کے لئے بیک وقت خاندانی قرب کی بمدردی اور صدقہ و خیرات کی مشترکہ حیثیت رکھتی ہے۔"

"سادات قریش کی پانچ شاخوں کو صدقہ دینا جائز نہیں۔"

وَعَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتُ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِأَلِ لَيْلٍ مُحَمَّدٍ.

رواہ۔ مسلم ("حنفی مشکوٰۃ" "زجاجتہ المصابیح" ص ۵۱۴، ج ۱۔ مشکوٰۃ المصابیح" ص ۱۶۱)

وَلَا تَدْفَعُ إِلَىٰ بَنِي هَاشِمٍ وَهُمْ أَلٌ عَلَيَّ وَأَلٌ عَبَّاسٍ

وَأَلٌ جَعْفَرٍ وَأَلٌ عَقِيلٌ وَ أَلٌ الْحَارِثِ وَمَوَالِيهِمْ.
("شرح البدایہ" ص ۱۸۸ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً یہ صدقات؟ یہ تو لوگوں کے اموال کی میل کچیل کے سوئی اور کچھ حقیقت نہیں رکھتے، اور بلا شک یہ صدقات نہ تو "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے حلال ہیں اور نہ ہی آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے حلال ہیں۔ اور صدقۃ الفطر (سمیت تمام صدقات واجبہ) بنی ہاشم کو نہ دیئے جائیں اور وہ بنو ہاشم آل علی ہیں اور آل عباس ہیں اور آل جعفر ہیں اور آل عقیل ہیں اور (حضور علیہ السلام کے سب سے بڑے سوتیلے چچا حارث بن عبدالمطلب کی اولاد) آل حارث ہیں اور ان سب کے آزاد کردہ غلام ہیں۔!

۲۶۔ "بنو ہاشم" میں سے "سادات حسنیہ و حسینیہ" کے علاوہ

حضور علیہ السلام کے وادمی سے سوتیلے سب سے بڑے تایا جناب "حارث" بن "عبدالمطلب" کی اولاد "بنو حارث" وادمی سے سوتیلے چچا سیدنا "ابو الفضل"۔ "عباس"۔ بن "عبدالمطلب"، رضی اللہ عنہ کی اولاد "بنو عباس"۔ حضور علیہ السلام کے حقیقی چچوٹے چچا۔ ابوطالب عبد مناف کے بقیہ دو صحابی فرزند سیدنا "ابو یزید" "عقیل" بن "ابی طالب" اور سیدنا "ابو عبداللہ" "ذوالہناصین"۔ "جعفر" "طیار" شہید رضی اللہ عنہما کی اولاد بنو عقیل اور بنو جعفر (رضی اللہ عنہم) کو زکوٰۃ و عشر کی طرح صدقۃ الفطر بھی دینا جائز نہیں۔ جو لوگ ان

بزرگوں سے محبت رکھتے ہیں، انہیں چاہیے کہ غریب سادات کو میل کچیل کھلانے کی جگہ۔ اپنی طلال کی کھائی میں سے نقد بدیہ یا غلہ اور کپڑے وغیرہ کا تحفہ دے کر ثواب حاصل کریں۔ کیونکہ احادیث صحیحہ کی رو سے امت کے سب سے بڑے درد مند اور رحیم و کریم آقا سید السادات و جد السادات و خاتم المعصومین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ، نذر اور دوسرے تمام صدقات کے مال کو بہ حکم قرآن کریم میل کچیل اور اپنے مذکورہ متعلقین و اہل خاندان حضرات کے لئے کھانا حرام قرار دے دیا ہے۔ لہذا محض کسی باشی کی غربت دیکھ کر یا کسی شخص یا گمراہ فرقہ کی بالکل غلط بنیاد پر قائم ہمدردی کی دلیل کے ذریعہ کاشکار بن کر کسی صحیح النسب باشی کو حرام نہ کھلائیں۔!

جہاں تملیک نہ کی جاسکے وہاں صدقات خرچ کرنا جائز نہیں

وَلَا يَصْرِفُ إِلَىٰ بِنَاءٍ نَّحْوِ مَسْجِدٍ وَلَا إِلَىٰ كَفِّنٍ مَّيِّتٍ وَ قَصَاً دِينِيهِ (”شرح التنویر“ ص ۱۰۰، ج ۲)

اور کوئی شخص صدقۃ الفطر (سمیت اپنے جملہ صدقات واجبہ کی رقم) نہ مسجد وغیرہ جیسی کسی (وقف) عمارت کی تعمیر میں لگائے اور نہ کسی مردہ کے کفن و دفن میں اور نہ اس کا قرض اتارنے میں خرچ کرے۔

۲۷۔ مؤذن، امام، مدرّس اور ملازم کی تنخواہ، مسجد کی تعمیر و

مرمت اور اس کے عام اخراجات نیز میت کے کفن و دفن اور اس کا قرض ادا کرنے کے لئے بھی زکوٰۃ و عشر کی طرح صدقۃ الفطر دینا جائز نہیں۔ کیونکہ

صدقات واجبہ کی ہر ”تذ“ زکوٰۃ اور عشر کے حکم میں داخل ہے جس کے لئے مستحق کی تملیک ضروری ہے اور مذکورہ بالا افراد اور مدت میں شرعی تملیک کی کوئی صورت نہیں بنتی کیونکہ یہاں کوئی زندہ اور مستحق مسلم شخص اور فرد یا افراد و اشخاص موجود نہیں ہیں اس لئے جملہ صدقات واجبہ میں سے کوئی چیز ایسے مقامات میں اور ایسے مردہ افراد کے لئے خرچ کرنا جائز نہیں۔!

”عید سے ایک دو روز پہلے بھی

صدقۃ الفطر ادا کر دینا جائز ہے“

۲۸۔ اگر کوئی شخص احتیاطاً یا شوقاً عید الفطر سے قبل یعنی رمضان

میں یا عید الفطر کی رات کو صدقہ ادا کر دے تو بھی جائز ہے لیکن عید کے دن نماز سے پہلے دینا بہت افضل اور موجب ثواب ہے۔! حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم عید سے ایک دو دن پہلے بھی صدقہ دے دیا کرتے تھے۔

فِي رِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: وَكَانُوا يُعْطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ

(رواد البخاری طبع کراچی ص ۲۰۵ ج ۱) ”حنفی مشکوٰۃ“ زجاجۃ المصابیح، ص ۵۱۱ ج ۱ ”مشکوٰۃ المصابیح“

وَصَحَّ آدَاؤها إِذَا قَدَّمَهُ عَلَى يَوْمِ الْفِطْرِ أَوْ آخَرَهُ. (”شرح التنویر“ ص ۱۲۵ ج ۲)

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے ضمن میں مذکور ہے کہ حضرات صحابہ

رضی اللہ عنہم عید الفطر سے ایک دن یا دو دن پہلے بھی صدقۃ الفطر دے دیا کرتے تھے۔ اور اگر کسی شخص نے عید الفطر کے دن سے پہلے صدقۃ الفطر اداء کر دیا یا عید الفطر کے دن سے مؤخر کر کے اداء کیا تو اسے (دونوں طرح) اداء کرنا درست ہے۔

"صدقۃ الفطر" نماز عید پر جانے سے پہلے

اداء کرنا مستحب ہے:

فِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَأَمَرِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ

(البخاری) باب صدقۃ الفطر ص ۲۰۴ ج ۱، طبع اصح المطابع، کراچی "مسلم" باب زکوۃ الفطر ص ۳۱۸، ج ۱ طبع اصح المطابع، دہلی) "المستدرک" للحاکم. ("حنفی مشکوٰۃ" زجاجۃ المصابیح" ص ۵۱۱، ج ۱ "مشکوٰۃ المصابیح" ص ۱۶۰ بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صدقۃ الفطر کے متعلق حکم فرمایا کہ: "نماز کے لئے لوگوں کے نکلنے سے پہلے اداء کر دیا جائے۔!

وَالْمُسْتَحَبُّ لِلنَّاسِ أَنْ يَخْرُجُوا الْفِطْرَةَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلَّى

(فتاویٰ ہندیہ" "عالم گیری" ص ۱۲۳، ج ۱) اور لوگوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ عید الفطر کے دن۔ صبح ہو جانے کے بعد۔ عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے صدقۃ الفطر اداء کر دیں۔!

۲۹۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عید گاہ کو تشریف لے جانے سے پہلے صدقۃ الفطر ادا فرمادیتے تھے۔ اور اسی طرح اداء کرنے کا آپ نے حکم فرمایا۔ لہذا نماز کے لئے جانے سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کرنا مستحب ہے۔

"اداء صدقۃ الفطر کے وقت کی تعیین کا قانونی مفہوم اور نماز عید الفطر سے پہلے اداء کرنے کی شرعی حکمت"

۳۰۔ سر خیل علماء محققین حنفیہ حضرت ملک العلماء العلامة الفقیر "علاء الدین" "ابوبکر" بن "مسعود" الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ۔ المتوفی ۷۵۷ھ۔ ۱۱۹۱ء۔ اپنی مشہور عالم معتبر و مستند اور تحقیق کی مایہ ناز شکار کتاب "بدائع الصنائع" میں اداء صدقۃ الفطر میں تقدیم و تاخیر یا سرے سے اداء نہ کرنے کے مسئلہ کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

فصل. وَأَمَّا وَقْتُ أَدَائِهَا فَجَمِيعُ الْعُمْرِ عِنْدَ غَاثَةِ أَصْحَابِنَا وَلَا تَسْقُطُ بِالتَّأَخِيرِ عَنْ يَوْمِ الْفِطْرِ، وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ: وَقْتُ أَدَائِهَا يَوْمُ الْفِطْرِ مِنْ أَوَّلِهِ إِلَى آخِرِهِ وَإِذَا لَمْ يُؤَدِّهَا حَتَّى

مَصْنَى الْيَوْمِ سَقَطَتْ، وَجْهٌ قَوْلِ الْحَسَنِ: إِنَّ هَذَا حَقٌّ مَعْرُوفٌ يَوْمَ الْفِطْرِ فَيَخْتَصُّ آدَاءُ بِهِ كَالْأُصْحَبَةِ وَجْهٌ قَوْلِ الْعَامَّةِ. إِنَّ الْأَمْرَ بِآدَائِهَا مُطْلَقٌ عَنِ الْوَقْتِ فَيَجِبُ فِي مُطْلَقِ الْوَقْتِ غَيْرِ عَيْنٍ وَإِنَّمَا يَتَعَيَّنُ بِتَعْيِينِهِ فِعْلاً أَوْ بِأَخْرِ الْعُمُرِ كَالْأَمْرِ بِالزَّكَاةِ وَالْعُسْرِ وَالْكَفَّارَاتِ وَغَيْرِ ذَلِكَ وَفِي أَيِّ وَقْتٍ أَدَّى كَانَ مُؤَدِّياً لَا فَاضِياً كَمَا فِي سَائِرِ الْوَاجِبَاتِ الْمُوسَّعَةِ غَيْرِ أَنَّ الْمُسْتَحَبَّ أَنْ يُخْرَجَ قَبْلَ الْخُرُوجِ إِلَى الْمَصَلَّى لِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا كَانَ يَفْعَلُ وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَغْنَوْهُمْ عَنِ الْمَسْئَلَةِ فِي مِثْلِ هَذَا الْيَوْمِ، فَإِذَا أَخْرَجَ قَبْلَ الْخُرُوجِ إِلَى الْمَصَلَّى اسْتَغْنَى الْمَسْكِينُ عَنِ السُّؤَالِ فِي يَوْمِهِ ذَلِكَ فَيَصِلِي فَارِغَ الْقَلْبِ مُطْمَئِنِّ النَّفْسِ (بدائع الصنائع) في ترتيب الشرائع (للإمام ملك العلماء العلامة الفقيه علاء الدين الكاشاني الحنفی رحمۃ اللہ علیہ ص ۷۳، ج ۲) ۱.

اور یہ بات کہ صدقۃ الفطر کے اداء کا وقت کتنا اور کب تک ہے تو ہمارے عام اور اکثر علماء و فقہاء حنفیہ (رحمہم اللہ) کے نزدیک (حقیقتہً) ساری عمر ہی اس

کا وقت ہے۔ اور عید الفطر کے دن سے مؤخر کر دینے (اور مٹاتے رہنے) کے بعد بھی ذمہ سے نہیں اترتا۔ (اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور فقیہ شافری) امام حسن بن زیاد لوگوں کی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صدقۃ الفطر کے اداء کا اصل وقت اول سے آخر تک عید الفطر کا سارا دن ہے۔ یہاں تک کہ اگر دن ختم ہو گیا اور کسی شخص نے صدقۃ الفطر اداء نہ کیا تو ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ امام حسن بن زیاد کے فتویٰ کی دلیل یہ ہے کہ۔ یہ صدقۃ الفطر عید الفطر کے دن کے سبب سے ہی معروف ہے تو اس کا اداء کرنا بھی اسی دن کے ساتھ ہی مخصوص ہو گا جیسا کہ قربانی عید الاضحیٰ اور بعد کے دو دنوں کے ساتھ ہی معروف ہے تو انہیں دنوں میں اس کو اداء کیا جاتا ہے اور ان تین دنوں کے بعد جب قربانی کا وقت بھی باقی نہیں رہتا تو پھر قربانی بھی نہیں دی جاتی تو اسی طرح یوم الفطر کے ساتھ مختص اور معروف کیا گیا صدقہ بھی عید الفطر کے دن ہی کے اندر اداء کیا جائے گا اور جب وہ دن گزر جائے سے عید الفطر کا دن ہی ختم ہو گیا، تو صدقۃ الفطر کا وقت بھی ختم ہو گیا لہذا عید الفطر کے بعد اس کے اداء کا حکم بھی ختم سمجھا جائے گا اور عام فقہاء حنفیہ کے فتویٰ کی دلیل یہ ہے کہ "صدقۃ الفطر" اداء کرنے کے وقت کی قید سے خالی ہے اس لئے عام اور عید الفطر کے بعد غیر معین وقت کے لئے ہی واجب ہو گا۔ باقی عید الفطر کے دن اداء ہو جاتا ہے۔ اداء صدقہ کے فعل کا آغاز کرنے سے معین عمر تک بعد میں اداء کرنے کی ممانعت نہیں ہے اور یا پھر انسان کی آخری عمر تک اداء کرنے کا حکم معین رہتا ہے اور زندگی بھر معاف نہیں کیا جاتا، جیسا کہ زکوٰۃ اور عشر اور قسم اور روزہ توڑنے اور بعض دوسرے افعال کے بدلہ اور کفارات کے اداء کرنے کا حکم ہے

کہ وہ واجب ہونے کے دن سے لے کر آدمی کی زندگی تک اس کے ذمہ عائد رہتا ہے ملتا نہیں کہ وہ زندگی میں جس وقت بھی مذکورہ واجبات پورے کرے گا تو اس کو احکام کا اداء کرنے والا ہی سمجھا جائے گا۔ ان کو قضاء کرنے والا قرار نہیں دیا جائے گا۔ کیوں کہ جب ساری زندگی کے لئے وہ حکم ذمہ میں ہے تو موت آنے پر ہی اس کا وقت ختم ہو گا تا آدمی کے مرنے پر ہی سمجھا جائے گا کہ اس نے واجبات قضاء کر دیئے اداء نہیں کئے جیسا کہ گنجائش و رعایت دیئے گئے تمام واجبات کو زندگی کے اندر اندر پورا کرنے سے ادا ہونا سمجھا جاتا ہے قضا نہیں، یہ الگ بات ہے کہ صدقۃ الفطر میں مستحب اور شریعت میں پسندیدہ طریقہ یہی ہے کہ اسے عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے اداء کر دے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی عمل فرمایا کرتے تھے اور آپ کے اس ارشاد کی وجہ سے بھی عید گاہ کو جانے سے پہلے ہی اداء کرنا مستحب ہے جو فرمایا کہ۔ "ان فقراء و مساکین کو عید گاہ جانے سے پہلے صدقۃ الفطر دے کر عید جیسے خوشی اور ضرورت کے دن میں مانگنے سے مستغنی اور بے فکر کر دیا کرو"۔ چنانچہ جب کوئی شخص عید گاہ جانے سے پہلے صدقۃ الفطر اداء کر دے گا تو مسکین و محتاج انسان بھی عید جیسے دن میں مانگنے سے بے پروا ہو جائے گا تو فارغ دل اور مطمئن نفس کے ساتھ نماز عید اداء کر سکے گا۔!

"نماز عید کے بعد صدقہ اداء کرنے پر اس کے ثواب کی حیثیت کچھ تبدیل ہو جائے گی"

۳۱۔ اگر کسی نے "صدقۃ الفطر" نماز عید کے بعد اداء کیا تو گو

صدقہ اداء ہو جائے گا، لیکن اس کی فضیلت و برکت میں کمی آجائے گی اور اس کی حیثیت صدقہ کاملہ کی جگہ صدقہ غیر کاملہ سے بدل کر رہ جائے گی۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مَنْ أَذَاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَذَاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِّنَ الصَّدَقَاتِ

(ابوداؤد" باب زکوٰۃ الفطر ص ۲۲۷، طبع کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے یہ صدقہ نماز سے پہلے اداء کر دیا۔ تو وہ مقبول زکوٰۃ اور پسندیدہ مال ہے اور جس نے بعد از نماز دیا۔ تو وہ عام (نفل) صدقات میں سے ایک صدقہ جو کر رہ جائے گا۔! مطلب وہی ہے کہ قبل از نماز صدقہ دینا خدا اور رسول کا پسندیدہ اور افضل ہے۔! یعنی عید الفطر سے پہلے اداء کر دو۔

۳۲۔

صدقۃ الفطر کو حضور علیہ السلام نے جو زکوٰۃ مقبولة فرمایا تو

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صدقہ عند اللہ بہ درجہ کمال مقبول ہو گا کیوں کہ یہ صدقات میں اہم صدقہ تھا تو اس کے اداء میں پابندی وقت بھی بہت اہمیت رکھتی ہے اس لئے بروقت اداء کرنے سے اس کی مقبولیت میں بھی اہمیت پیدا ہو جائے گی کہ وہ صدقہ کامل ثواب کا موجب ہو گا اور اگر بعد نماز عید الفطر اداء کیا گیا تو حکم پر کسی نہ کسی طرح عمل تو ہو جائے گا لیکن اس کی اہمیت کا لحاظ نہ رکھنے کی وجہ سے اس کے ثواب کی کیفیت و اہمیت بھی بدل جائے گی کہ اس کا اجر تو ملے گا لیکن چوں کہ بعد از وقت اداء کرنے کی وجہ سے اس کی شکل غیر

معین الزمات عام صدقات نافلہ جیسی بن گئی تو اس کا ثواب بھی خصوصیت و کمال سے ہٹ کر عمومیت و عدم کمال کی کیفیت و حالت کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ البتہ مطلقاً قبول ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

"بَذَلُ الْمَجْهُودُ" شَرْحُ سُنَنِ أَبِي دَاوُدَ میں لکھا ہے کہ
فِيهِ زَكَاةٌ أَوْ صَدَقَةٌ مَّقْبُولَةٌ أَوْ يَقْبَلُهَا اللَّهُ
تَعَالَى. كَمَالُ الْقَبُولِ لِأَنَّ الصَّائِمَ. بَادَرَ بِهَا وَسَبَقَ
إِلَيْهَا. اه

(بذل المجهود" فی حل سنن ابی داؤد" ، (للتبیخ المحدث
الفقیہ العلام مولانا خلیل احمد السہارنپوری، المهاجر المدنی
رحمته اللہ علیہ)۔ ص ۳۳، ج ۳، طبع سہارنپور الہند)۔
ابن داؤد "میں لکھا ہے کہ (نماز عید سے پہلے بروقت ادا کیا جاوے صدقۃ الفطر) سو وہ
"زکوۃ یعنی صدقہ مقبولہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اسے قبولیت کاملہ کے ساتھ
مقبول و منظور فرما لیتے ہیں۔ کیوں کہ روزہ دار نے (انکار کے بعد) اس کی طرف
جلد ہی بات تہ بڑھایا اور اس کو بروقت ادا کرنے میں پہل کر دی۔ (تو اللہ تعالیٰ نے
اس کا ثواب بھی پہلے درجہ کا عطا فرمادیا)۔!

"صدقۃ الفطر اگر عید سے پہلے یا بعد ادا نہیں کیا

تب بھی معاف نہیں ہوگا"

۳۳- صدقۃ الفطر عید کے دن نماز سے پہلے یا بعد کبھی بھی نہ

دینے سے دیگر فرائض و واجبات کی طرح ہرگز معاف نہیں ہوتا، بہر حال ادا کرنا
ضروری ہے۔ ورنہ گناہ گار رہے گا۔!

وَإِنْ أَخْرَوْهَا عَنْ يَوْمِ الْفِطْرِ لَمْ تَسْقُطْ وَكَانَ عَلَيْهِمْ

إِخْرَاجُهَا ("شرح البداية"، ص ۱۹۳، ج ۱)

اور کچھ لوگوں نے صدقۃ الفطر عید الفطر کے بعد (غیر معینہ مدہ تک کے لئے بھی)
مؤخر کر دیا۔ اور ادا نہ کیا تو پھر بھی وہ ذمہ سے ساقط اور معاف نہیں ہوگا۔ اور
ان لوگوں پر کسی نہ کسی وقت اس کا ادا کرنا۔ بہر حال واجب رہے گا۔!

مذکورہ بالا حدیث مبارک اور قوانین فقہیہ کی روشنی میں بالکل واضح ہو گیا
کہ اگر کوئی شخص کسی بھی وجہ سے عید الفطر سے پہلے تو ادا نہ کرے اور بعد میں
مثلاً تارے تو پھر بھی وہ اس شخص کے ذمہ تازندگی واجب الادا ہی رہے گا مؤخر
کرنے اور سرے سے ادا نہ کرنے کے بعد بھی ذمہ سے اس کا وجوب ساقط
نہیں رہے گا۔

"عید الفطر"!

"عید کے چاند کے لئے گواہی کا نصاب اور شرط":

۳۴- اگر آسمان صاف ہو تو رمضان اور عید کے چاند کے لئے

بہت سے لوگوں کا دیکھنا معتبر ہے ایک دو آدمی کی بات سند نہیں ہوگی۔

وَعَنْ أَبِي عُمَيْرٍ - بَنِي - أَنَسٍ - عَنْ عُمُومَةٍ لَّهُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ) أَنَّ رَجُلًا جَاءَ وَإِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَشْهَدُونَ أَنَّهُمْ رَأَوْا الْهَلَالَ بِالْأَمْسِ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُفْطِرُوا وَإِذَا أَصْبَحُوا أَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ (ابوداؤد - ص ۱۶۳)

وَإِذَا لَمْ تَكُنْ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ لَمْ تُقْبَلِ الشَّهَادَةُ حَتَّى يَرَاهُ جَمْعٌ كَثِيرٌ يَقَعُ الْعِلْمُ بِخَبَرِهِمْ - (شرح البدایہ، ص ۱۹۸، ج ۱)

جناب ابو عمیر بن حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم اپنے بعض ان چچوں سے روایت کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل تھے کہ شتر سواروں کے ایک گروہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ گواہی دے دی کہ "انہوں نے کل گزشتہ عید الفطر کا چاند دیکھ لیا ہے"۔ تو اس گواہی کے بعد نبی علیہ السلام نے ان لوگوں کو حکم دے دیا کہ وہ روزہ توڑ دیں اور دوسرے دن صبح اپنی عید گاہ کی طرف نماز عید الفطر ادا کرنے کے لئے جائیں۔!

اور جب آسمان میں دُھند، غبار اور بادل وغیرہ جیسی کوئی نفلت اور رکاوٹ موجود نہ ہو تو ایسی حالت میں چونکہ بیک وقت ساری مخلوق کی نہ نظر خراب ہو سکتی ہے اور نہ ہی خدا نمواسہ سبھی اندھے ہو سکتے ہیں۔ اس لئے صرف ایک دو

آدمیوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ بلکہ ایک اتنا بڑا مجمع کہ جن کی خبر اور گواہی سے چاند ہونے کا یقینی علم حاصل ہو جائے جب تک وہ چاند دیکھ کر گواہی نہ دے دیں نہ روزہ ختم کیا جائے گا اور نہ عید الفطر ادا کی جائے گی۔!

۳۵- اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو رمضان المبارک کا چاند ایک پوری

مٹھی بھر شرعی ڈاڑھی والے دین دار، مستی اور سچے آدمی کی گواہی سے ثابت ہو گا یا ایک پردہ دار غفیضہ، مستی اور سچی مسلمان عورت کی گواہی سے کیونکہ مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ایسا اتفاق ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلم مرد یا عورت تیز نگاہی کی وجہ سے اتفاقاً چاند دیکھ لے اور اکثر لوگوں کو مکدر فضاء میں چاند نظر نہ آ سکے تو ایسے وقت میں کوئی صبح اور نیک مسلمان کسی معاملہ میں بھی اور خصوصاً عبادت کے متعلق کافرانہ دیدہ دلیری کر کے غلط گواہی دے کر اپنے دین و دنیا کو برباد کرنے کی کبھی جرأت نہیں کر سکتا لہذا ان کی معروف و مسلمہ نیکی کے ثبوت پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے ایسے آزاد یا غلام اور باندی، مرد یا عورت کی گواہی پر رمضان المبارک شروع ہونے یا عید ہو جانے کا اعلان کر دیا جائے گا۔

وَإِذَا كَانَ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ قَبْلَ شَهَادَةِ الْعَدْلِ فِي رُؤْيَةِ الْهَلَالِ رَجُلًا كَانَ أَوْ امْرَأَةً حُرًّا كَانَ أَوْ عَبْدًا - (شرح البدایہ، ص ۱۹۷، ج ۱)

اور جب آسمان میں دُھند، غبار اور بادل وغیرہ جیسی کوئی نفلت اور رکاوٹ پیدا ہو گئی ہو تو پھر رمضان اور عید کا چاند دیکھنے میں پوری مٹھی بھر شرعی ڈاڑھی والے

دیندار، مستی اور سچے مرد اور پردہ دار مستحیہ اور سچی عورت، جیسے ایک "عادل" آزاد یا غلام مرد یا آزاد یا باندی عورت کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔

۳۶۔ جب کہ اس کے مقابل میں صرف عیدین کے موقع پر دو

معتبر پوری مٹھی بھر دارحی والے متشرع اور مستی آدمیوں کا یا ایک مرد اور دو پردہ دار و پاک دامن نیک عورتوں کے کردار پر بہ حکم شریعت مکمل حسن ظن کے ساتھ مکمل اعتماد کرتے ہوئے چاند ہو جانے کا اعلان کر دیا جائے گا۔ کسی بڑے گروہ اور مجمع کی گواہی پر متعلق نہیں رکھا جائے گا کیونکہ مکدر فضاء میں کبھی بھی اکثر لوگوں کو چاند نظر نہیں آیا بلکہ چند ایک افراد ہی بہ مشکل چاند دیکھ سکا کرتے ہیں۔

وَإِذَا كَانَ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ لَّمْ تَقْبَلْ فِي هَلَالِ الْفِطْرِ
إِلَّا شَهَادَةً رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ.

(شرح البدایہ ص ۱۹۸، ج ۱)

اور جب آسمان میں دھند، غبار اور بادل وغیرہ جیسی کوئی علت اور رکاوٹ پیدا ہو جائے تو پھر عید الفطر کے چاند کے ثبوت کے لئے صرف دو (عادل) مردوں یا ایک (نیک) مرد اور دو عورتوں کی گواہی۔ قبول کی جائے گی۔

"فاسق کی گواہی معتبر نہیں ہوگی"

۳۷۔ بے نماز، بے روزہ، ڈارحی منڈا، جھوٹا، علانیہ گناہوں میں

جھٹلا اور بد کردار شخص ہزار قسمیں بھی کھائے تو اس کی گواہی موجودہ مروج "فرنگی" کاغذانہ نظام اور قانون بے شک ماننا رہے، لیکن "شریعت مطہرہ" کے نزدیک ہر گز بر گز معتبر نہیں ہوگی۔!

وَتَشْتَرِطُ الْعَدَالَةُ فِي الْكُلِّ لِأَنَّ قَوْلَ الْفَاسِقِ فِي
الدِّيَانَاتِ الَّتِي يُمَكِّنُ تَلَقِّيَهَا مِنَ الْعَدُولِ غَيْرُ
مَقْبُولٍ كَالِهَلَالِ وَرَوَايَةِ الْأَخْبَارِ وَلَوْ تَعَدَّدَ كَفَاسِقَيْنِ
فَأَكْثَرَ. (كذا في البحر الرائق، ص ۲۶۶، ج ۲)

اور سب گواہوں میں "عادل" (نیک، با شریعت حلیہ والا اور سچا وغیرہ) ہونا شرط ہے، اس لئے کہ وہ تمام دینی معاملات کہ جن کی تصدیق عادل مسلمانوں سے ممکن ہو سکتی ہے ان میں کسی فاسق کی بات اور گواہی مقبول نہیں ہوگی جیسے (رمضان اور عید کے) چاند کے متعلق اور احادیث شریفہ کی روایت بیان کرنے میں چاہے فاسق گواہوں کی تعداد دو یا دو سے زائد ہی کیوں نہ ہو۔!

۳۸۔ رمضان المبارک کی آخری اور شوال المکرم کی پہلی تاریخ کی

درمیانی شب۔ یعنی "عید الفطر" کی رات کو جاگنا اور تلاوت، نوافل، ذکر و وظائف اور درود شریف وغیرہ، عبادات میں مشغول رہنا مستحب ہے۔

۳۹۔ نماز عید الفطر بھی نماز "عید الاضحیٰ" کی طرح حقیقتہً سنت

موکدہ اور عملاً واجب ہے اور جن شرائط کے ساتھ، جن جگہوں پر نماز جمعہ واجب ہے۔ انہی شرائط کے تحت نماز عید بھی واجب ہے۔ لہذا جہاں جمعہ واجب

نہیں وہاں عید بھی جائز نہیں۔!

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا فَقَالَ: مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَبَدَلَكُمْ اللَّهُ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا، يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ.

رواہ ابو داؤد۔ (تحفہ مشکوٰۃ، زجاجتہ المصابیح" ص ۴۰۰،

ج ۱) (مشکوٰۃ المصابیح" ص ۱۱۲۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اس زمانہ میں اہل مدینہ انصار و غیر ہم کی تفریح و غیرہ کے لئے دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیل کود کیا کرتے تھے تو حضور علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ جو دو دن ہیں ان کی تاریخی حقیقت اور مذہبی حیثیت کیا ہے؟ تو انصار صحابہ نے عرض کیا کہ: جاہلیت اور کفر کے دور سے ہم لوگ ان دونوں دنوں میں یہی کچھ کرتے ہیں) اس پر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "اب اسلام جیسا دین بھیج کر اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو ان دو دنوں کے بدل میں ان سے بہتر تفریح اور عبادت سے بہرہ پور دو دن عطاء فرمادیئے ہیں۔ ایک "عید الاضحیٰ" کا دن اور دوسرا "عید الفطر" کا دن۔ (اور جن کے بعد اب جاہلیت کے روانہ والے کسی فرضی عید

اور میلے ٹھیلے کے دن کی قطعاً کوئی ضرورت باقی نہیں رہی لہذا اب اور کسی دن میں اپنی کوئی مشغولیت ہرگز اختیار نہ کرنا۔

"نماز عید کا وقت":

۴۰۔ نماز عید کا وقت آفتاب جب مطلع سے بہ ظاہر تخمیناً تین گز

یا بارہ باشت کے اندازہ میں بلند ہو جائے اس گھڑی سے لے کر "زوال" (دوپہر) کے قریب تک رہتا ہے، لیکن چاشت یعنی قریباً دس بجے تک فارغ ہو جانا سنت اور جان بوجہ کر زوال تک دیر کرنا بدعت ہے۔!

۴۱۔ اگر امام نے نماز عید میں اتنی دیر کر دی کہ نماز پڑھتے ہی

زوال ہو گیا تو نماز عید فاسد ہو جائے گی۔!

۴۲۔ اگر یکم شوال کی رات سے لے کر دوپہر کے قریب تک

چاند کا فیصلہ نہ ہو سکا اور تحقیق میں ہی اتنی دیر لگ گئی کہ زوال کا وقت ہو گیا، یا چاند کا فیصلہ تو ہو گیا لیکن سخت آمدنی یا مسلسل اور تیز بارش کی وجہ سے بیرون شہر عید گاہ اور صحراء میں حتیٰ کہ شہر کی جامع مسجد میں بھی نماز نہ پڑھی جا سکتی ہو یا فضاء ابراہیم ہو گئی اور کسی بھی وجہ سے صحیح وقت کا اندازہ نہ رہ سکا اور نماز پڑھ لی گئی، اتنے میں سورج نکل آیا تو تحقیق سے معلوم ہوا کہ نماز زوال ہو جانے پر بعد از وقت پڑھی گئی ہے یا کسی بھی سبب سے عید گاہ کا مقرر امام و خطیب بہ عذر شرعی حاضر نہ ہوا اور بروقت دوسرا امام نہ مل سکے اور اتنے میں

زوال کے باعث وقت گزر جائے تو ان تمام صورتوں میں عید الفطر کی نماز دوسرے دن اسی اشراق کے وقت سے بے گزر زوال سے پہلے پہلے ادا کی جا سکتی ہے اور بلا عذر شرعی دوسرے دن تک تاخیر کرنا بالکل ناجائز ہے، اگر خدا نخواستہ دوسرے دن بھی مذکورہ امور میں سے کسی شرعی عذر کے باعث پڑھنا ممکن نہ ہو سکے تو پھر مغاف ہے اور تیسرے دن شہر کی مساجد اور باہر عید گاہ یا کسی میدان یا باغ میں، کہیں بھی پڑھنا ثابت اور جائز نہیں اور چونکہ مکمل شرعی عذر موجود ہے اس لئے ترک واجب کا گناہ بھی نہیں ہو گا۔

۴۳۔ عید الاضحیٰ کی نماز اگر مذکورہ بالا امور میں سے کوئی شرعی عذر نہ ہو تو تیسرے دن عید الفطر کی نماز اگر وہ شہر کہیں بھی پڑھی نہ جا سکے اور تیسرے دن حالات سازگار ہو جائیں تو یہ نماز ذوالحجہ کی بارہویں تاریخ تک یعنی عید الاضحیٰ کے دن سمیت تیسرے دن تک بھی یہ طور قضا پڑھنی جائز ہے۔

۴۴۔ نماز عید الاضحیٰ دوسرے تیسرے دن تک بلا عذر مؤخر کر کے پڑھنا غلط اور مکروہ ہے۔

عذر موجود ہو تو نماز عید گاہ کی جگہ مسجد میں پڑھنا ثابت ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - أَنَّهُ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ فِي يَوْمِ عِيدٍ فَصَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ صَلَوةَ الْعِيدِ فِي الْمَسْجِدِ (ابو داؤد ص ۱۶۲)

طبع اصح المطابع کراچی، ذرواہ رزین، ایضاً عن ابی ہریرۃ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ عید کے دن صحابہ کو بارش نے گھیر لیا تو حضور علیہ السلام نے انہیں عید کی نماز کو مسجد میں پڑھائی۔

۴۵۔ عید الفطر کے دن مسواک کرنا، ہانا، منہ دھونا، کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، پیر کچھ کھانی کرنا نماز کے لئے جائز، منہ اور کھجور، چوڑا یا کوئی دوسری میٹھی چیز کھانا مستحب ہے۔

"نماز عید الفطر کے لئے عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھانا مستحب ہے"

۴۶. وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ - يَكُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمَ يَوْمَ الْأَضْحَى حَتَّى يُصَلِّيَ

(رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی، تخطی مشکوٰۃ، (ج ۱) المصباح ص ۳۹۹ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح ۱۲۸) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ جانے کے لئے اس وقت تک حجرہ شریفہ سے باہر

نہیں نکلتے تھے جب تک کوئی چیز کھا نہ لیں۔ اور عید الاضحیٰ کے دن کچھ کھاتے نہیں تھے جب تک کہ عید الاضحیٰ کی نماز ادا نہ کر لیں۔!

"کھجور یا چھوہارے کے طاق دانے یا

کوئی میٹھی چیز کھانا مسنون و مستحب ہے"

۴۷. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ - كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمْرَاتٍ وَيَأْكُلَهُنَّ وَتَرَأَ

(رواہ البخاری "حنفی مشکوٰۃ" زجاجة المصابيح" ص ۳۹۹ ج ۱)
(مشکوٰۃ المصابيح ص ۱۲۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف اس وقت تک روا نہ نہیں ہوتے تھے۔ جب تک کہ چند کھجوریں نوش نہ فرمائیں اور آپ ہمیشہ طاق (یعنی تین یا پانچ یا زائد) تعداد میں کھجور کے دانے استعمال فرمایا کرتے تھے۔!

"نماز عید، عید گاہ میں اداء کرنا مسنون ہے:"

"عید الاضحیٰ کی طرح "عید الفطر" کے دن بھی شہر سے باہر

مقرر جگہ میں جس کو "المصلیٰ" یا عید گاہ کہتے ہیں، جانا اور نماز پڑھنا سنت ہے۔ اگر چہ شہر میں بڑی جامع مسجد تمام اہل شہر کے لئے بھی کافی ہو سکتی ہو تو بھی

عید گاہ کو جانا ہی مسنون ہے، ویسے شہر میں بھی نماز کا انتظام کر دینا بہتر ہے تا کہ جو معذور لوگ باہر نہ جاسکتے ہوں، وہ شہر میں ہی نماز ادا کر لیں اور ثواب سے محروم نہ ہوں۔ ("البحر الرائق" و "الدر المختار" وغیرہ)

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ - سَعْدٍ - بْنِ مَالِكٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى (متفق عليه. "حنفی مشکوٰۃ" زجاجة المصابيح" ص ۳۹۷ ج ۱، "مشکوٰۃ المصابيح" ص ۱۲۵)!

حضرت ابو سعید سعد بن مالک خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز نماز کے لئے عید گاہ کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔!

"نماز عیدین سے پہلے گھر، مسجد یا عید گاہ

میں کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے:"

۴۹- عید الاضحیٰ کی طرح عید الفطر کے دن بھی نماز عید سے پہلے

گھر، مسجد یا عید گاہ میں کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ اور خلاف سنت ہے۔!

وَعَنْ أَبِي عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ: - خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرِ

فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ لَمْ يُضَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا

(متفق علیہ، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶۵)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں صرف عید الفطر کی دو رکعت نماز ادا فرمائی ان دو رکعت کے پہلے گھر یا مسجد نبوی میں اور ان کے بعد (عید گاہ میں یا واپس آ کر) گھر یا مسجد میں (آپ نے اور کوئی نفل نماز نہیں پڑھی۔)

"عید گاہ کی طرف ایک راستے سے جانا۔"

اور دوسرے راستے سے واپس آنا سنت ہے۔

۵۰. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمَ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ (رواہ البخاری، حنفی، مشکوٰۃ، زجاجۃ المصابیح ص ۳۹۱ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی عید کا دن ہوتا تو عید گاہ کی طرف جاتے اور وہاں سے گھر واپس آتے تھے راستہ بدل دیتے تھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ فِي

طَرِيقٍ رَجَعَ فِي غَيْرِهِ

(رواہ الترمذی والدارمی، حنفی مشکوٰۃ، زجاجۃ المصابیح

ص ۳۹۹ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۶۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے دن ایک راستے سے عید گاہ جاتے گئے تشریف لے جاتے تھے تو واپسی میں ان کے غایہ دوسرے راستے سے تشریف لائے تھے۔

"نماز عیدین سے قبل اذان اور تکبیر

خلاف سنت اور بدعت ہے"

۵۱۔ "عید الاضحیٰ کی طرح "عید الفطر" میں بھی نماز سے پہلے اذان

دینا اور اقامت و تکبیر کہنا خلاف سنت و بدعت اور ناجائز ہے کیونکہ تشریف میں اس پر کوئی ثبوت نہیں ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بغيرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ

(مسلم، کتاب صلوٰۃ العیدین ص ۲۹۰ ج ۱، طبع اصح المطابع کراچی)

(ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب ترک الأذان فی العید ص ۱۶۳، طبع کراچی)

(الترمذی کتاب الصلوٰۃ باب ان صلوٰۃ العیدین بغيرِ اذان ولا اقامه ص ۱۰۲ طبع کراچی)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ:

ایک یا دو دفعہ کی بات نہیں؟ بلکہ بار بار میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دونوں عید کی نماز بغیر اذان اور بلا اقامت کے ادا کی ہے۔!

۵۲۔

لہذا۔ اگر کوئی "ضدی"، فتنہ جو، عاشق بدعت، سگ زرد برادر شغال۔ ("پیلا کتا گیدڑ کا بھائی") کے محاورہ کے مطابق۔ حقیقتہً رافضیوں اور سبائیوں کا ساتھی اور ایجنٹ اور بظاہر اکثریت کو دھوکے میں رکھ کر ذاتی اور دنیاوی مفادات سمیٹنے والا مطلبی اور جھوٹا "سنی" قبر پر کھڑے ہو کر اذان کی بدعت مردودہ کی طرح عیدین کی نماز سے پہلے بھی اذان و اقامت کا مکروہ شغل اختیار کرے تو اس کو روکے اور طاقت نہ ہو یا فتنہ پروروں کا غلبہ ہو تو پھر اس مرکز بدعت کو چھوڑ کر کسی اور متبع سنت اور پابند شریعت امام کے پیچھے نماز ادا کر لیں اور "توہین سنت" و "عشق ولذۃ اندوزی بدعت" کے وبال و عذاب سے بچیں۔ (وَأَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ۔ آمین۔!)

"نماز عید سے پہلے وعظ و نصیحت ایک مصلحت

آسمیر رواج ہے، نہ سنت ہے اور نہ بدعت"

۵۳۔

نماز عید سے پہلے وعظ و نصیحت یا نعت خوانی وغیرہ بھی اس "خالی صباح وقت" کو ذکر و عبادت میں گزارنے کے لئے ایک مصلحتہ آسمیر

رواج ہے، سنت سے ثابت نہیں، لیکن بدعت بھی نہیں۔ ہاں! اگر جہالت سے ضروری سمجھا جا رہا ہو تو پھر اس کے بدعت ہونے کا اعلان ضروری ہو گا۔

عَنْ جَابِرٍ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْدَاءً بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ("البخاری" کتاب العیدین باب المشی والركوب

الی العید بغیر اذان ولا اقامہ ص ۱۳۱، ج ۱۔ طبع کراچی) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے نماز کو خطبہ سے پہلے شروع فرمایا۔

لہذا حسن تدبیر سے لوگوں کی عادت بدلنے اور اصل مسئلہ پر عمل کرنے کا طریقہ واضح کر کے سنت قائم کرنے کے لئے عید گاہ میں پہنچ کر فوراً نماز شروع کر دینی چاہیے۔!

"نماز عید کا طریقہ"

۵۵۔ نماز عید کا طریقہ یہ ہے کہ "دور کعت نماز عید واجب مع شش تکبیرات زائدہ کی نیت کر کے امام کے ساتھ پہلی تکبیر پر ہاتھ باندھ کر حسب دستور سبحنک اللہم آخر تک پڑھ لیں۔ پھر دوسری اور تیسری تکبیر پر ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر ہاتھ باندھ لیں۔ اب امام سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورۃ پڑھ کر پہلی رکعت پوری کرے گا، دوسری رکعت میں امام جب فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ لے تو اس کے ساتھ تینوں تکبیرات میں ہاتھ چھوڑ دیں

اور جو تھی تکبیر پر بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع کر لیں۔ پھر باقی ارکان سمیت دوسری رکعت پوری کر کے نماز سے فارغ ہو جائیں اور بعد از نماز حسب دستور دعا بھی مانگ لیں۔! **"نماز عید کے بعد خطبات"**

۵۶۔ نماز عید کے بعد دو خطبات سنت ہیں۔ جمعہ کی طرح نماز کی شرط نہیں۔ لہذا اگر کسی خطیب نے خطبہ نہ پڑھا۔ یا نماز سے پہلے پڑھ ڈالا تو اس سے نفس نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا؟ واجب ادا ہو جائے گا؟ لیکن ترتیب بدلتا خلاف سنت اور موجب گناہ ہے۔!

خطیب عید کے لئے تکبیرات عید پڑھنا مستحب ہے۔

۵۷۔ خطیب عید کے لئے پہلے خطبہ کے شروع میں نور تہ اور دوسرے خطبہ کے شروع میں سات مرتبہ تکبیر عید پڑھ لینا مستحب ہے، تکبیر یہ ہے۔
اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ۔

اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں، اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہر قسم کی تعریف ہے۔!

۵۸۔ خطبہ عید میں صدقہ و نماز عید سے متعلق احادیث شریفہ اور

اقوال ازواج و اصحاب رسول علیہم السلام والرضوا ان پڑھ کر بعد میں ان کا ترجمہ ہی سنا دینا چاہیے تاکہ ہر شخص مسائل و احکام سے واقف ہو جائے اور جس نے ابھی صدقہ نہ دیا جو وہ بھی ادا کر لے۔! ۱۰۔

۵۹۔ امام خطبہ مسنونہ و ماثورہ پڑھے تو مقتدری اویب اور خاموشی سے سنیں، خطبہ کے بعد دعا ثابت نہیں اس لئے امام کو فارغ ہونے ہی مصلیٰ سے ہٹ کر ایک طرف ہونا چاہیے، تاکہ لوگ بھی بآسانی فارغ اور منتشر ہو جائیں۔! اسی طرح نمازیوں کا ایک دوسرے کو یا امام کو سلام اور مصافحہ و معافہ کرنا اور عید کی مبارک دُعا بھی ثابت نہیں۔ بناء برزق خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد خاص طور پر امام کے ساتھ مصافحہ و معافہ کے لئے نماز کی صفوف توڑنا، گردنیں پھلانگنا، جلدی اور تیزی سے لپکنا اور اسے ضروری سمجھ کر دوسروں سے سبقت کر کے سلام، مصافحہ، معافہ اور عید کی مبارک باد دینے کی جبری کوشش کرنا۔ قطعاً غلط اور خلاف سنت اور اس کو ضروری سمجھنا بالکل مکروہ اور بدعت ہے لہذا اس جام، غلط اور غیر مسنون عمل سے بہ حد آخر بچنے کی سعی کرتے رہنا چاہیے۔!

"نماز سے فارغ ہو کر وعظ کرنا سنت سے ثابت ہے۔"

۶۰۔ نماز و خطبہ سے اول وقت میں فارغ ہو کر حسب گنجائش تقریر اور وعظ کرنا جائز اور صحیح حدیث شریف سے ثابت ہے۔!
وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) : أَنَّ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَامَ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدَ، فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَاتَى النِّسَاءَ فَذَكَرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى بِلَالٍ وَبِلَالٌ بَاسِطٌ ثَوْبَهُ، تُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ صَدَقَةً.

("البخاری" کتاب العیدین ص ۱۳۱ ج ۱ طبع کراچی)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو پہلے نماز پڑھی، پھر اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا، پھر اللہ کے نبی فارغ ہوئے تو منبر سے اترے پھر عورتوں کے پاس تشریف لائے تو انہیں وعظ و نصیحت فرمائی۔ اس اثناء میں آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور بلال نے کپڑا پھیلا رکھا تھا، جس میں عورتیں صدقہ ڈال رہی تھیں۔

۶۱- اس سے معلوم ہوا کہ پہلے نماز، پھر عربی خطبہ اور ضرورت ہو تو پھر وعظ کا سلسلہ ہونا چاہیئے۔ اور جن لوگوں نے صدقہ نکال تو لیا ہو لیکن نماز سے پہلے کسی خاص شخص کو نہ دیا ہو اور "اسلامی بیت المال" کے اصول کے مطابق کسی معتمد اور خالص دینی جماعت اور قومی مہم کے کارپردازوں کے سپرد کرنا چاہیں تو حضور علیہ السلام کے عمل مبارک کی روشنی اور پیروی میں نماز و خطبہ اور وعظ کے بعد ان سے وصول کر لینا چاہیئے۔ یہی ترتیب مسنون و افضل

اور قابل اتباع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق خیر، شوق پیروی کتاب و سنت اور راحت و حسن خاتمہ نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

"نماز عیدین" ("عید الفطر" و "عید الاضحی") کے

چند ضروری مسائل

۶۲- "عید الفطر" یا "عید الاضحی" میں سے کسی عید کی نماز شروع

ہو گئی، امام پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور تین تکبیرات زائدہ سے فارغ ہو کر قرآن شروع کر رہا تھا کہ اتنے میں کوئی شخص آکر نماز میں شریک ہوا تو وہ نیت باندھ کر فوراً حسب دستور ہاتھ اٹھاتے ہوئے تینوں تکبیرات زائدہ کہہ لے، ابتداء میں رہی ہوئی تکبیرات اداء ہو جائیں گی۔!

۶۳- نماز عید شروع ہونے کے بعد اگر کوئی شخص امام کو پہلی

رکعت کے رکوع میں آکر ملا۔ اور اس کا غالب گمان یہ ہے کہ نیت باندھ کر جلدی جلدی تین تکبیرات زائدہ پڑھنے کے باوجود وہ امام کے رکوع میں شریک بھی ہو جائے گا اور اسے پوری پہلی رکعت مل جائے گی تو ایسی حالت میں وہ شخص بچائے کھڑے ہو کر تکبیرات کہنے کے فوراً رکوع میں چلا جائے اور تاکیدی احکام کی بناء پر رکوع کی تسمیحات کی جگہ ہاتھ اٹھائے بغیر یہی عید کی تین تکبیرات کہ لے (انشاء اللہ) تکبیرات کے ضمن میں رکوع کی تسمیحات بھی اداء ہو جائیں گی اور اسے مکمل پہلی رکعت کا ثواب بھی مل جائے گا۔

۶۴۔ اگر پہلی رکعت کے رکوع میں پلٹے والے مقتدی نے رکوع میں جا کر ابھی ایک یا دو تکبیرات ہی کھیں کہ اتنے میں امام نے قوسہ کے لئے سر اٹھایا تو مقتدی تکبیرات پوری کرنے میں نہ ٹارہے بلکہ امام کے ساتھ ہی سر اٹھالے۔ اس صورت میں جو تکبیر رہ گئی وہ معاف ہوگی!

۶۵۔ اگر کسی شخص کی نماز عید میں پہلی رکعت فوت ہو گئی تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اتباع امام، طریق مسنون اور اصل ترتیب کے مطابق پہلے تکبیرات کر کر پھر قراۃ پڑھے، کیونکہ اس طرح یہ تکبیرات دو رکعت کے درمیان ایک نئی حد فاصل اور خلاف معمول اضافہ کی شکل اختیار کر لیں گی اور ربی نبوی تکبیرات ادا کرنے کی یہ ضرورت کسی حدیث سے اور کسی فقہی مذہب میں ثابت نہیں۔ لہذا اس شکل میں نماز کی ایک نئی صورت سے بچنے کے لئے بظاہر تکبیرات قضاء کرنے کے مشورہ طریقہ کے خلاف حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے مقتدی کو چاہیے کہ امام کے سلام کے بعد فوت شدہ پہلی رکعت پوری کرتے وقت نماز عید کی دوسری رکعت کی ترتیب کے مشابہ انداز میں سب سے پہلے سبحانک اللہم، فاتحہ اور سورۃ پڑھے اور پھر حسب دستور باتھ اٹھائے ہوئے تین تکبیرات زائدہ کر رکوع میں چائے اور بقیہ احوال کے ساتھ رکعت پوری کر لے۔ فقہ حنفی کے اس فتویٰ کے مطابق انشاء اللہ فوت شدہ رکعت بھی پوری ہو جائے گی اور ربی نبوی تکبیرات بھی ادا ہو جائیں گی۔ اور کسی حدیث اور فقہی مسلک کی مخالفت بھی لازم نہیں آئے گی۔

۶۶۔ اگر امام نماز عید کی پہلی رکعت کے شروع میں خود ہی تکبیرات کھنا بھول گیا اور رکوع میں یاد آیا تو اب صرف تکبیرات کھنے کے لئے اسے دوبارہ قیام کی طرف لوٹنا ضروری نہیں، بلکہ مقتدی کے مسئلہ کی طرح، وہ رکوع میں ہی باجمہ اٹھائے بغیر تسبیحات سے پہلے تکبیرات بھی کھ لے۔ وہ ادا ہو جائیں گی اور اگر امام اٹھائے تکبیرات کھنے کے لئے دوبارہ قیام کر لیا تو صرف تکبیرات عید کی اہمیت و خصوصیت اور ان کے تاکید فی احکام کی بدولت ایسا قیام جائز ہوگا اور نماز عید فاسد نہ ہوگی۔ (رد المحتار - کشاف)

۶۷۔ اگر کوئی شخص نماز عید باجماعت نہ پڑھ سکے تو اب قضاء نہ کرے۔ بلکہ اس کی جگہ چار رکعت نماز چاشت پڑھ لے، باقی ضرعی عذر کی وجہ سے نماز رہ گئی تو معاف ہے ورنہ وہ شخص گناہ گار ہوگا۔ اس کو استغفار کرنا چاہیے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ، الْقَائِدِ
الْاَعْظَمِ النَّبِيِّ وَالْمُرْسَلِيْنَ، رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ، خَاتَمِ
النَّبِيِّ وَالْمُرْسَلِيْنَ، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا اَبِي الْقَاسِمِ
"مُحَمَّدٍ" الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ الْاَمِيْنِ. صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَاَزْوَاجِهِ وَاَوْلَادِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ

وَأَتْبَاعِهِ أَجْمَعِينَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ الْمُؤْمِنِينَ بِاللَّهِ
وَرَسُولِهِ وَكِتَابِهِ وَأَصْحَابِ النَّبِيِّ وَأَزْوَاجِهِ وَأَهْلِ
بَيْتِهِ الْكَامِلِينَ.

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ.
وَتُبَّ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ. بِجَاهِكَ
وَطُفَيْلِ نَبِيِّكَ وَرَسُولِكَ وَعَبْدِكَ وَحَبِيبِكَ
وَخَلِيلِكَ مُحَمَّدٍ. صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَبَرَكَاتِهِ
دَاصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَأَوْلَادِهِ أَجْمَعِينَ. بِرَحْمَتِكَ يَا
أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ. آمِينَ. ثُمَّ آمِينَ. ثُمَّ آمِينَ.



خُطْبَةُ عِيدِ الْفِطْرِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ. الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

أَلْهَمَهُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ
هَدَانَا اللَّهُ. وَمَنْ عَلَّمَنَا بِكَمَالِ الدِّينِ وَإِكْتِمَالِ التَّجَمُّعِ وَحَقِّ التَّبَوُّعِ
وَالْتَّوَرِيعِ بِالْخِلَافَةِ وَالتَّيْلُغِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِصْبَاءِ لَنَا
بِالشَّرِيعَةِ الْخَيْرِيَّةِ السَّمْحَةِ الْخَيْرَةِ. فَلَا تَعْبُدُوا وَلَا تَسْتَعِينُوا إِلَّا بِإِذَاءِ
اللَّهِ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
وَلِلَّهِ الْحَمْدُ.

وَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ فِي الْخَلْقِ وَالْأَمْرِ. وَ
تَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَسَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ سَيِّدُ
وَلَدَانَا قَائِدُ الْمُرْسَلِينَ وَالْعِمْرُ الْمُحَجَّلِينَ. وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ
بَعْدَهُ وَلَا رَسُولَ بَعْدَهُ وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ أُمَّتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَأَتْبَاعِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ وَأَتْبَاعِهِ أَجْمَعِينَ. اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ.

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ.

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا. فَقَالَ: مَا
هَذَا يَوْمَانِ؟ قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ. فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَبَدَ لَكُمْ اللَّهُ بِهِمَا

خَيْلًا مِنْهُمَا يَوْمَ الْأَصْحَى وَيَوْمَ الْفَيْصِ - (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ رُحَاجَةً
الْمُصَابِيحَ - ج ١ ص ١٢)

۴. وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ، أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ. عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ وَالْحُرِّ وَالْعَبْدِ مِمَّنْ يَمُوتُونَ. رَوَاهُ الدُّرُوطِيُّ. (مُجَابَّة ج ۱ ص ۵۵)

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ طَائِفًا مِنْ أَصْحَابِهِ - أَنَّ صَدَقَةَ الْبَيْطَرِ حَقٌّ وَأَجِبَتْ مُدَّانٍ مِنْ قَمِيحٍ أَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ أَوْ تَمْرٍ - رَوَاهُ الْحَافِظُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ وَصَحَّحَهُ وَرَوَى الْبُزْ أَيْضًا حَقٌّ (أُجَابَةُ ح ١٢٥)

وَعَنْهُ أَيْضًا فِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَأَمْرُهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ
النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ. (رُجَاة: ج ١ ص ١٠٠)

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، وَكَانُوا يَعُطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ
بِیَوْمِ أَوْ كَوْمَیْنِ - رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ: (المجلد، ج ۱ ص ۵۱)

٥- وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ لِلصَّيَامِ مِنَ النَّعْوِ وَالرَّقِيقِ وَطَعْمَةً لِلسَّائِكِينَ مِنْ أَذَاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فِيهِ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ وَمَنْ أَذَاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ - (ابن كثير، باب زكاة الفطرة)

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
بِاللَّهِ الْحَمْدُ

٦- وَعَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، قَالَ رَوَى
الْبُخَارِيُّ أَنَّ اللَّهَ عَلَّمَهُ وَسَامَاتِ هَذِهِ الصُّدُفَاتِ اِثْنًا هِجَاءً أَوْ سَاخَ
الثَّانِي وَاِثْنًا ثَلَاثًا ثَوَّلًا لِحَسْبِ وَكَوْنِ الْوَلَدِ الْحَسَنِ. وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ أَبِي حَتْمٍ وَابْنُ

وَاللَّهُ الْحَمْدُ.

وَعَنْ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمَ يَوْمَ الْأَضْحَى حَتَّى يُصَلِّيَ . رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَابْنُ أَبِي حَتْمَةَ جَمِيعًا (٣٩٩)

وَعَنْ النَّسَائِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَغِدَ وَيَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ ثَمَرَاتٍ وَيَأْكُلُ لَهْنًا وَنَبَا.
رَوَاهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو جَعْفَرٍ مَعَهُ أَنَّ اللَّهَ أَكْبَرَ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ
اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لِلَّهِ الْحَمْدُ.

٨- وَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدِهِمْ
يَعْنِي يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهَى بِهِمْ مَا لَا يَكْتُمُ فَقَالَ: يَا مَلَأْتُكُمْ مَا جَاءَ

أَجِيرٌ فِي عَمَلِهِ؟ قَالُوا: رَبُّنَا جَزَاءُهُ أَنْ يُؤْتِيَ الْجُزْءَ، قَالَ: مَلَأْتُكُمْ
عَيْنَيْ دِي وَإِيمَانِي فَصَلُّوا فَرِيضَتِي عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرُّوا يُعْجُونَ إِلَى الدُّعَاءِ
وَعَزْفِي وَجَلَالِي وَكَرَمِي وَعُلُوِّي وَأَرْتِقَاءِ مَكَانِي لِأَجِبَتُهُمْ يَقُولُ
ارْجِعُوا قَدْ غُفِرَ لَكُمْ وَبَدَأْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ، قَالَ:
فَاِجْعَلُونِ مَغْفُورًا اللَّهُمَّ. (رواه البيهقي) خُطْبَاتُ الْحَكَمَةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَيْهِ خُطْبَتُهُ عِنْدَ الْفَتْحِ مِنْ طَبِيعِ كَرَامَتِهِ. (الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر
الله أكبر والله أكبر والله الحَمْدُ).

٩- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ، صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. الْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ يَأْتِي
أَذَانٌ وَلَا إِمَامَتَيْنِ. (رواه مسلم) (تجاجة) اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ.

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يخرج يوم الفطر يوم الأضحية إلى المصلى. فأول شيء يركبها. الصلوة. ثم ينصرف فيقوم مقابل الناس والناس جلوس على صفوفهم فيعظهم ويوصيهم ويأمرهم. وإن كان يريد أن يقطع بعثا قطعا أو يأمر بشيء أمر به. ثم ينصرف. (مشفق عليه، راجع معناه) الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد.

١- وعن جابر رضي الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا كان يوم عيد خالت الطريق. (رواه البخاري راجعاً) ج ٢ ص ٢٩٩

وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا خرج يوم العيد في طريق رجع في غيره. (رواه الزبيدي والدارقطني راجعاً) ج ٢ ص ٢٩٩ الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد!

١١- وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم فطر فصلى ركعتين لم يصل قبلها ولا بعدها ثم أتى النساء ومعه بلال رضي الله تعالى عنه فأمرهن بالصدقة فجعلت المرأة تلقي خبزها وسجاتها. (ابن الأثير كتاب الصلاة ١٢، طبع كراچی)

١٢- وعن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما يقول: إن النبي صلى الله عليه وسلم قام يوم الفطر فصلى قبل الصلاة قبل الخطبة

ثم خطب الناس، فلما فرغ بيى الله صلى الله عليه وسلم نزل قائم النساء قد كرهن وهو يتوكأ على يدي بادل رضي الله تعالى عنه ولا بادل بأبسط ثوبه تلقي النساء فيه الصدقة، قال: تلقي المرأة فتعجب. (الخطبة ج ٢ ص ٢٩٩) الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر ولله الحمد!

١٣- وعن يزيد بن البراء (بن عازب) رضي الله تعالى عنهما عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم نزل يوم العيد قوساً خطب عليه (ابن الأثير كتاب الصلاة ١٢) الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد!

١٤- وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أنه أصابهم مطر في يوم عيد فصلى بهم النبي صلى الله عليه وسلم صلاة العيد في المسجد. (ابن الأثير كتاب الصلاة ١٢) الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد!

١٥- وعن أبي عمير بن النسي عن عموته أنه من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم رضي الله عنهم أن ركباً جاءوا إلى النبي صلى الله عليه وسلم يشهدون أنهم رأوا الهلال بالأمس فأمرهم أن يفتطروا وإذا أصبغوا أن يفتطروا إلى مصالهم. (ابن الأثير كتاب الصلاة ١٢) الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله والله أكبر الله أكبر ولله الحمد!

بارك الله لنا ولكم في القرآن العظيم، ونفعنا وإياكم بالآيات والذكريات الحكيم. استغفر الله لي ولكم وللسائر المسلمين، فاستغفروا، إنه هو الغفور الرحيم.

الخطبة الثانية

عن أبي بكر بن محمد بن عمرو بن نافع عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا كَمَا أَمَرَ. وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ إِرْغَامًا لِلَّذِينَ جَحَدُوا بِهِ وَكَفَرُوا. وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَسَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا وَقَائِدَنَا الْأَعْظَمَ وَالرُّسُولَ الْأَفْخَمَ مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ وَسَيِّدَ الْخَلَائِقِ وَالْبَشَرِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ الَّذِينَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرَبَاءِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ وَهُمْ مَفَاتِيحُ الرَّحْمَةِ وَمَصَابِيحُ الْغُرُرِ. أَمَّا بَعْدُ! قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ص ٢٢٣ ع ٤٠)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ بِهِمَا عَلَيْهِ عَشْرًا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

قَالَ لَهُمْ صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَصَحْبِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَأَوْلَادِهِ وَزُرِّيَّاتِهِ وَاتَّبَاعِهِ وَبَارَكَ وَسَلِّمَ أَجْمَعِينَ خُصُوصًا فَهُمْ عَلَى مَنْ قَالَ فِي حَقِّهِمُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللَّهِ عُمَرُ. وَأَحْيَاهُمْ عُثْمَانُ، وَأَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ، وَقَالَ فِي الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصَلِّحَ بِهِ بَيْنَ قَتْلَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ. وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَحْكَمُ أُمَّتِي وَأَجْوَدُهَا أَوْ كَمَا قَالَ ثُمَّ السَّلَامُ عَلَى أَصْلِ أَهْلِ بَيْتِهِ وَأَزْوَاجِهِ الْبُطَهْرَاتِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ سَيِّدَتِنَا أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ

خَدِيجَةَ الطَّاهِرَةِ الْكُبْرَى إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ
وَأَفْضَلِ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ حَبِيبَةِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
سَيِّدَتِنَا أُمِّ عَبْدِ اللَّهِ عَائِشَةَ الصِّدِّيقَةِ الْخَيْرَاءِ سَلَامُ
اللَّهِ وَرِضْوَانُهُ عَلَيْهِمَا وَعَلَيْهِمَا أَجْمَعَيْنِ - وَعَلَى أَبْنَاءِهِ
الْكَرَامِ سَيِّدِنَا الْقَاسِمِ وَعَبْدِ اللَّهِ الطَّيِّبِ الطَّاهِرِ وَ
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى بَنَاتِهِ الْكَرَامِ سَيِّدَتِنَا زَيْنَبَ وَرُقَيْيَةَ وَ
أُمِّ كُلْثُومٍ وَفَاطِمَةَ وَعَلَى أَحْقَادِهِ الْكَرَامِ سَيِّدِنَا عَلِيِّ
بْنِ أَبِي الْعَاصِ وَأُمِّ يَحْيَى أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي الْعَاصِ
وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ وَالْحُسَيْنَ وَالْحُسَيْنَ ابْنَيْ عَلِيٍّ
رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ وَعَلَى عَمَّتَيْهِ الشَّرِيفَتَيْنِ
الْمُعَظَّمَتَيْنِ عِنْدَ اللَّهِ وَالنَّاسِ سَيِّدَتِنَا أَبِي عُمَارَةَ حَمْرَةَ
وَأَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ وَعَلَى السَّبْتَةِ الْبَاقِيَةِ مِنَ الْعَشْرَةِ
الْمُبَشَّرَةِ سَيِّدِنَا طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ وَالزُّبَيْرِ بْنِ
الْعَوَّامِ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي

وَقَاصٍ وَسَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ وَأَبِي عُبَيْدَةَ غَامِرِ بْنِ الْجَرَّاحِ
وَعَلَى سَائِرِ الصَّحَابَةِ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ الْأَبْرَارِ الْأَخْيَارِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقَرَارِ
رِضْوَانُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ - رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي
قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ
اللَّهُمَّ أَنْصِرِ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِينَ بِالْإِمَامِ وَالْخَلِيفَةِ
الْحَادِلِ - اللَّهُمَّ أَنْصِرْ مَنْ تَصَدَّقَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ تَعَادَلُوا عِبَادَ
الَّذِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ تَعَادَلُوا عِبَادَ
اللَّهِ رَحِمَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ
وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ
يَعْظُمُ لَعْنُكُمْ تَذَكَّرُونَ
وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

أَحْكَامُ عِيدِ الْأَضْحَى

نماز عید الاضحیٰ، قربانی، قیمت چرمہائے قربانی، صدقہ الفطر اور زکوٰۃ و عشر وغیرہ دیگر سداقت واجبہ کے مصارف اور ان سے متعلقہ قابل قدر تصحیح و اضافہ شدہ بہت سے احکام و مسائل کی با عبارت و با حوالہ مستند و مدلل تحقیق۔ نیز عوام، طلبہ اور ائمہ و خطباء کی دینی و تبلیغی ضروریات میں انتہائی کارآمد و مفید، قابل اعتماد و موجب اطمینان تفصیل و تشریح

تالیف

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا

سید ابومعاًویہ ابوذر بخاریؒ



تقدیم

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى
سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَقَائِدِنَا الْأَعْظَمِ وَالنَّبِيِّ الْأَكْرَمِ وَالرَّسُولِ
الْأَفْخَمِ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمِ الْمَعْصُومِينَ
مُحَمَّدٍ الْمَبْعُوثِ لِتَتِمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ وَإِظْهَارِ دِينِ
الْحَقِّ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا وَلَا نَبِيَّ وَلَا رَسُولَ بَعْدِهِ. وَعَلَى
أَصْلِ أَهْلِ بَيْتِهِ أَرْوَاجِهِ الْمُظَهَّرَاتِ أُمَمَاتِ الْمُؤْمِنِينَ
وَأَوْلَادِهِ وَأَصْحَابِهِ خُصُوصًا عَلَى خُلَفَائِهِ الرَّاشِدِينَ
الْعَادِلِينَ الْهَادِينَ الْمُهْتَدِينَ الْمُهْدِيِّينَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ
وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَحَسَنَ وَمُعَاوِيَةَ الَّذِينَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ
الْعُرَبَاءِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ وَهُمْ كَالنَّجُومِ فِي
السَّمَاءِ لِلْإِقْتِدَاءِ وَالْإِهْتِدَاءِ وَهُمْ الَّذِينَ أَوْفَوْا عَهْدَهُ.

اما بعد۔

۱۔ یوں تو ساری زندگی ہی اتفاقات کا مجموعہ ہے لیکن انسان کو انفرادی اور ذاتی طور پر جو معاملات بالکل اچانک یا بہت انتظار و تاخیر کے ساتھ پیش آتے ہیں ان کے اتفاقات ہونے اور پوری زندگی پر ہلکائی کم اور دیرپا، زیادہ گہرا اثر

ڈالنے کا احساس سب چیزوں سے بڑھ کر نمودار اور پیدا ہوتا ہے چنانچہ مجھ فقیر کی ساری زندگی ہی ایسے اتفاقات کا "موجب حیرت سراپا" اور "باعث عبرت مجسمہ" ہے خصوصاً میرے تعلیمی و تبلیغی حالات اور ان سے بھی زیادہ تحریری و تصنیفی معاملات زبردست تغیرات اور حوادث کا آئینہ ہیں۔

۲۔ زیر نظر کتاب نما رسالہ کا اصل مواد اور مضمون سیدی و سندھی و آبی حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری دور میں میرے فکر کا محور بنا ہوا تھا۔ چنانچہ اس مضمون پر جیسا کہ آئندہ صفحات میں اس رسالہ کی پہلی مختصر سی تقدیم و تہدید کی شکل میں نظر آئے گا کچھ لکھنے سے پہلے مخالفین و معترضین اسلام کے متعلق تھوڑی سی تنقید و تردید کا ایک خاکہ اور حیولی بھی ذہن سے کاغذ پر منتقل ہو چکا تھا جس کی حیثیت علماء کرام کی مفصلہ کتب و مضامین کے مقابلہ میں تو صرف اظہار جذبات و خیالات سے زیادہ نہیں، تاہم دین حق کے متعلق شدت احساس و تاثر کی برکت سے قربانی کے موضوع پر کتاب و سنت کی روشنی میں کچھ مثبت انداز اور استدلال کے ساتھ احکام و مسائل ضروریہ کا ایک مناسب مجموعہ مرتب کرنے کا موقع میسر آگیا اور آج سے تقریباً تیس برس پہلے اپنی بساط کے مطابق اسے کتابی شکل میں شائع کرنے کی صورت بن گئی اس کے بعد درجنوں مضامین اور بیسیوں رسائل و کتب تالیف ہو کر شائع ہو گئے، مگر وہی اتفاقات کا سلسلہ اس کی مکرر اشاعت کے راستہ میں پہاڑ بن کر سامنے آگیا۔ لیکن اس کی کتابی شکل میں شائع کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا تو کچھ عرصہ بعد فوری ضرورت

عزائم کی روح کے سہارے پر لادینی کے ماحول میں گنتی کے چند افراد کو ہی سہی؟ مگر کچھ متاثر اور متوجہ کرنے میں کچھ کارگر اور نسبتہ کامیاب تو ہوئی ہے؟ جس سے متوکل علی اللہ مستقبل میں باہمی فکری اور تحریری ربط اور اس کے ذریعہ سے بہ قدر ممکن اصلاح کی کچھ امید پیدا ہوئی اور اس سلسلہ میں کچھ سلیقہ، ترتیب، ہمت اور محنت کرنے کی انگلی بھی دل و دماغ میں بیدار ہوئی اور مزید حوصلہ اس وقت پیدا ہوا جب دین اور علم دین کے نمائندہ کسی مدرسین و مبلغین اور علماء نے بھی کہیں سے یہ رسالہ دستیاب ہونے پر یا میا کئے جانے پر میری علمی حیثیت سے زیادہ اور ریاہ و رقابت بلکہ حسد و عداوت کے اس سراپا فتن اور سنگین و قاتل دور میں میری معمولی سی امید و توقع سے بہت ہی زیادہ اس کی تعریف و تحسین اور میری بے حد تسبیح و قدر افزائی کا مظاہرہ کیا تو اس سے یہ احساس ابھرا کہ کسی دنیا دار اور دین کے اصول و فروع سے بے خبر رسمی تعلیم یافتہ کا کسی دینی تحریر کے متعلق کوئی اچھا اظہار خیال؟ تحسین ناشناس" سے زیادہ کوئی حقیقت اور حیثیت نہیں رکھتا؟ لہذا جب دین سے علم و عمل کا تعلق رکھنے والے کچھ لوگ اس کے متعلق کسی درجہ میں تعریف، تصدیق کا انداز اختیار کریں تو پھر اسے بالکل بجا طور پر "تحسین حق شناس" کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور ان کا یہ احساس و تاثر میری امید و توقع کے خاموش سوال کا بہت بہترین بولتا ہوا جواب ہے اور میری یہ معمولی سی فکری کاوش اور تحریری خدمت کسی بھی مسلم و مومن کے لئے ذریعہ ہدایت و نصیحت اور وسیلہ قرب دین و علماء حق تو بنی رہے گی، لیکن ان شاء اللہ کسی عام بے علم، یا دنیاوی علم والے دین سے اصولاً بے حسد مسلمان کا کسی کا باعث اور دین و اہل دین سے مزید نفرت و

عداوت کا سبب نہیں بنے گی!

۳۔ مذکورہ واقعات و تاثرات کے پیش نظر پوری امید تھی اور قلبی طور پر مکمل عزم بھی تھا کہ جب یہ رسالہ نسبتہ بہتر اور مفید ثابت ہوا ہے اور اس کی مقبولیت کے کچھ آثار بھی پیدا ہو رہے ہیں؟ تو پھر اسے مسلسل اور خصوصاً ماہ ذوالحجہ اور عید الاضحیٰ کی مناسبت سے ہر سال لازماً شائع کر کے عوام کے لئے فکری اور تحریری تبلیغ کا بیش از بیش انتظام کرتے رہنا چاہیے۔ لیکن ساری مخلوق کے بس سے باہر وہی تقدیری اتفاق کا معاملہ ہر سال اور ہر نئے عزم کے موقع پر اتنی قوت و شدت کے ساتھ پیش آتا رہا کہ رسالہ کی تو دور کی بات ہے؟ صرف دوبارہ اشاعت سے بھی ظاہری طور میں ایک حد تک مایوس ہو گیا۔ اور مزید تشویش کا پہلو یہ تھا کہ اس کی کوئی نئی اشاعت تو منظر عام پر آئیں ہی تھی اور مکتبہ کے ذخیرہ میں پرانی اشاعت کے نسخہ بھی موجود نہیں تھے کہ جنہیں محدود ترین انداز میں اہل ضرورت تک پہنچا کر ہی نفس تبلیغ اور اپنے جذبہ دعوت و تبلیغ کی کچھ تسکین کر لی جائے، بہر کیف اپنی فطرت و طبیعت اور عادت و معمول کے مطابق میں اس "بیم و رہا" کی حالت میں بھی نہ اس کی اشاعت سے حقیقتاً مایوس اور اس کی فکر سے خالی اور بہ قدر ممکن تدبیر و انتظام سے کلیتہً مستغنی ہو کر نہیں ہوا بلکہ میں نے مسلسل سوچ بچار اور مشورہ و تجویز کا شغل جاری رکھا۔ کیونکہ تبلیغ دین کی شرعی ضرورت و اہمیت اپنی جگہ بالکل مسلمہ اور ناقابل تردید مسئلہ ہے۔ لہذا اس کے متعلق تو جذبات و عزائم محمد اللہ روز اول کی طرح ہی بیدار تھے! لیکن اس موضوع پر اپنی ناقص اور کمزور استعداد کے

مطابق میں نے ایک متمسک دینی طالب علم کی حیثیت میں اپنی ہمت سے کہیں زیادہ بڑھکر جو قدم اٹھایا تھا اور جس جذباتی بلکہ تحریکی انداز میں اس کی تالیف و ترتیب میں زبردست محنت کی تھی اور اس کے "ہنگامی نقصان" یا دائمی نزیان کا تصور کر کے رسالہ کے دوبارہ اشاعت کے لئے رد عمل کے طور پر جو کیفیت میرے دل و دماغ پر مسلط تھی اس کو میں کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ صرف کچھ عرصہ نہیں بلکہ زندگی کی ایک بہت بڑی مقدار کو ختم اور مضمر کر جانے والے اور سینکڑوں آفات و حوادث پر مشتمل پورے تیس برس یعنی قریباً ربع صدی کے طویل و عریض زمانہ کی نہ ختم ہونے والی فلم ول و دماغ پر نقش ہے جو اسی ادھیڑ پن میں اور اس کی دوبارہ اشاعت اور اس کے لئے ضروری اصلاح و تیسح اور ترمیم و اضافہ کی توفیق بدی نصیب ہونے کی بہ عز و خلوص دعاء کرتے ہوئے طوعاً و کرہاً گزار دینا پڑا۔ اور اگرچہ لادین شاعری میں بہ طور عقیدہ بیان کئے جانے والے غلط محاورہ کے مطابق کہ دعاء کو اثر کے ساتھ ازلی وابدی دشمنی ہے"؟ کہ

آخر تو دشمنی ہے دعاء کو اثر کے ساتھ

لیکن کتاب و سنت سے مستفاد الہامی اوب و شر کا جو بنیادی عقیدہ اور قانون موجود و مجرب ہے کہ پاک صاف جسم درد اور پاکیزہ نیت اور خلوص و استقلال کے ساتھ دعاء جاری رکھی جائے تو پھر دنیا والوں کو اپنے کفریہ عقائد اور اعمال شیطانیہ کی خباثت و نموست کے باعث سے دعاء کی اثر کے ساتھ جو ظاہری دوری اور عداوت ہے وہ بفضل اللہ قرب و محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے کیونکہ فرمایا گیا ہے

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۖ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝

اور اے نبی جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو یقین رکھیں کہ میں ان کے نزدیک ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے بلائے تو میں اس کی پکار سن کر مان لیتا ہوں اس لئے ضروری ہے کہ میرے بندے میرے حکم مانتے رہیں اور مجھ پر ایمان و یقین رکھیں۔

چنانچہ چھ ماہ پہلے وہ بابرکت گھڑی آگئی جس میں قبول دعاء کے آثار جھلک رہے تھے کہ میرے دل میں اس سال ذوالحجہ تک اس رسالہ کو بہر حال اور بہ انداز دوبارہ مرتب اور شائع کرنے کا داعیہ اٹل ارادہ میں اور چند روز پہلے ارادہ فوری جدوجہد میں تبدیل ہو گیا اور سبب حقیقی نے میرے بیمار و کمزور اور روز بروز معذور ہو جانے والے جسم اور ول و دماغ میں اس ارادہ کی تکمیل پہلے بالکل خلاف توقع قوت و حرکت پیدا فرمادی اور جو کام اتنے لمبے عرصہ بالکل معلق و ملتوی ہو کر کالعدم بن چکا تھا اس لئے بالکل تھوڑے سے وقت میں رب ہی و قیوم کے خاص حکم و عنایت کے نتیجہ میں ایک زندہ تحریری وجود کی شکل اختیار کر لی۔ جو آئندہ اوراق میں آپ کے پیش نظر ہو رہا ہے۔ یَبْدِئُ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ

۴- آج تین سال پہلے شائع ہونے والے رسالہ "احکام عید الفطر" کی طرح لیکن اس کی داستان اشاعت سے زیادہ عجیب اور حیرت انگیز اتفاق ہے کہ اس کا "ہم مقصد اور کچھ مختلف العنوان رسالہ "احکام عید الاضحیٰ" کے نام سے زندگی

میں تیسری بار بڑے زبردست فکر و عزم، لگن، محنت اور انتظام و ہمتام کے ساتھ دائرہ وجود میں نمودار ہے اور منصف شہود پر جلوہ لگن ہے۔ موضوع و مضمون تو اللہ تعالیٰ کی ذات اور دین حق کی طرح ازلی ہے اور احکام و مسائل کی تفصیلات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج و اصحاب رسول علیہم السلام کی طرح ڈیڑھ ہزار سال پرانی اور ختم نبوت کے عقیدہ کی طرح ابدی اور دائمی ہیں۔ البتہ حروف و الفاظ، کلمات و فقرات و عبارات اور استدلال و تطبیق کا سارا تانا بانا میرے حادث و فانی وجود کی طرح اس ربع صدی کی انسانی مخلوق ہے! لیکن اس بار اس میں یہ سب سے بڑا فرق و امتیاز ظاہر ہے کہ سابقہ دو اشاعت کے مقابلہ میں یہ تیسری اشاعت بہت اہم ترین تفسیری، حدیثی، فقہی اور تاریخی اضافہ، پہلے سے زیادہ قوی و مستحکم استدلال و تطبیق ہے حد ضروری اصلاح اور لازمی ترمیم و تنسیخ کے بعد منظر عام پر آرہی ہے۔ جس سے اس کا افادہ اور اس سے استفادہ بے حد وسیع ہو جائے گا۔ ان دنوں کی خاص اور زبردست محنت کے بعد یہ رسالہ تبلیغی طور پر پہلے سے کم از کم دو گونہ بلکہ سہ گونہ ضخامت کے ساتھ بڑا قابل توجہ جاذب فکر و نظر وسیع الافادہ، کثیر الاستفادہ ہو کر اب صرف رسالہ کی جگہ ایک مستقل کتاب کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ نیز با ترجمہ و تشریح آیات کریمہ و احادیث شریفہ۔ آثار اہل بیت رسول ازواج مطہرات و صحابہ نیز باحوالہ عبارات بہت سے نئے معلومات اور مفید ترین مسائل ضروریہ اور ان کی بے حد ضروری اور بہ قدر ضرورت آسان توضیح و تشریح کا گراں قدر ذخیرہ سمیٹے ہوئے شائع ہو رہا ہے اور اس اہم خصوصیت کی بناء پر اپنی آرزو کے نقشہ اور علماء کرام کے معیار علم و فضل کے مطابق تو نہیں؟ البتہ عوام، متوسطہ جدید تعلیم یافتہ

طبقہ نوجوان متعلمین، فارغین و مدرسین، مبلغین و مقررین اور خطباء کے عام معیار کے مطابق ان شاء اللہ یہ رسالہ غفل و فکر اور قلب و روح کو شفاء اور راحت و سکون بخشنے والے۔ بہترین علمی و روحانی گلدستہ کی طرح نظر نواز اور دل فرزا ثابت ہو گا اور مذکورہ قابل مطالعہ اضافہ کے باعث اس کو بفضل اللہ کتاب و سنت، اجماع صحابہ اور فتاویٰ جمہور کے مضبوط و مستحکم حصار میں محفوظ مستند اصول دین اور مصدق عقائد امت کے قابل اعتماد و وثوق علمی و تحقیقی ماخذ۔ اور مستند فقہی و قانونی نمائندہ کی قابل صد ہزار شکر حیثیت ہو گئی ہے اور ان شاء اللہ قارئین کو دوران مطالعہ اس کی تصدیق اور بعد مطالعہ اس کی تاثیر معلوم و محسوس ہو جائے گی۔ **الْأُمُورُ مَرْهُونَةٌ بِأَوْقَاتِهَا**۔ کے قانونی محاورہ کا سہارا لوں، یا اپنے عجز و کسل مندی کا اقرار کروں۔ بہر کیف مجید ناچیز سے جو کچھ اور جیسے کچھ ہو سکا وہ حاضر ہے "دیر آید درست آید" کی محاوراتی تصدیق تو علماء کرام اور اہل فکر و شعور اور ضرورت مند عوام کے مطالعہ اور پھر ان کے اظہار رائے سے ہی ہو سکے گی، البتہ اسے کسی نہ کسی طرح شائع کرنا اپنا دیرینہ عزم اور ملتوی شدہ علمی و تبلیغی اور اشاعتی فریضہ تھا، سو وہ محمد اللہ گرتے پڑتے کچھ نہ کچھ ادا ہو گیا ہے۔ نہ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولیٰ کریم و موفق خیر، اس کی تالیف و اشاعت کی حقیر محنت و خدمت کو قبول فرما کر ظاہر و باطن میں اس کو مفید و موثر۔ دنیا میں موجب خیر و برکت اور آخرت میں ذریعہ وسیلہ مغفرت و نجات بنا دیں کہ

فَهُوَ الْمَرَادُ. وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ.

۵۔ قارئین سے خصوصی التماس ہے کہ وہ راقم کی دوسری تحریرات کی طرح شدید انتظار اور بے حد طلب و تشنگی کے بعد شائع ہونے والے اس اہم علمی تحقیقی اور تاریخی تحفہ اور دینی و قانونی اور فقہی ہدیہ سے فائدہ اٹھائیں؟ تو مجھ عاجز و نابکار اور بے عمل و گناہ گار کی اصلاح حال کے لئے؟ میری محدودہ ضعیف والدہ مدظلہا کہ جن کے پاک دودھ کی نورانیت و برکت سے مجھے قرآن و حدیث سے کچھ علم و ذوق اور اس کی تشریح و تبلیغ کا کچھ شغف نصیب ہوا، میری بہن اور ان کی اولاد، میرے بھائیوں اور ہم سب کے اہل و عیال خصوصاً میری اولاد کے لئے؟ میرے ادارہ "مکتبہ معاویہ" نیز میرے محسن و مربی والد ماجد حضرت امیر شریعت، استاذ مکرم حضرت رئیس الاحناف، فقیہ العصر مولانا "خیر محمد" جالندھری اور مرشد کمال قطب العصر، مرشد العلماء، حضرت شاہ "عبد القادر" رائے پوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، جن کی ذاتی تعلیم و تربیت اور روحانی توجہ و سرپرستی نے مجھے زبان و قلم کے ساتھ تبلیغ دین کا ذوق بخشا۔ ان کے لئے ایصال ثواب و رفع درجات اور اپنے لئے ان کے علمی و روحانی فیوض و برکات کے مسلسل درود کی پر خلوص اور مسلسل دعاء سے ہر گز دریغ نہ کریں۔ ہر مسلمان بھائی کی طرف سے دعاء خیر کے لئے میں تہ دل سے شکر گزار رہوں گا۔ اور حسب معمول سب کے لئے دعاء گورہوں گا۔ مزید یہ کہ جس عالم بزرگ یا غیر عالم بھائی کو اس رسالہ میں تفسیر و حدیث و فقہ اور سیرت و تاریخ کی کسی عبارت میں، یا اس کے ترجمہ و تشریح میں، یا دین و مسلک اور زیر نظر موضوع اور اس سے متعلقہ کسی مسئلہ کی توضیح و تطبیق میں، یا اس کے لئے کئے گئے استدلال

میں، کوئی بھی لفظی و معنوی اور اعتقادی و مسلکی غلطی یا شبہہ اور ملاحظہ پیدا ہو، یا ومانحتہ نظر آئے، یا کوئی علمی و تحقیقی نقص معلوم ہو، تو خالص دین کا معاملہ درپیش ہونے کی بناء پر اپنا فرض جانتے ہوئے رسمی شرم و لجاجت اور تکلف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بلا تاخیر و تذبذب پہلی فرصت میں زبانی اور تحریری طور پر مجھے اس سے بالتفصیل آگاہ کریں۔ تاکہ پوری عجلت کے ساتھ اس مغالطہ کا ازالہ اور اس غلط عبارت یا ترجمہ و تشریح، یا غلط استدلال کی اصلاح و تصحیح اور مزید مطلوبہ مسائل و تشریحات کا ضروری اضافہ کر کے رسالہ کو ہر لحاظ سے محفوظ و منسبط اور مدلل و مستند بنا کر اس کی مکرر قابل اعتماد و اطمینان اشاعت کی جا سکے۔

وَاللّٰهُ الْمَوْقِیُّ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَانِ. وَاجِرُ
دَعَوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَقَانِدِنَا الْاَعْظَمِ وَالنَّبِیِّ الْاَكْرَمِ وَالرَّسُوْلِ
الْاَفْحَمِ. "مُحَمَّدٍ" خَاتِمِ النَّبِیِّیْنَ وَالْمَعْصُوْمِیْنَ وَعَلٰی سَائِرِ
الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اَصْحَابِهِمْ وَاَرْوَاحِهِمْ وَاَوْلَادِهِمْ
الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْمَعِیْنَ. وَالْعَاقِبَةُ الْمُتَّقِیْنَ.

راقم السطور خادم العلم والعلماء والصلحاء بندہ احرار، غلام بارگاہ رسول و ازواج اولاد و اصحاب رسول۔ ابن امیر شریعت۔ فقیر سید ابو معاویہ۔ ابوذر حسنی بخاری غفرلہ اللہ الباری۔ قریب ظہر شنبہ (مستقل) ۲۱، ذوالقعدة الحرام ۱۴۰۶ھ۔ ۲۹ جولائی ۱۹۸۶ء دفتر مکتبہ معاویہ "دار معاویہ" نمبر ۲۳۲ کوٹ تعلق شاد ملتان

”تمہید“

۱۔ ہماری زندگی میں جو امور اعادہ و تکرار کے ساتھ پیش آتے رہتے ہیں انہی میں سے اسلام کا ایک عظیم الشان عباداتی ضابطہ ”اضحیہ“ یعنی ”قربانی“ بھی ہے یوں تو دین کا ہر ایک ضابطہ اور فرضی مسئلہ معتزنین و مخالفین اسلام کی زبان و قلم اور تحریک و عمل سے ہر دور میں مجروح ہوتا چلا آ رہا ہے اور ہر دور میں ہی پیروان اسلام اس طعن و تشنیع کا مناسب اور معقول جواب دے کر اپنی انسانی طاقت کے موافق اسلام کی مدافعت کا حق بھی ادا کرتے چلے آ رہے ہیں لیکن کچھ اصول و ضوابط اور مسائل و جزئیات ایسے بھی ہیں جنہیں سیاد باطن ”مسلم“ نما ”کافرین“ نے یہود و نصاریٰ اور ”منکرین غیب و آخرت“ کے منشاء کے مطابق پہلے ہی بہ طور خاص رد و قدح اور مخالفت کا نشانہ بنایا اور موجودہ دور میں مادرِ آزادی کو ہماری قدیم دینی معاشرت پر مسلم ممالک میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً تقسیم ملک سے لے کر اب تک بر لادین لگی اور غیر لگی حکومت نے اقتدار و حکومت کی راہوں سے مسلط ہوتے دیکھ کر بہت بڑھ چڑھ کر اپنی فکری یلغار کے لئے منتجب کر رکھا ہے۔ نتیجتاً دین کا یہ بڑا اہم جز کم علم اہل اسلام اور مغربیت و الحاد سے مرعوب لوگوں میں ”دین سے الگ“ بلکہ اس سے ایک بالکل ”متغائر“ اور اس کی ”ضد“ کے طور پر مشہور کیا جا رہا ہے خصوصاً ”کمپوٹ دھریوں اور ان کے شعبہ اسلامیات کے نمائندہ“ ”منکرین حدیث“ ”پرویز یوں“ کے اشتراک و اہتمام کے ساتھ اس کی ”ترغیب و تبلیغ کو محض“ ضرورت مند اہل مذہب ”اور علماء“ کے جذبہ زرا ندوزی کی ”ایک مقدس رسم“

قرار دے کر مسلمانوں کو ”فلسفہ شک اندازی کا شکار“ بنانے کی ایک ”منظم تحریک“ چلائی جا رہی ہے۔ جو چند برس پہلے تو صرف تقلید یورپ کے نظریہ کا نام پا سکتی تھی اور پاتی رہی لیکن ۵۷ء کے بعد انگریز کی مرتبہ شیطانی سیاسی منصوبہ بندی کے تحت ہر طبقہ کے بے دین عناصر نے علماء و مشائخ کے خلاف ہمہ قسم جوٹے پراپیگنڈے اور ہر نوع کی افتراء پردازی اور بہتان بازی کے ساتھ دین دشمن فضاء پیدا کی اور اپنا مستقل لادینی محاذ قائم کیا اور جیسے بازی کو عوامی تحریک کی شکل دی اور قوم کی بد بختی ہے کہ وہ انگریز کے عین منشاء اور اس کی تجویز و تائید کے مطابق برسرِ اقتدار آئے تو اس نظریہ کے حامل افراد و عناصر اور تنظیمات کی سیاسی مناظرہ بازی نیز لادین تحریکات اور بیرونی عوامل کے زیر اثر ”مذہبی اجارہ داری کے فرسودہ و پامال الزام و بہتان کو اپنا نعرہ بنا کر“ ”پابندیِ شریعت سے جان چھڑانے“ اور علماء حق کے منصب و وقار ”کو بزور ختم کرنے کے عزائم و تجاوزات کو مکمل سرکاری تائید و پشت پناہی حاصل ہو چکی ہے پھر حسن اتفاق سے اس ملک کی راسخ الاعتقاد و مسلم اکثریت کے جذبہ ایمانی اور دینی غیرت کی وجہ سے الحاد و اشتمالیت اور لادینیت کی کسی تحریک کو بھی چونکہ اس گئے گزرے زمانہ میں بھی اسلام کی ملائیم مخالفت کی جرأت و ہمت نہیں ہوتی اس لئے ان لوگوں نے بعض جزئی مگر اہم اور دور رس نتائج کے حامل مسائل کی معقولیت اور دلائل سے عوام کی جہالت کو بخوبی جانچ کر ان پر بحث و تنقید بلکہ ان کی تردید و تقلیط کے ذریعہ خود مسلمانوں کو اسلام کا ناواں دشمن بنانے کا چور دروازہ استعمال کرنا شروع کر رکھا ہے اور ان کا یہ فلسفیانہ نظریہ اب تخیل کی حد سے نکل کر تمام اسلام و علماء دشمن عناصر کے مکمل اتحاد و تعاون کے زیر اثر

ایک منظم تحریک کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

۲۔ اس سلسلہ میں جس قسم کے تقریری یا تحریری سہارے تلاش کئے جاتے ہیں ان کی وضع قطع بالکل اس فلسفہ آمیز مغالطہ آمیزی سے مشابہ ہے جسے آج سے قریباً سات آٹھ صدی پہلے یونانی اور عجمی منطق کے پرستاروں نے اپنا طرہ امتیاز بنا رکھا تھا۔ آپ اسلام کے بہ باطن قدیم مگر بہ ظاہر جدید "ان مہربانوں" یعنی "منکرین قرآن و حدیث" اور منکرین قربانی کی کوئی بات بھی عقل صحیح اور وجدان سلیم کے آئینہ میں منعکس کر دیکھئے؟ "نفسانیت" ہوا پرستی "فلسفہ و تعقل زدگی اور "اصل مغرب کے منظم اور شائع ذائع الحاد و زندگی اندھی تقلید اور زندگی کے ہر شعبہ میں خدا و رسول اور ازواج و اصحاب رسول علیہم السلام کی پیروی سے انحراف اور گریز و فرار کے موااس میں اور کوئی رنگ نظر نہیں آئے گا۔ البتہ ان لوگوں کا "پد خریب انداز بیان" منطقی طرز استدلال" اور بہ ظاہر مصلحت و حکمت آمیز نکتہ آفرینی ایک نو خیز دل و داغ اور بتدی انسان کو ظاہر آنکھچہ دیر کے لئے حیران و مبہوت بنا ڈالتا ہے حتیٰ کہ عام مسلمان تو سب سے ایک طرف سکولوں کالوں میں پڑھے لکھے لوگ بھی جو دینی علم سے نا آشنائی کی بناء پر اصل مسئلہ کی حقیقت حال نہیں جانتے اور خدا و رسول کے بتائے ہوئے صحیح اسلام کو کتاب و سنت اور اجماع امت کے فطری طریق تعلیم و تبلیغ کے ذریعہ بہ قدر ممکن سمجھنے کی مدت تک علماء کرام کی جگہ ان "ہیروپیوں" کو بھی مرکز علم و دلیل، اپنا خیر خواہ اور آخر میں معاذ اللہ! خود کو بھی "اسلام" کا واحد نمائندہ "گردانے لگتے ہیں۔ حال آنکہ واقعہ یہ ہے کہ مخالفین اسلام خصوصاً "منکرین حدیث" نے اسلام کے انکار و تردید کے لئے بھی اپنا سارا

ساز و سامان خود اسلام ہی کے "علم البرہان" کے ہتھیاروں کی نقالی کر کے فراہم کر رکھا ہے۔ یعنی ان لوگوں کی "علمی سی دامن"، "سبے بضاعتی" اور عجز و احتیاج کا تو یہ عالم ہے کہ اپنے خرافات کو حقیقت ثابت کرنے کے لئے الفاظ و معانی اور دلائل و براہین تک ہر چیز میں انہیں۔ بعض مجمل آیات، اسلامی اصطلاحات اور "فقتی ضوابط" یعنی ان کے اپنے بدنام کردہ "مولویانہ طرز استدلال" کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ اظہار خیال اور کوئی متبادل طرز استدلال بھی میسر نہیں آسکا، لیکن چونکہ وہ "ملع کاری" اور "تلبیس" کے امام ہیں۔ اس لئے عام لوگ علماء کے جواب و فتویٰ کو محض ایک رسمی بات اور مناظرانہ عادت سمجھ کر اظہار مخالفین کی تائید پر آمادہ ہو جاتے ہیں، مگر خود ان "کورہاٹن" کچھ فہم "دشمنان اسلام" کی دوں فطرت کی انتہاء یہ ہے کہ وہ اس قدر وسیع الظرف محسن و مربی دین حق اور "قانون زندگی" کی تعلیمات کا حلیہ مسخ کر کے اور اسی کے دلائل کو معکوس بنا کر اسی کے مقابلہ میں اپنی مرضی کے تابع ایک نئے "فرنگی اور روسی دین" کا نقشہ سجا کر پیش کرنے میں ذرہ برابر شرم و ندامت محسوس نہیں کرتے۔!

چنانچہ بیگانوں سے زیادہ اپنوں کے اس مظلوم اور غریب الوطن "اسلام" کے مابہ الامتیاز عملی مسائل میں ایک مسئلہ ہر سال ماہ ذوالحجہ کی دسویں گیارہویں بارہویں تاریخ میں سنت ابراہیمیہ کی تجدید اور شریعت محمدیہ کے احکام کی تعمیل میں چند حلال جانور ذبح اور "قربان" کرنے کا بھی ہے۔ اس مختصر رسالہ میں اتنی گنجائش نہیں کہ نفس قربانی کی مکمل لغوی اور شرعی تہتقین و تشریح، اس کے وجود و وجوب کے اثباتی دلائل، اس پر واردہ اعتراضات،

"لحدیثین و منکرین حدیث کی خود ساختہ فرضی قربانی" کے مفہوم و مقصد کا فکری تجزیہ اور جوابی مباحثہ سبھی کچھ پیش کر دیا جائے، البتہ آج کی اس خطابی مظل میں ہم وجود قربانی کی مختصر مگر موثر و جامع قدیم تاریخ اور اس بارہ میں اسلام کی تجدیدی تعلیم اور قابل تقلید و اطاعت ہدایات و احکام کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے تاکہ ایام "عید القربان" میں قربانی کے خلاف خفیہ و علانیہ تاویل بازی اور مخالفت کے مناسب سد باب کی تدبیر کی جاسکے اور اہل اسلام کے سکون فکر و اطمینان قلب کی خاطر اس بارہ میں "دین کا صحیح فکر"، "مسئلہ کی اہمیت کا اجمالی علم" اور "احکام کا عملی نقشہ" معقولیت کے ساتھ پیش کر کے حق کو نکھار اور باطل کا پردہ چاک کیا جاسکے۔ والتوفیق من اللہ!

"عرض خاص"

۴۔ یہ بات خصوصاً ملحوظ رہے کہ آئندہ سطور میں پیش ہونے والا مضمون آج سے قریباً دس گیارہ سال پہلے والد ماجد سیدی و سندی حضرت اقدس "امیر شریعت" رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی لکھا گیا اور یہ غرض تائید و تصدیق حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا، چنانچہ سن کر بہت تحسین اور حوصلہ افزائی فرمائی جو آپ کا طرہ امتیاز تھی۔ لیکن افسوس ایک تو یہ مضمون مکمل نہ ہو سکا دوسرے اس کی اشاعت کی صورت نہ پیدا ہو سکی تا آنکہ اس عید الاضحیٰ کی مناسبت سے سال گذشتہ میں راقم نبی کا لکھا ہوا صرف مسائل قربانی پر مشتمل دو ورق کا مختصر رسالہ "احکام الاضاحی"، ترسیم و اضافہ اور تکمیل کی غرض سے دو بارہ سامنے آیا تو معاً اس قدیم اور عملاً فراموش شدہ تاریخی و تحقیقی مضمون پر بھی

نظر ثانی کا داعیہ پیدا ہوا، چنانچہ دو نوں مقالات کا بہ شور جائزہ لے کر ان میں ضروری حذف و ترسیم اور بڑے اہم اور قابل قدر اضافہ کے ساتھ ساتھ دونوں کو ایک چاکر کے ایک مربوط و مسلسل اور مستقل کتابی مضمون کی شکل بنا دی گئی اور اس طرح قربانی کے موضوع پر زمانہ حال کی ضرورت کے مطابق، "دینی تحریکات کی امکانی کامیاب مدافعت" کے لئے ایک نیا اور بر محل استعمال کے قابل دینی اسلحہ طیار ہو گیا۔ فللہ الحمد۔

تاہم عجلت میں بھی بہت سائنسی و تحقیقی مواد رسالہ میں شامل نہیں کیا جا سکا، لہذا فیصلہ کیا ہے کہ موسم عید گزر جانے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ بہ شرط زندگی قدرے سکون و فراغت نصیب ہونے ہی نظر ثالث کی زحمت اٹھا کر جلد ہی اس مضمون کو بہ حد امکان جامع اور مکمل بنا کر خوبصورت اور جاذب کتابی تقطیع و حلیہ میں شائع کر دیا جائے گا، تاکہ عوام و خواص کا ہر طبقہ اور حلقہ اس سے یکساں طور پر آسانی مستفید ہو سکے۔

۵۔ ناظرین و معاونین حضرات سے بہ صد خلوص التماس ہے کہ وہ اس رسالہ کو بہ کثرت خود خرید کر پڑھیں، اپنے اہل خانہ، عزیز و اقارب، احباب اور عام شناسا لوگوں کو پڑھائیں، بلکہ مقامی اور بیرونی اصحاب خیر زیادہ سے زیادہ خرید کر سکول اور کالج کے معلمین، گریجویٹ اور اخباری طبقہ کے افراد میں مفت تقسیم کر کے قوی و عملی ترغیب و تبلیغ کا صحیح اسلامی طریقہ ادا کر کے خدام ادارہ کو شکر گزاری کا موقع بخشیں اور عند اللہ اجر کے مستحق بنیں کہ یہی عمل اس رسالہ کی اصل قیمت ادا کرنے کا صحیح طریقہ ہے۔ نیز دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آئندہ بھی ملک و ملت کو پیش آمدہ دیگر اہم ترین دینی و اجتماعی

مسائل میں صحیح قلبی و عملی خدمت اور مناسب و بر محل رہنمائی کی توفیق عطاء فرمائیں۔ قَبَالَهُ التَّوْفِیْقِ. وَمِنْهُ الْإِسْتِغَانَةُ. وَعَلَيْهِ التَّكْلَانِ. وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ خُصُوصاً عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ أَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَأَوْلَادِهِ أَجْمَعِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ.

دعاء جو دعاء گو۔ بندہ عاجز و ناہی۔ فقیر "ابو معاویہ۔ ابو ذر۔ عفی اللہ عنہ، واصلح احوالہ، ظہر الثناء (مجل) ۲۸ ذوی القعدہ ۱۳۸۶ھ ۲۳ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ۲۳۲ کوٹ تعلق شاہ ملتان۔

"قربانی تاریخی نقطہ نظر سے"

۱۔ یہ امر مسلم ہے کہ ہر مذہب کے اکابر نے اپنے پیروں کے لئے کچھ ایسے آثار چھوڑے ہیں جن پر عمل درآمد اور ان کی سچائی کا اعتراف کرنے اور اعتقاد رکھنے کو ان لوگوں نے اپنی اخروی زندگی میں نفع مند اور بہت سی رضا مندیوں کے حصول کا ذریعہ تصور کیا ہے جن میں سے ایک روحانی رسم اور دینی شعار "قربانی" بھی ہے اس مرحلہ پر ہم ہر دور کی مذہبی اور قومی تاریخ کا اجمال اور اختصار کے ساتھ حوالہ دیکر یہ ثابت کریں گے کہ "اراقۃ الدم" یعنی "خون بہانے" کو ہر دور میں، ہر قوم اور امت نے اپنے اعمال و احوال میں مؤثر ایک مقدس اعتقادی سچائی، اخلاقی فریضہ، عباداتی مضابطہ، قومی و سیاسی نشان اور اخروی نجات کا وسیلہ تسلیم کیا ہے۔ اور یہ رسم معاذ اللہ کوئی ایسی بدعت نہیں ہے جو اسلام میں از خود پیدا ہو گئی ہو اور تمام دنیا نے اسلام میں اس کے مظاہرہ کو بلا سند ہی واجب العمل اور وجہ افتخار گردان لیا گیا ہو بلکہ یہ نشان بھی ایک قدیم عمل ہے جس کا سراغ مذہب و اجتماعیت کے ہر دور میں بہ آسانی لگایا جا سکتا ہے، اگرچہ اس کی سادہ صورت عمل اسلامی قربانی سے کچھ مختلف رہی ہو۔ مگر اس کا نفس وجود، باوجود اختلاف مذاہب و اعمال کے تمام اہم سابقہ میں ایک امر مشترک کے طور پر مسلم رہا ہے جس کا آخری مذہب و شائستہ اور بامقصد مظاہرہ صرف اسلام نے پیش کر کے اس وحشت اور عملی خوف ناک کی کا بہ قدر ممکن خاتمہ کر دیا اور اسے اپنا ایک عظیم شعار قرار دیکر ہمیشہ کے لئے اس کے حکم کو واجب اللہ تعالیٰ ٹھہرا دیا۔

"پہلی قربانی":

۲- حسن اتفاق ملاحظہ فرمائیے کہ وجود قربانی کا ثبوت مہیا کرنے کے لئے سب سے پہلے جو تاریخی نظیر ہمارے سامنے آتی ہے وہ بھی اسلام۔ یعنی حیوانیت سے "انسانیت" کی طرف ارتقاء کے بالکل ابتدائی دور کا ایک سبق آئینہ واقعہ ہے جو سب سے پہلے انسانی فکر کو کسی محبوب مقصد کے حصول کے لئے بہ طور وسیع اختیار کرنے کی دائمی ہدایت دے گیا۔ بسیط ارض پر سب سے پہلے جس قربانی کا وجود ظاہر ہوا وہ وہی واقعہ ہے جسے قرآن عزیز نے "آدم" علیہ السلام کے سب سے پہلے دو بیٹوں "قابیل و قابیل" کی قربانی کے عنوان سے ذکر فرمایا ہے۔!

یہ دونوں کائنات میں سب سے پہلے انسان اور انسانوں میں خدا کے سب سے پہلے نمائندہ، ابوالبشر سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے لڑکے تھے جنہوں نے اپنے ایک عمل کی درستی قائم رکھنے، اس کی صداقت ظاہر کرنے اور اس کے ذریعہ سے اللہ رب العالمین سے اپنا تعلق بڑھانے اور اس کا قرب حاصل کرنے کی غرض سے شریعت آدم کے مطابق قربانی پیش کی، بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ ابتداء میں کسی قربانی کی مقبولیت کا معیار یہ تھا کہ قربانی بہ صورت مال و متاع یا مویشی و غنہ جات، ایک معین جگر رکھدی جاتی تھی اور انتظار کیا جاتا تھا کہ اس کا وقت قبولیت ظاہر ہو۔ چنانچہ کچھ در بعد آسمان سے ایک آگ لپکتی اور اس "تمام مال و متاع" اور "سامان نذر و قربانی" کو اچک لیتا، تہہ، اس، مال، کا معدوم ہو جانا اور آگ کا اس کو کھا جانا اس بات کی نشانی تھی

کہ جس شخص کا مال آگ کی زد میں آگیا ہے وہ خدا کے ہاں مقبول ہے اور اس کا پیش کیا ہوا عمل بھی وہاں پسندیدہ و مختار ہے۔ چنانچہ روایات میں کما گیا ہے کہ ان دونوں بہائیوں نے بھی دو مختلف چیزیں بطور نذر ایک میدان میں رکھ دی تھیں۔ جن میں قابیل کی قربانی تو ایک پھل تھا اور قابیل کی نذر ایک عمدہ جوان بکری کا ذبیحہ تھا۔ اس قصہ کو انسانی زندگی کے ایک مہتمم بالشان مسئلہ "قیام عدل" کی تمہید کے طور پر حق تعالیٰ نے قرآن عزیز میں بیان فرمایا ہے، جس میں نبی علیہ السلام سے خطاب ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا.
فَتَقَبَّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ
(اس المائدہ ۵۷، پ ۶، ۹۷)

اے نبی! آپ آدم کے دو بیٹوں کا قصہ ٹھیک ٹھیک انہیں سنا دیجئے، جب کہ ان دونوں (بھائیوں) نے قربانی دی سو ایک کی قربانی منظور کر لی گئی اور دوسرے سے قبول نہیں کی گئی۔

چنانچہ یہ منظوری بھی آگ کے آنے اور نذر کو کھا جانے کے اسی قدیم مقررہ طریقہ سے ہوئی تھی، جس کی دلیل ملاحظہ روایات کے خود قرآن عزیز میں مذکور ہے۔ کفار کا سرکش طبقہ جس کی علم برداری یہود و نصاریٰ کی ایک مخلوط معاشرت کر رہی تھی، اس کا متکبرانہ انداز بیان اور اسلام کی حقانیت جانچنے کے لئے کوئی دلیل و نشان رکھنے کا حمزہ آئینہ مطالبہ بطور تنبیہ و تحقیر کتاب اللہ میں مذکور ہے کہ مخالفین جن کی دیگر صفات مذمومہ کا پہلے ذکر آچکا ہے وہ حق کو پرکھنے اور اسلام قبول کرنے کے لئے ایک معیار بہ طور دلیل کے طلب کرتے تھے۔ چنانچہ ان کا

قول دہرایا گیا کہ:

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهِدَ إِلَيْنَا أَنْ لَا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ

(اس آل عمران . ۱۹۶ . پ ۴ . ع ۱۰)

"یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے یہ بات گھڑ رکھی ہے کہ اللہ نے ہم سے عہد کیا تھا کہ ہم کسی فرستادہ خداوندی پر ایمان نہ لائیں، جب تک کہ وہ ہمارے سامنے اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے ایک نذر اور قربانی نہ پیش کرے اور جسے آسمانی آگ کھا جائے۔"

یہاں چونکہ ان آیات کی تفسیر مقصود نہیں بلکہ نفس قربانی کا تاریخی ثبوت میا کرنا پیش نظر ہے اس لئے ہم محض نقل آیات اور ان کے ترجمہ پر اکتفاء کر کے صرف اظہار ثبوت پر اس پہلی نظیر کا بیان ختم کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتداء زندگی میں ہی قربانی دینے کی رسم موجود تھی اور خاص طرح سے اس کے قبول و عدم قبول کی علامات بھی مقرر تھیں۔

"دوسری نظیر"

۳۔ بہبوط آدم علیہ السلام اور افزائش نسل انسانی کے بعد جب معاشرتی زندگی کو عروج حاصل ہوا اور انسانی ضروریات نے باہمی تعلقات اور روابط میں سہولت پیدا کرنے پر انسانوں کو متوجہ کیا، گویا حیوانیت کے اثرات زائل ہو کر تہذیب و شائستگی اور آدمیت کے صیح اور فطری مقتضیات ظاہر ہونے شروع

ہوئے اور انسانی معاشرہ اس دور میں داخل ہو گیا کہ اسے ظاہری پاکیزگی اور باطنی تزکیہ کے لئے ایک باشعور و بامقصد اور ذمہ دارانہ رہبری اور قیادت میسر آئے تو حق تعالیٰ نے اپنے ایک جلیل القدر اور صاحب عزم الہامی نمائندہ ابوالبشر ثانی سیدنا حضرت "نوح" علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو ہی منصب کے لئے منتخب کیا۔ آپ نے واقعہ "طوفان" کے بعد جہاں اپنے وقت کی اسلامی شریعت کے اصول و ضوابط کی مکمل تبلیغ اور بہ قدر وسعت اس کا نفاذ کیا تو دیگر دینی شعائر کے ساتھ ساتھ وقت مقرر پر "مذہبی قربانی" پیش کرنے کے لئے ایک خاص جگہ بھی بنائی جس میں بے شمار قربانی کے جانور ذبح کئے جاتے اور دستور کے مطابق بلائے جاتے تھے۔

"تیسری مثال:"

۴۔ پھر یہی سلسلہ جب پشت انسانیت کے قابلِ صدا احترام اور عظیم المرتبہ مصلح اور خدا کے مقرب و محبوب نمائندہ، جد الانبیاء و مجدد الانبیاء خلیل اللہ، سیدنا حضرت "ابراہیم" علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات تک پہنچا اور وہ "ملت ابراہیم" کی تبلیغ و اشاعت کے فریضہ پر مامور ہوئے، تو انہوں نے بھی دیگر واجبات دینیہ کے علاوہ ایک پاکیزہ رسم صدقہ کو "روٹی کی قربانی" کی صورت میں قائم رکھا۔ یہ آپ کا محبوب مشغلہ اور ممتاز وصف تھا، چنانچہ اسرائیلیات بھی اس مفہوم کی تائید کرتی ہیں "توراة" کے سفر التکوین کی آیت نو اور سترہ میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ "حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پھمڑا، بحیرہ اور دنیہ وغیرہ ذبح کرنے کا حکم دیا تھا۔"

"قربانی کا ایک عظیم الشان واقعہ، سنت ابراہیم علیہ السلام:"

۵۔ قربانی کا بہ حیثیت عبادت کے شروع ہونا اگرچہ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ثابت ہے لیکن اس کی ایک خاص شان حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک واقعہ سے شروع ہوتی ہے اور اسی کی یادگار کی حیثیت سے شریعت محمدیہ میں قربانی کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ یہ واقعہ تاریخ عالم کا ایک بے نظیر اور سبق آموز واقعہ ہے قرآن کریم نے اس کو سورہ صافات میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اسلام میں مسئلہ قربانی کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے مرکزی نقطہ یہی واقعہ ہے۔ اس لئے اس کا جتنا حصہ قرآن اور مستند روایات سے ثابت ہے اس کو نقل کیا جاتا ہے۔

"دعوت حق:"

۶۔ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے پیغمبرانہ فریضہ اور دعوت حق لیکر اٹھے تو سب سے پہلے اپنے والد "آزر" ہی سے ساتھ پڑا۔ آداب پدری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کو بت پرستی چھوڑنے کی دعوت دی۔ مگر وہ اس پر بھی خطا ہو گئے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس موقع پر خوش بخت و عظیم المرتبہ فرزند اور بد نصیب و رسوا باپ کے درمیان ہونے والی بابی تاریخی گفتگو حسب ذیل الفاظ میں نقل فرمائی گئی ہے:-

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ
وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا. يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ

الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا.
يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ. إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ
عَصِيًّا. يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ
الرَّحْمَنِ. فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا. قَالَ أَرَأَيْتَ أَنْتَ
عَنِ الْهَيْئَةِ يَا إِبْرَاهِيمُ لِمَ لَمْ تَتَّبِعِ لَارْجُمَكَ
وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا. (س مريم، ع ۳ پ ۱۶، ع ۱۶)

جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ کو اے میرے باپ! تو کیوں پوجتا ہے اس چیز کو نہ سننے اور نہ دیکھنے اور نہ کام آئے تیرے کچھ؟ اے باپ میرے مجھ کو آئی ہے خبر ایک چیز کی جو تجھ کو نہیں آئی۔ سو میری راہ چل، دکھا دوں تجھ کو راہ سیدھی۔ اے باپ میرے مت پوج شیطان کو بلا شک شیطان ہے رطم کا نافرمان۔ اے باپ میرے میں ڈرتا ہوں کہیں آگے تجھ کو ایک سخت رطم کی طرف سے پھر تو ہو جاوے شیطان کا ساتھی۔ وہ بولا کیا تو پھر اہوا ہے میرے ٹما کروں (معبودوں) سے اے ابراہیم اگر تو باز نہ آئے گا تو تجھ کو سنگسار کروں گا اور دور ہو جا میرے پاس سے ایک مدت کے لئے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ بت پرستی کی آبائی رسم کو چھوڑنے اور اس کی دعوت دینے کے سبب والد سمیت پوری قوم مخالف ہو گئی۔

قوم کی دشمنی اور آگ میں ڈالنا:

۷۔ ان ظالموں نے اس بزرگ ہستی کو آگ میں ڈال کر جانے کا ایک جشن

منایا۔ وہ جس وقت آگ میں ڈالے جا رہے تھے تو سید الملائکہ حضرت جبریل امین علیہ السلام آئے اور کہا کہ "میری امداد کی ضرورت ہو تو حاضر ہوں؟" فرمایا کہ: "اگر امداد آپ کی ہے؟ تو مجھے ضرورت نہیں۔! جس ذات کے لئے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا جا رہا ہے وہ خود علیم و خبیر ہے، مجھے دیکھ رہا ہے۔ وہ جو کچھ میرے لئے تجویز فرمائے میں، اس پر راضی ہوں

بحرم غنق تو ام می کنند و غوغا نیست
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تما شائیت

"عراق سے ہجرت":

۸۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو بردا و سلاماً، یعنی ٹھنڈک اور سلامتی بن جانے کا حکم دیا۔

قُلْنَا إِنَّا رُكُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ.

ہم نے حکم دیا کہ اے آگ! تو ٹھنڈک اور سلامتی بن جا ابراہیم پر اس کے آسمان بوس شعلے ان کے لئے گزار بن گئے۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہ کھلا ہوا معجزہ دیکھ کر بجائے اس کے کہ ایمان لائے ان پر ان لوگوں کی دشمنی اور تیز ہو گئی۔ لہذا ماں باپ، خاندان اور وطن کو اللہ سے بیگانہ پایا تو ان سب کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

ہزار "خویش" کہ "بیگانہ از خدا" باشد

فدائے "یک تن بیگانہ" کہ "آشنا" باشد

اسی وقت فرمایا:-----

إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيِّدُهُ يُونُ (س الصفت ۳۷، ب ۲۳، ع ۷۷)
اور ابراہیم نے کہا میں جا رہا ہوں اپنے پالناہ کی طرف وہ مجھے جلدی سید ہی راہ لگا دے گا۔

یعنی میں اپنے پروردگار کی رضا جوئی کی طرف جاتا ہوں، وہی میری رہنمائی کسی ایسے مقام کی طرف فرمائیں گے جو ان کے نزدیک پسندیدہ ہو۔ پروردگار کی طرف جانے کا مطلب یہی تھا کہ کسی ایسی جگہ جاتا ہوں جہاں پروردگار کے احکام کی تعمیل آسان ہو آپ کے غم زاد بھائی حضرت لوط علیہ السلام جو آپ پر ایمان لائے تھے، ان کو ساتھ لیکر اپنے وطن عراق سے نکل کھڑے ہوئے اور علاقہ فلسطین کے مقام "کنعان" میں قیام فرمایا۔ چھیالیس سال کی عمر میں اپنے وطن اور ماں باپ، اعزہ و احباب سب کو اللہ کے لئے چھوڑ کر دارِ غربت میں بے یار و مددگار بسر کرنے لگے۔

"اولاد کے لئے دعاء":

۹۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعاء اور التجا کی----- رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ.
اللہ تعالیٰ نے دعاء قبول فرمائی۔

"اسمعیل علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت":

فَبَشِّرْنَاهُ بِعَلَامٍ حَلِيمٍ

ہم نے ابراہیم کو ایک برد بار لگا پیدا ہونے کی بشارت دے دی۔

اشارات قرآن اور روایات حدیث اس پر شاہد ہیں کہ غلام حلیم سے مراد اس جگہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جو حسب روایات اہل کتاب چھبیس سال کی عمر میں پیدا ہوئے، کیونکہ وہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے پہلے اور اکھوتے فرزند تھے۔ اور خود اہل کتاب کی روایات میں ذبح کئے جانے والے فرزند کو "وحید" یعنی اکھوتا کہا گیا ہے۔ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہو سکتے ہیں۔ اہل کتاب کی روایات کے مطابق اس کے بعد ننانوے سال کی عمر میں دوسرے فرزند حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شان میں حق تعالیٰ نے "غلام حلیم" فرما کر ان کے اس خاص وصف کی طرف بھی اشارہ فرما دیا۔ جس کا ظہور بعد میں حکم قربانی کے وقت ہوا۔ کیونکہ "حلیم" کے معنی ہیں بردبار، جو مشقت و مصیبت کے وقت گھبرائے نہیں۔

"ابراہیم علیہ السلام کا سخت امتحان،
حجاز کی طرف دوسری ہجرت کا حکم"

۱۱۔ یہ اکھوتے فرزند ولید جو بڑھاپے کی عمر میں دعاؤں اور تمنائوں کے بعد حاصل ہوئے تھے یہ کس کو معلوم تھا کہ یہی حضرت خلیل کے لئے بڑے امتحان کا سبب بنیں گے چنانچہ پہلا امتحان یہ ہوا کہ حضرت خلیل اللہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ملا کہ حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ "ہاجرہ" کو ساتھ لیکر پر فضاء ملک شام سے ہجرت کر کے حجاز کے لُحی و دُحی گرم ریگستان میں جہاں دور دور نہ کسی آدمی کا نام و نشان ہے، نہ جانور اور درخت کا۔ وہاں ان کا وطن بنا دیں۔ اللہ کے خلیل نے بغیر جھجک کے حکم کی تعمیل فرمائی۔ شیر خوار حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ ہاجرہ کو لیکر اس بلاکت خیر میدان میں ٹھہر گئے۔ جس کو کسی زمانہ میں انہی کے ذریعہ مکہ معظمہ اور "امر القری" بننا تھا۔ پھر اسی پر بس نہیں ہوئی۔ بلکہ اب حکم یہ ملا کہ ماں اور بچہ کو یہیں چھوڑ کر خود ملک شام چلے جائیں۔ اللہ کے خلیل نے حکم ملتے ہی تعمیل کی، اور جس جگہ حکم ملا تھا وہیں سے شام کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ اتنی ویر بھی گوارہ نہیں کی کہ حضرت ہاجرہ کے پاس جا کر ان کی تسلی کر دیتے اور بتا دیتے کہ میں تجھم خداوندی جا رہا ہوں۔ جب حضرت ہاجرہ نے دیکھا کہ دور چلے جا رہے ہیں تو آوازیں دیں کہ "اس جنگل میں چھوڑ کر ہمیں، کہاں جا رہے ہیں؟" مگر اللہ کے خلیل نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ پھر خود حضرت ہاجرہ کو خیال آیا کہ یہ مقدس بزرگ ایسا کام بدون حکم خداوندی نہیں کر سکتے، تو پوچھا کہ "کیا آپ کو اللہ نے یہاں سے جانے کا حکم دے دیا ہے؟" اس وقت حضرت خلیل اللہ نے جواب دیا کہ: "ہاں۔" حضرت ہاجرہ نے یہ سن کر فرمایا: "اذن لا یضیعنا!" کہ اگر حکم خداوندی ہے تو جائیے وہ ہمیں کبھی مٹا نہیں دے دیں گے۔"

اب یہ بے آب و گیاہ لُحی و دُحی گرم ریگستان ہے اور تنہا ایک خاتون اور ان کا شیر خوار بچہ، جن کو آئندہ مکہ معظمہ کی بستی بنانے کے لئے یہاں لایا گیا۔ آگے یہ قصہ طویل ہے کہ کس طرح یہاں اس ماں اور بچہ کی جان بچی اور

انہوں نے کس طرح اس "وحشت کدہ" میں اپنا وقت گزارا وہ خود قدرت خداوندی کا ایک عجیب منظر ہے اور سینکڑوں درس عبرت اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ مگر یہ تفصیل واقعہ قربانی کا جز نہیں اس لئے اس کو ہمیں چھوڑ کر زیر بحث مسئلہ قربانی کو دیکھنا ہے۔ قرآنی ارشاد ہے۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي
الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ.

(س صفت ۳ ع ۲۳ . ۷۷)

جب وہ بچہ (اسماعیل) ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم علیہ السلام کے کاموں میں مدد گار بن سکے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ میرے پیارے بیٹے: "میں نے خواب دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ سو اس معاملہ میں غور کر، تیری کیا رائے ہے؟

مطلب یہ تھا کہ انبیاء کا خواب بھی حکم وحی ہوتا ہے اس لئے خواب میں ذبح کرتے ہوئے دیکھنا حکم ذبح کے مترادف ہے۔ اب تم بتاؤ کہ کیا تم اس حکم خداوندی کی تعمیل کے لئے تیار ہو؟ حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم خداوندی کے بعد کسی سے مشورہ لینے کی نہ ضرورت تھی اور نہ ان کے نزدیک تعمیل حکم اس پر موقوف تھی لیکن اپنے فرزند ارجمند سے یہ مشورہ لینے میں حکمت یہ تھی کہ اول تو ان کے عزم و ہمت اور اطاعت خداوندی کے جذبہ کا امتحان ہو جائے، دوسرے اگر وہ اطاعت اختیار کریں تو مستحق ثواب ہو جائیں، کیونکہ ثواب کا مدار قصد و نیت پر ہے۔ تیسرے ذبح کرنے کے وقت جو بہ تقاضا بشریت و شفقت پدری طبعی اضطراب و لغزش کا خطرہ تھا اس سے کسی

درجہ میں اطمینان ہو جائے (روح البیان)

آیت مذکورہ میں یہ الفاظ خصوصیت سے قابل نظر ہیں فلما بلغ معہ السعی۔ یعنی جب وہ باپ کے ساتھ چلنے اور ہباگ دوڑ کے قابل ہو گیا۔ اس میں اشارہ ہے کہ یہ فرزند جن کے ذبح کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے، یہی نہیں کہ بڑھاپے کے اکوڑے بیٹے اور تہاؤں اور دغاؤں کے بعد حاصل ہوئے ہیں بلکہ اب وہ پل کر جوان ہونے کے قریب ہیں اور اس قابل ہیں کہ باپ کے ساتھ سعی و عمل میں ان کی امداد کر سکیں۔ تاریخی روایات کے مطابق اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر نو سال ہو چکی تھی ("روح البیان") ان حالات نے حضرت خلیل اللہ کی قربانی کو کتنا صبر آزما کر دیا ہے؟ اس کا اندازہ لگانا بھی آسان نہیں، والد بزرگوار نے سعادت مند بیٹے سے مشورہ لیا تو وہ بھی خلیل اللہ کے فرزند ارجمند تھے۔ والد بزرگوار کا خواب سن کر فرمایا:

قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ. سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ
مِنَ الصَّابِرِينَ. (الصفت ۳ ع ۲۳ . ۷۷)

وہ کہنے لگے اے ابا جان! آپ وہ کام کر گزریں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ مجھے اللہ نے چاہا تو آپ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

یہاں جس طرح حضرت خلیل اللہ کے لئے بڑھاپے میں اکوڑے اور ہونہار بیٹے کو قربان کرنے کا حکم ایک انتہائی سخت امتحان تھا، اسی طرح فرزند کے لئے اطاعت شعاری میں "جان کی بازی لگانا" بھی کوئی معمولی بات نہ تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس پورے خاندان ہی کو اپنے لئے بنایا تھا۔ اسی کے آثار ظاہر ہوئے۔

یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا جذبہ صاقل اطاعت تو قابل دید ہے ہی، یہ بات بھی سبق آموز ہے کہ انہوں نے اپنے ارادہ اور عزم و ہمت پر بھروسہ نہیں کیا۔ بلکہ اللہ کے سپرد کر کے انشاء اللہ فرمایا اور پھر یہ نہیں کہا کہ میں صبر کروں گا۔ بلکہ فرمایا کہ "مجھے آپ صابرین میں سے پائیں گے" جو ایک تواضع کا عنوان ہے کہ صبر و استقامت میرا کمال نہیں، اللہ کے ہزاروں بندے صابر ہیں۔ میں بھی ان میں داخل ہو جاؤں گا۔ اسی تفویض اور تواضع کی برکت تھی کہ اس دشوار گزار منزل کے کسی مرحلہ میں بھی ان کے قدم کو لغزش نہیں ہوئی اور یہ "یگانہ روزگار باپ اور بیٹے" طبعی کشادوں اور زندگی کی سنگلوں کو مسلتے ہوئے، اپنے آپ کو قربان کرنے اور کرانے کے لئے قربان گاہ کی طرف چل پڑے۔ سیدنا خلیل اللہ کے لئے جو کٹھن منزل سامنے تھی، فرماں بردار فرزند کے اس جواب نے اس کو کسی قدر آسان کر دیا۔ اب یہ یگانہ روزگار باپ اور بیٹے حکم خداوندی کی تعمیل کے لئے گھر سے چل کھڑے ہوئے۔

"شیطانی چالیں"

۱۲ -

اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کا یہ عظیم الشان مظاہرہ شیطاں کس طرح دیکھ سکتا تھا؟ یہ جانتے ہوئے کہ مقابلہ پر اللہ کے خلیل جیسے کوہِ استقامت ہیں، اپنی گمراہ کن تدابیر سے باز نہ آیا۔ چنانچہ اول تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کے پاس ایک مہربان ہمدرد کی شکل میں آیا اور پوچھا کہ "اسماعیل کہاں گئے ہیں۔" انہوں نے جواب دیا کہ "اپنے والد کے ساتھ جنگل سے لکڑیاں پٹنے کے لئے گئے ہیں۔" شیطاں نے کہا کہ: بات یہ نہیں

ہے، تم غفلت میں ہو۔ ان کے باپ ان کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے ہیں۔" حضرت باجرہ نے کہا کہ: "کوئی باپ اپنے بیٹے کو ذبح کیا کرتا ہے۔" ۹ شیطان نے کہا کہ: "ہاں، وہ یہ کہتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم دیا ہے۔" یہ سن کر اکلوتے بیٹے کی ماں نے بھی وہی جواب دیا جو خلیل اللہ کے گھرانے کے شایان شان تھا۔ کہ: "اگر واقعہ یہی ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تو پھر ان کو اس کی تعمیل ہی کرنا چاہیے۔" شیطان یہاں سے مایوس ہو کر اب باپ اور بیٹے کے تعاقب میں گیا جو شہر "نمہ" سے "سنتی" کی طرف جا رہے تھے۔ اولاً ایک دوست کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے آکر ان کو روکنا چاہا مگر خلیل نے ٹاٹ لیا اس لئے آپ پر اثر انداز ہونے میں شیطاں ناکام رہا۔ اس کے بعد "جمہر عقبہ" کے قریب ایک بڑے حبشہ کی صورت میں آپ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ ایک فرشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ اس نے کہا کہ "ابراہیم! اس کو پتھر مارو!" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سات لنگریاں ماریں اور ہر ایک کے ساتھ "اللہ اکبر" سمجھا تو شیطاں دفع ہو گیا۔ آگے بڑھ کر پھر "جمہر وسطی" کے قریب اسی طرح راستہ روک لیا۔ تو پھر حضرت خلیل علیہ السلام نے تکبیر کہ کر سات لنگریاں ماریں تو دفع ہو گیا۔ اسی طرح تیسری بار "جمہر اولی" کے پاس پہنچ کر راستہ گھمیر لیا۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے پھر وہی عمل کیا اور آگے بڑھ کر قربانی کی جگہ پہنچ گئے۔ یہ واقعہ "روح المعانی" میں بہ روایت جناب "فتاویٰ تالیفی رحمۃ اللہ علیہ اور "ابن کثیر" میں اس کا اکثر حصہ بہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بہ حوالہ "مسند احمد" منقول ہے۔

فَلَمَّا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا لَبِیْنَا (س. الصفۃ ع ۳. پ ۲۳. ع ۱۷)

جب باپ بیٹے نے اللہ کا حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لئے) کروٹ پر لٹایا۔

اس طرح لٹانے میں تواضع بھی تھی اور یہ حکمت بھی کہ اگلے بیٹے کا چہرہ سامنے آکر کہیں ہاتھ میں غیر اختیاری لغزش نہ آجائے۔ بعض روایات میں ہے کہ خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے نزدیک ذبح کی تکمیل کے لئے پوری قوت سے چھری چلائی لیکن قدرت خداوندی چھری کے عمل میں حائل ہو گئی اور بعض روایات میں ہے کہ اس حالت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ: "ابا جان آپ کے پاس میرے کفن کے لئے کوئی کپڑا نہیں اس لئے تکلیف ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ میرا کرتا صاف و سفید ہے اس کو اتار لیجئے تاکہ کفن کے کام آجائے؟" مقدس باپ کرتا اتارنے لگے تو اسی حالت میں ایک غیبی آواز نے اس پر اسے معاملہ کی کایا پلٹ دی۔

"حضرت اسمعیل علیہ السلام کے

"فدیہ" میں ذنبہ کی قربانی۔"

۱۳. وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا

(اس الصفت ع ۳. پ ۲۳. ۷۴)

اور ہم نے اس کو یوں پکارا کہ اے ابراہیم! تو نے سچ کر دکھایا خواب۔

یعنی ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم آپ نے خواب سچا کر دکھایا اور اس کے ساتھ ہی ایک ذنبہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کی بجائے قربانی کے لئے نازل کر دیا گیا۔ وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَنِينٍ۔ یعنی ہم نے اسمعیل علیہ السلام کا

فدیہ ایک عظیم قربانی بنا دیا۔ اس کو عظیم اس لئے کہا گیا کہ اول تو یہ ایک عظیم الشان پیغمبر کا فدیہ تھی دوسرے اس لئے کہ اس طرح کی قربانی کو قیامت تک جاری رکھنے کا قانون الہی بن گیا۔ (روح المعانی) اللہ تعالیٰ نے ذنبہ کی قربانی کو اولاد کی قربانی کا بدل قرار دے دیا تو مقدس باپ اور بیٹے کی شکر گزاری اور فرحت و مسرت کی حد نہ رہی۔ یہاں ایک سوال: ہوتا ہے کہ فرزند کے ذبح کا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیداری کے بجائے خواب میں دیا گیا اس میں کیا حکمت ہے۔؟ راز اس میں یہ ہے کہ اصل مقصود حق بیٹے کو ذبح کرانا نہیں بلکہ باپ بیٹوں کا امتحان ہی مقصود تھا۔ اس لئے صریح الفاظ میں ذبح کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ خواب میں یہ دکھایا گیا کہ وہ ذبح کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے وہ عمل مکمل کر دیا جس کو خواب میں دیکھا تھا تو غیبی نداء نے ان کو امتحان میں کامیابی اور تعمیل حکم کی تکمیل کی خوشخبری سنا دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں یہ نہیں دیکھا تھا کہ ذبح کر ڈالا ہے۔ بلکہ ذبح کی طیاری دکھلائی گئی تھی۔ وہ پوری ہو گئی اور تفسیر روح البیان میں ہے کہ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ خواب میں ذنبہ کو شکل اسمعیل علیہ السلام دکھلایا گیا ہو جیسے علم کو دودھ کی شکل میں دکھلایا جاتا ہے، ذنبہ اور حضرت اسمعیل میں معنوی مناسبت یہ تھی کہ ذنبہ ذبح کے لئے مطہر و فرمانبردار ہوتا ہے اس کی تخلیق کا منشاء ہی ذبح کر کے استعمال کرنا ہے۔ بخلاف گائے، بیل اور اونٹ کے کہ ان کی تخلیق کا اصل منشاء ان سے سواری لینا اور بار برداری کرنا ہے۔ اور کبھی ذبح کر کے گوشت بھی کھا لیا جاتا ہے۔ بخلاف مینڈھے اور ذنبہ وغیرہ کے کہ ان کے وجود کا اصل مقصود ہی ذبح کر کے کھانا ہے، خلاصہ یہ ہوا کہ اصل مقصود ذنبہ ہی کا

ذبح کرنا تھا مگر امتحان کے لئے اسے اسماعیل علیہ السلام کی شکل میں دکھلایا گیا اور خواب کی اصل تعبیر کی طرف اسی امتحان کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذہن منتقل نہ ہوا۔ یہاں تک کہ امتحان کی تکمیل ہو گئی۔ ابن کثیر نے یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (نقل کیا ہے کہ اس ذنب کے سینک اور سر ابتداء اسلام تک بیت اللہ کے میزبان میں معلق تھے۔ جس کو اولاد اسماعیل علیہ السلام نے یعنی قریش مکہ نے بطور تبرک اور یادگار اس کو بیت اللہ میں محفوظ کر رکھا تھا۔ بعض حضرات کا بیان ہے کہ سینڈے کا یہ سر اور سینک حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک موجود تھے۔ "فتنہ حجاج" کے وقت جب بیت اللہ میں آگ لگی اس وقت جل گیا۔ یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جب قربانی کا دستور یہ تھا کہ آسمانی آگ اس کو جلا دیتی تھی۔ تو اس سینڈے کا یہ سر اور سینک کیسے محفوظ رہے؟ تفسیر روح البیان میں ہے کہ بنی اسرائیل کی عادت یہ تھی کہ جب کوئی قربانی کرتے تو اس کا عمدہ گوشہ الگ کر کے ایک جگہ رکھ دیتے اور آسمانی آگ اسے جلا دیتی تھی۔ سر، سینک اور "سم" وغیرہ کا باقی رہ جانا مستبعد نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ سب سے زیادہ سنت اور غالباً آخری امتحان تھا جس میں وہ کود استقلال ثابت ہوئے۔ اس سے پہلے باپ کو اور اعزاء و احباب کو وطن اور مکان کو اور عظیم الشان مال و دولت کو اللہ کے لئے قربان کر چکے تھے۔ اور خود بھی اپنی جان کو قربانی کے لئے پیش کر چکے تھے۔ اب نعمت جگر اکو کے صاحبزادے کی قربانی میں انتہائی ثابت قدمی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس الہامی قول کو سچ کر دکھایا کہ "میری موت اور حیات سب اللہ کے لئے ہے۔"

"سنت ابراہیمی کی یادگار:"

۱۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مقبول رسول اور خلیل اللہ علیہ السلام کے ان اعمال و افعال کو پسند فرما کر قیامت تک ان کی یادگار کو زندہ رکھنے کے لئے ان افعال و اعمال کی نقل کرنے کو اپنی محبوب عبادت قرار دے کر اپنے بندوں پر لازم کر دیا جس طرح واجبات حج میں تینوں جہرات پر لنگریاں مارنا اسی خلیل اللہ کے عمل کی یادگار ہے۔ حجاج پر خصوصاً اور تمام مسلمانوں پر عموماً مقررہ حلال جانور کی قربانی اسی یادگار کو زندہ رکھنے کے لئے لازم کی گئی ہے جس طرح صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا اور سات پکر لگانا "حضرت حاجرہ" کے ایک عمل کی یادگار ہے۔ اس کو بھی واجبات حج میں داخل کر دیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قربانی کی کیا اصلیت و حقیقت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "تمہارے والد ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور یادگار ہے" صحابہ نے عرض کیا کہ پھر ہمارے لئے اس میں کیا ثواب ہے فرمایا جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی نامہ اعمال میں لکھی جائے گی" (مشکوٰۃ)۔ (تاریخ قربانی از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۴-۱۷)

"چوتھی شہادت:"

۱۵۔ آپ کے وصال کے بعد جب کہ شریعت ابراہیمیہ پر عمل درآمد صحیح طور سے جاری تھا اور دین اسلام اپنی اس وقت کی مقررہ شکل میں موجود تھا، آپ کے اولاد احفاد "بنو ابراہیم"۔ جو بعد میں عرب کے آباؤ اجداد

بنے اور دنیا بھر میں "عرب عاربہ" کے لقب سے یاد کئے گئے وہ بھی ملت کے دستور کے مطابق جانوروں کے ذبائح قربانی اللہ کے حضور میں پیش کیا کرتے اور حسب سابق انہیں جلایا کرتے اور یہی حالت پھر بہت سے غیر تشریفی انبیاء علیہم السلام والتسلیمات کے ادوار نبوت اور ان کی مخاطب اقوام اور ممالک میں برس با برس تک قائم رہی جسے خدا کا فرمان، دین کا شعار، عبادت کا جز، تقرب الی اللہ کا ذریعہ، اور اپنی نیکی کے مقبولیت کا معیار یقین کیا جاتا تھا۔

"پانچواں ثبوت":

۱۶۔ دین فطرت جب اپنے ارتقائی منازل کو طے اور تکمیلی مراحل کو عبور کرتے ہوئے "شریعت موسویہ" کی "جلالی صفت" کے ساتھ نمودار ہوا اور وہ بہت سے امور جو بہ طور دین سابقہ شرائع میں موجود نہ تھے، اور اس عہد سبر و فلسفہ کی گمراہ شدہ معاشرت کی اصلاح اس عالم خلق میں ان پر ہی موقوف کی جا چکی تھی، وہ "دین موسوی" میں احکام و فرائض کی صورت میں ظاہر ہوئے اور اسی ضمن میں "قربانی" بھی داخل کر دی گئی۔ چنانچہ حضرت کلیم اللہ سیدنا "موسا" علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ہدایات "تورات" کی روشنی میں قربانی کو دو اقسام میں تقسیم کر دیا۔

۱۔ "دموی" (خون بہانے کی قربانی)۔

۲۔ "غیر دموی"

پہلی قسم سے مراد وہ مواشی تھے جنہیں لوگ بہ ظاہر اللہ کے نام پر جھگ

میں چرنے اور پلنے کے لئے ایک "زندہ صدقہ" کے طور پر چھوڑ دیا کرتے، باقی حقیقت حال یہ تھی کہ وہ جانور ان کے "قدیم معبودان باطلہ" کے لئے "نذر" کے طور پر نام زد ہوتے تھے اور ان کی یہ عادت بہت لمبے زمانہ تک قائم رہی یہاں تک کہ سلسلہ شریعت الہیہ کی تکمیل ہو گئی۔ اور اسے "شریعت آدم و نوح" ملت ابراہیمہ اور "شریعت موسویہ و عیسویہ علیہم السلام" کی جگہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی "اسلام" کے نام سے موسوم کر دیا گیا تو ایسے جانوروں کا ذبح و صدقہ اور حقیقتہً غیر خدا کے لئے ان کی یہ نذر اور "منفی نام زدگی" حرام قرار دے دی گئی، البتہ دوسرے ذبائح کی مشروعیت علیٰ جاہا قائم رہی، ان ذبائح کی آگے انہوں نے تین اقسام بنا رکھی تھیں۔

۱۔ "ذبیحہ محرقة" یعنی "جلانے کی قربانی"

۲۔ "ذبیحہ تکفیر خطایہ" یعنی "گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے پیش کی جانی والی قربانی۔"

۳۔ "ذبیحہ سلامۃ" یعنی "اپنی پرامن و فراغت، اور طویل زندگی کی نعمت کا شکر ادا کرنے اور اپنی آئندہ نسل کے ذبیحہ مواشی کو جلا کر صرف ان کی کھال وہ استعمال کے لئے رکھ لیا کرتے تھے اور گوشت جلا دیتے تھے اور وہ کھال بھی صرف ان کے "کھان" یعنی نبوی اور جو تھی استعمال میں لاتے تھے۔ دوسری قسم کے ذبائح کا کچھ حصہ جلا دیتے اور بقیہ "کھان" لوگ کھاتے تھے۔ اس میں بھی ان لوگوں کا اپنا کوئی حصہ نہ ہوتا تھا۔ البتہ تیسری قسم یعنی "صحت و سلامتی کے لئے قربانی" کئے ہوئے جانوروں کا گوشت ان پر حلال تھا۔ پھر حسب "دستور" شریعت اسلامیہ بنی اسرائیل کے ہاں بھی قربانی کے لئے چند شرائط رکھے گئے

”آٹھویں شہادت“:

۱۹- جاہل وحشی اور غیر متہذہ اقوام کے مقابلہ میں جیسے یونانی ”علم اور تہذیب و تمدن“ میں سربرآوردہ تھے ایسے ہی بلکہ ان سے بڑھ کر ”احل روم“ اس سلسلہ میں اپنا ایک مستقل تاریخی مقام رکھتے ہیں قطع نظر اس سے کہ ان کے تہذیب و تمدن کسی واقعیت کے حامل تھے یا نہیں؟ مگر یہ حقیقت ہے کہ ان کے معاصر طبقات اور اقوام میں ان کی تہذیب، اور معاشرت ایک معیار کی حیثیت رکھتی ہے اور آج تک ان کے رسوم، عادات حتیٰ کہ مراسم و رشت و بربریت کے مرقع انکے شہوانی، جنگی اور غیر جنگی خوں ریز واقعات اور کارنامے خصوصاً یورپ کی ”قاتل دین و دنیا“ اور ”شرمناک“ تاریخ کا ایک اہم سرمایہ خیال کئے جاتے ہیں۔ ان میں بھی اپنے ”تبدیل اور مسخ شدہ“ دین عیسوی کی تعلیمات کے مطابق قربانی کی رسم بہ طور ایک مذہبی یادگار کے باقی تھی، ان کا طریق یہ تھا کہ قربانی کے جانور ذبح کر کے ”اپنے دیوتاؤں اور منسوبہ بتوں کے حضور“ میں پیش کرتے تھے، پھر ان کا گوشت مظاہرہ قربانی کی مجلس میں حاضر ہونے والے لوگوں میں ”بہ طور تبرک تقسیم کیا جاتا تھا، اور حصہ مقرر کر کے بڑے بڑے ٹکڑے اپنے اعزہ و اقرباء کے ہاں پہنچائے جاتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ ایک اور رسم یہ بھی اداء کی جاتی تھی کہ ذبح پیش کرتے وقت، ان کے پوپ، پادری اور ”کاهن“ پانی اور شہد ملا کر شرکاء مجلس پر چھڑکا کرتے تھے اور پھر اس رسم میں بڑھتے بڑھتے یہ تبدیلی آگئی کہ بعد میں مجالس و اجتماعات میں ”گلاب پاشی“ کی جاتی تھی حتیٰ کہ اب بھی ان کی ”مذہبی تہریہات

اور ”قومی تہواروں کی مجالس“ میں اکثر یہ رسم دہرائی جاتی ہے۔

”نواں ثبوت“:

۲۰- ”انسانی اجتماعیت“ اور اس کا روحانی نظام جوں جوں ”حدایت الہام“ سے محروم ہوتا چلا گیا ویسے ویسے اس میں ”غیر فطری“ اور ”غیر اسلامی“ رجحانات اور اثرات جو مختلف تہذبات ہی سے پیدا ہوئے تھے پھیل کر انسانی زندگی کے ہر گوشہ میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ یہی قربانی جیسا کہ ماقبل میں بیان کیا گیا ہے اپنی مختلف اشکال کے ساتھ ہر زمانہ میں پائی جاتی رہی۔ حتیٰ کہ ایک دور جاہلیت اس پر ایسا بھی آیا ہے اور جس کے آثار اب تک بھی بعض دور دراز ممالک میں موجود ہیں یہ رسم ”مواشی“، ”پرند“، ”نباتات“، اور اٹھار ”وغیرہ کی نذر اور پیش کش کے دائرہ اور حد بندی سے نکل کر ”انسانی وجود کی قربانی“ کی صورت اختیار کر گئی، اقوام سابقہ میں ”فینیقی“، ”کنعانی“، ”صوری“، ”ایرانی“، ”رومی“ اور ”مصری“ عوام اس سراپا جہالت و ظلم فعل کا کثرت سے ارتکاب کرتے رہے ہیں۔ گویا دین کا عطاء کردہ وہ جذبہ جو اس نے محض ”اجتماعی تزکیہ“ اور قومی تطہیر کی غرض سے جانوروں کے ذبح کی صورت میں ”قربانی“ کے نام سے پیدا کیا تھا وہی جب ”خود ساختہ قومی نظریات“، سیاسی تصورات اور غیر مستند فرضی عقائد کی زد میں آ گیا جن کی حقیقت تو ہم پرستی کے سوا اور کچھ نہیں تھی تو اس میں بہت سے ناگوار اور غیر فطری اور باطل افکار کی آمیزش سے بہت بڑا تغیر پیدا ہو گیا اور اس نے رفتہ رفتہ ”بتوں“ دیوتاؤں اور اکابر کی قبور پر ”نذر اور منت کے طور پر نامزد

چٹھاووں" اور کہیں کہیں "انسانی زندگی کی ہیمنٹ" کی صورت بھی اختیار کر لی، جس میں "تظہیر معاشرت" اور "قومی تزکیہ" کے مطلوب و صفت کی جگہ اٹا بہت سے مفاسد پیدا ہو گئے پھر جس طرح ابتداء کائنات کے وقت انسانوں کے لئے ان تمام امور میں وحی و نبوت کی رہنمائی سے "صحیح راستہ" اور "جسٹی برحق" مؤقف معین کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی بعینہ اسی طرح "انسانیت غلطی" کے "کامیاب"۔ "ارتقائی"، اور "کمال یافتہ دور" میں بھی اس "قانون ہدایت" کا استعمال کیا گیا اور اسی کامل و مکمل انداز سے جیسا کہ "فطرت کا منشاء" اور "مخلوق کی حالت کا تقاضا تھا، چنانچہ وہی منشور ہدایت "قرآن عزیز" اور "سنہ نبویہ" کی صورت میں "مدینہ منورہ"۔ میں قائم ہونے والی بے مثال اور مثالی و معیاری حکومت الہیہ اور خلافت محمدیہ اسلامیہ "میں فکر و عمل نافذ کر کے ایک پاکیزہ سماج کی بنیاد رکھ دی گئی اور دنیا کی دیگر اقوام و ملل کو ازلی وابدی خدائی دعوت کی طرف متوجہ کر کے اتمام حجت کر دیا گیا۔ جو اپنے اصول و فروغ میں ہر طرح سے کامل و مکمل ہے۔

۲۱۔ جب اس لائحہ عمل سے مخلوق نے بے رخی اور بے پروائی

برقی اور خواہشات نفس کو اپنا متوجہ و معبود بنا لیا تو جیسے تصور وجود باری تعالیٰ اور اصول توحید و رسالت کے مفہوم و مطلب میں تحریف و تغیر روار کہ دی گئی تھی ایسے ہی احکام و شعائر کے عملی مصداق کو بروئے کار لاتے وقت بھی "تبدیل و انقلاب کے خود ساختہ نظریات" کو اپنا پیشوا بنا لیا گیا، نتیجہ یہ کہ "ہدایات کا حقیقی مفہوم و مقصد" بھی او جھل ہو گیا اور "غفلت و اعمال فاسدہ کی

اجتماعی تحریک" سے ایک نئے غیر الٰہی دین "کی بنیاد پڑ گئی۔ چنانچہ من جملہ دیگر امور کے عمل قربانی" بھی اسی "غلط فہمی" اور غلط روی "کا شکار ہوا اور "جانوروں کی قربانی" کی جگہ "انسانوں کی ہیمنٹ" دی جانے لگی، بناء بریں جب قدیم ادوار میں یہ عادت قبیلہ ایک "مقدس مذہبی رسم" کے طور پر پھیل کر تمام یورپ پر مسلط ہوئی تو اس کے عالم گیر منفر اور قاتل انسانیت اثرات کی روک تھام کے لئے "روم کی" "مجلس اعیان"۔ (HOUSE OF LORDS) نے ۱۶۵۷ء میں اپنی ایک تجویز کے ذریعہ بنی آدم کی اس نوعیت "کو قانوناً" "منوع" قرار دے دیا۔ مگر "مسخ شدہ عیسوی مذہب" کے جوتے جوتے اس سے "متضاد سیاست" کی بالادستی کے لئے اٹھائے گئے اس سرکاری اقدام" کے بعد بھی "عیسائیت کے بے پناہ فروغ و عروج اور طویل و عریض اقتدار کی نحوست اور پشت پناہی کے بل بوتے پر اسلام کے مقابلہ میں "فرضی تہذیب و تمدن کے مدعی اور ظلم بردار فرنگی، کو اجتماعی ذلت و نارادگی کا سامنا کرنا پڑا اور "قدیم جرمنی ریاست" کے حدود میں اس فعل شنیع کا طویل عرصہ تک ارتکاب جاری رہا ہے۔ (حکمت التشریح "لعبد العزیز ہاؤس مصری ج ۲ ص ۳۹۲)

"دسویں نظیر":

۲۲۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے نا آشنائی کی وجہ سے جب

باحلیت نے تمام دنیا میں ڈیرے جمائے تو دنیاوی لحاظ سے بڑی سے بڑی مذہب قوم بھی اس کے عالم گیر اثرات سے اپنی معاشرت و اخلاق کو محفوظ نہ رکھ سکی، خصوصاً غیر متمدن سامی اقوام، کا تو اس بارہ میں بہت ہی برا حال تھا،

چنانچہ قدیم تہذیب کے محافظ ملک "عرب" میں عراق کے صوبہ "حیرہ" کا بادشاہ "نعمان ابن منذر" اپنے زمانہ میں اپنے مفروضہ مؤنث معبود۔ "عزنی" دیوی کے حضور میں "انسانی وجود کا بدیہ قربانی" پیش کرتا تھا اور یہ رسم بد دراصل "ایرانی بت پرستوں" کے ذریعہ عرب میں پہنچی جو بہ غرض تجارت و سیاحت اور دوسرے کاموں کے لئے وہاں اکثر آتے جاتے تھے۔

"گیارہویں مثال":

۲۳۔ اہل مصر کا یہ وطیرہ تھا کہ وہ خشک سالی اور "قحط" کے دنوں

میں خصوصاً اور بہ طور عبادت عموماً اپنی "دو شیرہ لڑکیوں میں سے ایک نو خیز اور کنواری لڑکی کو منلاتے دھلاتے اور لباس و زیور سے سجاتے تھے اور پھر جہوم و جلدوس کی شکل میں اسے پانی کے دیوتا کی خوشنودی اور اپنی خوشحالی و آسودگی کے لئے اپنے مروجہ قبیلہ میں سے ماہ "بونہ" کی گیارہ تاریخ کو دریائے "نیل" کی لہروں کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک پانی کے دیوتا کا سب سے مؤثر مثالی وجود "نیل" تھا جس کی عبادت کے لئے یہ رسم برپا کی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ اس "ظلم عظیم" کو جس کا نام انہوں نے قربانی رکھا ہوا تھا امام عدل و حریت خلیفہ راشد ثانی فاروقی اعظم سیدنا "عمر ابن الخطاب"۔ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انہی کے حکم سے مصر کے بزرگ صحابی نائل (گورنر) سیدنا عمرو ابن العاص "رضی اللہ عنہ نے قانوناً ختم کر دیا۔ اس اہم ترین مسئلہ میں اللہ تعالیٰ نے دو طریق سے اسلام، صحابہ کرام، خصوصاً خلفاء رسول علیہم السلام کی آزی و ابدی سچائی اور ظاہری و باطنی عظمت و عزت افزائی کا سامان مہیا فرمایا۔ پہلا

طریقہ تو بالکل واضح ہے ظاہری طور پر نظام نبوت کے صحیح عکس یعنی "ظہر" راشدہ فاروقیہ کے بنیادی اصول و فرائض پر عمل درآمد کا مسئلہ تھا کہ ایک غیر انسانی اور غیر اسلامی فعل جو عرصہ دراز سے مختلف ممالک خصوصاً مصر کے عوامی عقیدہ اور معاشرتی فریضہ کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ جب مصر اور پھر پورے افریقہ پر جانشینانِ رسول، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین حق کا نعرہ بلند کیا اور قحط مہین کا علم لہرا دیا تو پھر اس دھرتی پر جہاں کفر و شرک، فسق و فجور اور فطرت و خریعت کی ناپسندیدہ اور مردودہ رسوم و بدعات کے تمام مرکز مسمار کر دیئے اور ان کے تمام نقوش مو کر ڈالے تو اسی ضمن میں دنیا بھر کے تمام سچے ادیان کے نزدیک بے خدا تعلیم و تبلیغ سے جاری شدہ۔ انسانی وجود کو بلا جواز اور بالجبر پانی میں غرق کرنے کی متفقہ طور پر "قابل صد ہزار نفرت و لعنت شیطانی رسم" کا بھی قلع قمع کر دیا گیا اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ شیطان اور انسانوں میں اس کے پیغامبر ان کا فرین و مشرکین اور خلفاء و فاسدین و فاسقین نے اہل مصر کو خصوصیت کے ساتھ یہ حقیقت باطلہ ذہن نشین اور ارواح و قلوب میں عملاً چاگزین کر رکھی تھی کہ "تم نے سچے خدا کے مقابلہ میں ہماری مطلوبہ اور مسئلہ سنت نیاز اور نذر کے طور پر ہر سال ایک بے گناہ دو شیرہ کو زبردستی روڈ نیل کے اندر غرق کرنے کی رسم پوری نہ کی تو یاد رکھنا کہ نیل کا پانی کم بلکہ خشک ہو جائے گا اور ہر نہر سوکھ جائے گی کھیتیاں، بنجر اور ویران ہو جائیں گی۔ اور تم قحط اور فاقہ کشی کے عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک اور تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ لہذا ہر قیمت پر اس عمل کو مسلسل جاری رکھنا تا کہ مذکورہ بالا وبال سے محفوظ رہ سکو" چنانچہ مصر کے فاتح صحابی گورنر کے حکم سے جب وہاں کے لوگوں نے یہ

رسم بندگی تو شیطانی مذہب کا اتنا فوری اور وقتی اثر ہوا کہ اس سال دریا کا پانی کا لہدم ہو گیا تو اس کفر و شرک اور ابلسی فلسفہ و عمل کی جڑیں کاٹنا اور فسق و ظلم کے اس قلعہ کو ڈھانا شریعت محمدیہ کا سب سے پہلا بنیادی قانون اور عملی منصوبہ تھا۔ اور ہے۔ چنانچہ فاتح مصر اور افریقہ حضرت عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اہل مصر کے ساتھ رابطہ ہوتے ہی ان کے اس عقیدہ و عمل اور اس کی مخالفت کے ایمان آزمائش عمل سے متخیر اور پریشان ہو کر از خود فوراً کوئی اقدام نہیں کیا بلکہ اصول شریعت اور حقوق عاملیت (گورنری) کے عین مطابق جانشین نبی، حاکم و خلیفہ ثانی و برحق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں وہاں کی مفصل روداد لکھ کر بھجوا دی اور دربار خلافت سے جو حکم اور ہدایات بھیجے گئے ان پر بلا تاخیر۔ بلا تذبذب اور بلا رعایت فوری عمل کر کے مخلوق کو شیطانی جال سے رہائی دلا کر خدائی نظام کے پر امن و عافیت اور سراپا رحمت و برکت دائرہ میں پناہ دے دی لیکن اس ضمن میں روحانی اور باطنی نقطہ نظر سے مخلوق کی فطری طلب کی تعمیل اور عملی کشمکش کی تسکین کا سامان یوں ہوا کہ نبوت و صدیقیت کے بعد کائنات میں روحانیت و ولایت کے سب سے اونچے مقام و منصب "محدث" (وحی کے علاوہ، اور عام الہامات سے بلند خاص اللہ ربانی کے مستحق و مصداق) کے تحت جانشین سیدنا فاروق اعظم سلام اللہ و رضوانہ علیہ نے اپنی ملکوتی فطرت و طبیعت اور آثار نبوت سے مستفیض و منور سیرۃ و کردار کا فوری مظاہرہ کر کے اسلام کی حقانیت، ختم نبوت کی تصدیق اور امت کی دیانت کا ثبوت بہم پہنچا دیا۔ آپ نے سراپا ایمان و یقین عزم کے ساتھ ایک تو اس شیطانی رسم کی فوری بندش کا شرعی حکم نافذ فرمایا اور دوسرے دریائے نیل

کے نام بالکل پیغمبرانہ انداز کے ساتھ ایک رقعہ لکھ کر عامل مصر حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوا دیا کہ کاغذ کا یہ پرزہ سب کے سامنے دریا میں پھینک دو انشاء اللہ تعالیٰ شیطان کی ظاہری شکست کے ساتھ ساتھ اس کے جادوئی روحانی تسلط کا بھی تختہ الٹ جائے گا۔ چنانچہ تمام لوگوں کے سامنے جب آپ کا وہ الہامی رقعہ دریا میں ڈالا گیا تو بلا تاخیر نیل کا پانی نہ صرف دوبارہ جاری ہوا بلکہ پہلے سے بڑھ کر ابلتا اور موج مارتا ہوا پورے مصر کو پہلے سے زیادہ سیراب و شاداب بنا گیا۔ اور یوں کفر و شرک کا شیطانی بیڑا دیکھتی آنکھوں بحر توحید میں غرق ہو گیا۔ جس سے اہل مصر حیران و ششدر رہ گئے اور انجام کار دین حق، رسول برحق، خلفاء حق کے صدق و حقانیت کا معجزہ نما مشاہدہ کر کے ہزار ہا کی تعداد میں دولت اسلام و ایمان اور سعادت نجات و مغفرت سے مشرف و سرفراز ہو گئے کیونکہ رسول صادق و مصدوق علیہ السلام کا برحق ارشاد ہے کہ "الحق یعلو ولا یعلیٰ" (حق تو ہر حال میں غالب ہو کر رہتا ہے اور مغلوب ہو کر نہیں رہتا۔) اس سلسلہ میں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں اس لئے واقعہ کی تاریخی تائید و تصدیق کے لئے سردست صرف ایک ہی حوالہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مجدد رحمانی، ترجمان حق، امام ابن "تیسیمہ" حرانی رحمۃ اللہ علیہ کے قابل ہزار فقر و رشک تلمیذ رشید، عالم اسلام میں سیرت و تاریخ کے سب سے بڑے عالم و امام مفسر و محدث عظیم، حضرت علامہ حافظ "ابوالفداء ابن کثیر" دمشقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۷۴ھ ۱۳۷۲ء عہد آدم علیہ السلام سے اپنے زمانہ تک معلومہ تاریخ انسانی کے حقائق و واقعات پر مشتمل اپنی عظیم و مستند و مفصل مبسوط تاریخی کتاب "البدایہ والنہایہ" کی ساتویں جلد میں دور فاروقی کے اس محیر

القول، معجزہ نما سراپا کرامت واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قصہ نیل مصر"

رَوَيْنَا مِنْ طَرِيقِ ابْنِ لَهْيَعَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ الْحَجَّاجِ عَنْ حَدَّثِهِ قَالَ: لَمَّا أُفْتِحَتْ مِصْرُ أَتَى أَهْلَهَا عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ حِينَ دَخَلَ "بُؤْتَةُ" مِنْ أَشْهُرِ الْعَجَمِ فَقَالُوا: "إِنَّمَا الْأَمِيرُ "لِنِيلِنَا" هَذَا سَنَةٌ لَا يَجْرِي إِلَّا بِهَا" قَالَ: "وَمَا ذَاكَ؟"

قَالُوا: "إِذَا كَانَتْ اِثْنَتَى عَشْرَةَ خَلَّتْ مِنْ هَذَا الشَّهْرِ عَمِدُنَا إِلَى "جَارِيَةِ بَكْرٍ" مِنْ أَبَوَيْهَا. فَأَرْضَيْنَا أَبَوَيْهَا وَجَعَلْنَا عَلَيْهَا مِنَ الْحِلْيِ وَالثِّيَابِ أَفْضَلَ مَا يَكُونُ، ثُمَّ أَلْقَيْنَا هَا فِي هَذَا النَّيْلِ" فَقَالَ لَهُمْ عَمْرُو: "إِنَّ هَذَا مِمَّا لَا يَكُونُ فِي الْإِسْلَامِ، إِنْ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ قَالَ: "فَأَقَامُوا "بُؤْتَةَ وَأَبِيْب" وَمَسِيرِي" وَالنَّيْلُ لَا يَجْرِي قَلِيلًا وَلَا كَثِيرًا، حَتَّى هَمُّوا بِالْجَلَاءِ فَكَتَبَ عَمْرُو إِلَى عَمْرِ بْنِ الْخَطَّابِ بِذَلِكَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ: إِنَّكَ قَدْ أَصَبْتَ بِالَّذِي فَعَلْتَ، وَإِنِّي قَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكَ "بِطَاقَةً".

دَاخِلَ كِتَابِي فَأَلْقَاهَا فِي النَّيْلِ. فَلَمَّا قَدِمَ كِتَابُهُ أَخَذَ عَمْرُو "الْبِطَاقَةَ" فَإِذَا فِيهَا "مِنْ عَبْدِ اللَّهِ، "عَمْرُ" أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى "نَيْلٍ" أَهْلِ مِصْرَ، أَمَّا بَعْدُ! فَإِنْ كُنْتَ إِنَّمَا تَجْرِي مِنْ قَبْلِكَ وَمِنْ أَمْرِكَ؟ فَلَا تَجْرِي! فَلَا حَاجَةَ لِنَا فِيكَ، وَإِنْ كُنْتَ إِنَّمَا تَجْرِي بِأَمْرِ اللَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، وَهُوَ الَّذِي يُجْرِيكَ؟ فَتَسْأَلُ اللَّهَ. أَنْ يُجْرِيكَ" قَالَ: "فَأَلْقَى الْبِطَاقَةَ فِي النَّيْلِ فَأَصْبَحُوا يَوْمَ السَّبْتِ وَقَدْ أُجْرِيَ اللَّهُ النَّيْلُ سِتَّةَ عَشَرَ ذِرَاعًا فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ وَقَطَعَ اللَّهُ تِلْكَ السَّنَةَ عَنْ أَهْلِ مِصْرَ. إِلَى الْيَوْمِ. (البداية-

والنهاية" ذکر عہد خلافت عمر رضی اللہ عنہ. "وقصة نيل مصر" ج نمبر ۷، ص ۱۰۰، طبع اول، از مكتبة المعارف بيروت" مكتبة النصر" رياض، سعودی عرب، لبنان ۱۳۸۶ھ. ۱۹۶۶ء)

"مصر کے دریائے نیل کا خاص واقعہ"

قیس ابن حجاج نے اپنے جس استاد سے بیان کیا ہے وہ ابن لہیعہ کے طریق سے ہم تک روایت کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ: "جب (صحابہ کے ہاتھوں مصر فتح ہو گیا تو وہاں کے لوگ اپنے ہاں مروج قبطنی مہینہ "بؤتہ" شروع ہونے پر فلاح و عامل مصر، حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنی ایک

درخواست لے کر حاضر ہوئے اور اس میں عرض کیا کہ: "اے سردار! ہمارے اس دریائے "نیل" کے لئے ایک خاص طریقہ بنا ہوا ہے۔ بغیر اس کی تکمیل کے اس کا پانی جاری نہیں رہتا۔ بلکہ سوکھ جاتا ہے۔ حضرت عمرو نے فرمایا: "وہ کیا عادت اور طریقہ ہے؟" انہوں نے کہا کہ "جب ہمارے اس قبیلے میں بونہ کی بارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم کسی "ایک نوحیز کنواری لڑکی" حاصل کرنے کے لئے اس کے ماں باپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور ان کو راضی کر کے ان کی کنواری نوجوان لڑکی لے آتے ہیں۔ اور اس کو بہترین زیور کپڑے پہناتے ہیں اور پھر اسے اس دریائے نیل میں پھینک دیتے ہیں" اس پر حضرت عمرو نے فرمایا کہ: "بچی بات سن لو کہ ایسا کفر و شرک اور ظلم کا کام اسلام (جیسے سچے دین) میں آئندہ ہرگز نہیں ہو سکے گا (اور جو کچھ پہلے ہو چکا؟ اس کے متعلق ہمارے رسول علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ) "یقیناً اسلام اپنے آنے پر پہلے کے تمام عقائد اور اعمالِ فاسدہ کی عمارت ڈھا دیتا ہے۔" (اور اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔! راوی کہتے ہیں کہ:

حضرت عمرو کا یہ حکم اور فرمان سن کر مصری لوگ بونہ کے ساتھ اُبیب اور "مصری" کے مزید دو مہینے بھی اس عمل سے رکے رہے اور نیل کا یہ حال تھا کہ وہ نہ تھوڑا نہ بہت کچھ بھی نہیں بہا (بلکہ خشک ہو گیا) یہاں تک کہ خشک سالی اور قحط کے ڈر سے وہ لوگ وطن چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جانے کا ارادہ کر بیٹھے سو یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عمرو ابن العاص نے سیدنا عمر کی طرف ان تمام حالات پر مشتمل عریضہ لکھ بھیجا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب میں لکھا کہ: "بلا شک (نوجوان کنواری لڑکی کو دریا میں ڈبونے کی رسم

بند کرنے کے لئے) تم نے جو کچھ بھی کیا بالکل درست کیا" اور (دریا کے پانی کا مسئلہ حل کرنے کے لئے) میں نے اپنے خط کے اندر ایک "رقعہ" تمہاری طرف بھیجا ہے۔ رقعہ ملتے ہی اسے دریائے نیل میں ڈال دو" سو جب حضرت کا حکم نامہ مصر پہنچا تو حضرت عمرو نے وہ رقعہ لے کر دیکھا تو اس میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ "یہ رقعہ بندہ خدا عمر امیر المؤمنین کی طرف سے احل مصر کے دریا۔ نیل کے نام ہے، حمد و ثنا کے بعد "اے نیل! اگر تو اپنی طرف سے اور حکم سے چلتا ہے؟ تو پھر واضح ہو کہ ہمیں تمہاری اور تمہارے پانی کی کوئی ضرورت نہیں! اور اگر تو کائنات کو مسخر کئے ہوئے خدا کے حکم سے چلتا ہے؟ جب کہ حقیقتہً اسی نے تجھے چلا رکھا ہے تو پھر ہم اللہ تعالیٰ سے استعجا کریں گے کہ وہ تجھے جاری رکھیں" راوی کہتے ہیں کہ: "حضرت عمرو نے پڑھ کر یہ رقعہ دریائے نیل میں ڈال دیا، جمعہ کا دن گزار کر ہفتہ کے روز مصریوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے نیل کو جاری کر دیا تھا اور اس کا پانی ایک ہی رات میں سولہ ہاتھ اونچا گڑھ آیا اور نتیجتاً نیل اور مصریوں کے غلط عقیدہ و عمل میں شیطان کا جادو ٹوٹا اور اس کا دخل ختم ہو گیا) اور اللہ تعالیٰ نے حضرت فاروق اعظم کے اہامی اور کراماتی رقعہ کی برکت سے دریائے نیل میں بے گناہ اور مظلوم کنواری لڑکی، ڈبونے کی اس سراپا شرک و ظلم و رسم کی اس دن سے لے کر آج (روایت کے دن) تک کے لئے مصریوں کے معاشرہ سے جڑھاٹ کر رکھ دی۔"

بعض مؤرخین کے نزدیک اس رسم کا وجود مصر میں نہیں پایا جاتا تھا، چنانچہ اس کے لئے وہ کچھ کمزور قسم کے تاریخی دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔ مگر اس بحث سے قطع نظر کر کے بھی یہ رسم جہاں کہیں بھی موجود تھی؟ یا اب موجود

ہو؟ بہر حال ایک سراسر غیر اخلاقی، سراپا وحشت و بربریت، غیر انسانی، غیر فطری اور اصولاً و حقیقتاً قطعاً غیر اسلامی یہ شیطانی رسم "خلافت فاروقیہ" میں بھی قانوناً اور حکماً رکوئی گئی اور اس کی جگہ "قربانی کے اسلامی مضموم و طریقہ" کو "دعوت دین" کی "عام تبلیغ و اشاعت" کے ذریعہ اقطار عالم میں پھیلا دیا گیا!

"مقصد"

۲۴- بہر کیف ان تمام تاریخی حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہو

گئی کہ نفس قربانی کا عمل "دین فطرۃ" کی مختلف اشکال میں اور "غیر الٰہی ادیان و مذاہب" کی متفرق صورت کے ساتھ ہر زمانہ، ہر قوم، اور ہر ملک میں بلا تخصیص ایک "دینی شعار" اور "مذہبی رسم" کے طور پر پایا جاتا رہا ہے اور اسلام کا کوئی کھلا جاہل مخالفت یا نقاب پوش عیار اور مکار منکر حدیث اور حقیقت منکر خدا و رسول پر ویزی اور دھریہ دشمنی۔ اس سے انکار یا اس کی تردید کی قیامت تک جرات نہیں کر سکتا۔

"قربانی شرعی نقطہ نظر سے"

۲۵- ابتداء کلام میں بتایا گیا تھا کہ قربانی کو اگرچہ عام استدلال

میں شرعی مسئلہ کہا جاتا ہے؟ تاہم یہ دین کے اہم مسائل اور واجب العمل احکام میں سے ہے۔ لیکن جن امور کو شارع علیہ السلام نے خاص طور پر معمول بنایا، یہ تاکید ان کی ترغیب دی، ان کے عامل کو "بشارۃ اجر" اور تارک کو "وعید عذاب"

سنائی ہو وہ فروغ ہوتے ہوئے بھی شریعت میں سنتہ مؤکدہ کہلاتے ہیں۔ اور فرض کے قریب قریب "واجب" قرار پاتے ہیں اور بالکل یہی حیثیت قربانی کی ہے، اس وقت تفصیلی استدلال کی گنجائش نہیں۔ لہذا چند ضروری باتیں بیان کر کے مسئلہ کا اصل رخ متعین کر دیا جائے گا۔ اب بالترتیب "کتاب" و "سنتہ" اہتمام و اجماع صحابہ "رضی اللہ عنہم جیسے اصل اور بنیادی دلائل کے ذریعہ دلائل اور تاریخ کے بعد "وحی والہام" سے ہر قوم کی طرح "امت مسلمہ" کے لئے بھی قربانی کے وجوب کا قطعی ثبوت ملاحظہ کریں۔

کتاب اللہ جل جلالہ

"ہر امت پر قربانی واجب تھی"

۲۶. وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۚ فَإِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا۔ (پ نمبر ۱۴، ع ۱۲، س الحج، ۵ع)

اور ہر گروہ کے لئے ٹھہرا دی ہم نے قربانی تاکہ وہ یاد کریں اللہ کا نام ان چوپایوں کے ذبح پر جو اللہ نے دیئے ان کو تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے۔ بس اسی کے حکم میں رہو۔

اس آیت میں امت کے لفظ سے ہر دور کے مؤمنین مراد ہیں اور مذکور کا معنی قربانی ہے! "امام قرطبی" رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور عالم مستند

تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ مَوْمِنَةٍ جَعَلْنَا مَنَسْكَاً وَالْمَنَسْكَ الَّذِيحُ
وَأَرَاقَةُ الدِّمِ، قَالَ: "مُجَاهِدٌ" يُقَالُ نَسَكَ إِذَا ذَبَحَ
وَالذَّبِيحَةَ نَيْسِكَةً (تفسیر "قرطبی" ج ۱۲، ص ۱۵۸)

اور ہم نے ہر مومن گروہ کے لئے "منسک" (قربانی کا عمل) مقرر کیا ہے اور
منسک کا معنی حلال جانور ذبح کرنا اور خون بہانا ہے۔ حضرت "مجاہد" تابعی
رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "عرب میں لغوی محاورہ کے طور پر "نسک" اس
وقت کہا جاتا ہے جب کسی نے جانور ذبح کیا ہو اور ذبیحہ جانور کو نسیک کہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی شرائع میں ہر مومن پر قربانی
مقرر اور واجب کی گئی تھی اور اب اسی خدائی دستور کے مطابق امت محمدیہ علی
صاحبہا السلام پر بھی واجب کی گئی ہے۔

"نبی علیہ السلام کے لئے قربانی کا حکم اور اعلان:"

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے ہم مسلک حضرات فقہاء نے قربانی
واجب ہونے کا استدلال حسب ذیل آیات سے کیا ہے۔

۲۷. قُلْ إِنِّي هَدَانِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ.
دِينًا قِيمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ
الْمُشْرِكِينَ. (س الانعام، ۷۸، ۸۰)

آپ فرمادیجئے یہ سچی بات ہے کہ میرے پالنہار نے مجھے چلایا ہے سیدھی راہ کی
طرف، جو "مضبوط دین اور شریعت" ہے خدا کے لئے سب سے اگلی۔ جو جانے

والے "ابراہیم" کی اور وہ ابراہیم نہیں تھے کسی کو خدا کا ساجھی بنانے والوں
میں سے۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي
لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُفْرِتُ
وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ. (س الانعام، ۷۸، ۸۰)

آپ فرمادیجئے یہ سچی بات ہے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور
میری موت اللہ ہی کے لئے ہے جو پالنہار ہے سب جہانوں کا اس کا کوئی ساجھی
نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا حکم ماننے والا ہوں۔

اقوامِ عالم کی مصدقہ تاریخ اور پھر قرآن کریم کی ماقبل میں مذکورہ آیات
سے یہ پہلے، نبوی اور مفصل طور سے معلوم ہو چکا ہے کہ ہر امت پر قربانی واجب
تھی اور ان اقوام میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بھی تھی اور چودہ سو
برس سے یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن
کریم میں ملت ابراہیمیہ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا.

(س النحل نمبر ۲۱، پ ۱۲، ۲۱)

پھر ہم نے حکم بھیجا آپ کی طرف کہ چلئے ابراہیم کے دین پر جو خدا کے لئے دنیا
سے ایک طرف تھے۔

جس سے قربانی سمیت اس ملت کے تمام احکام کی پیروی لازم ہو
گئی۔ چنانچہ مذکورہ آیت میں اسی مضمون کو نبی علیہ السلام کی زبان مبارک سے

اللہ علیہ سورۃ "الکوثر" میں وارد شدہ دو خاص الفاظ "فصل" اور "وانحر" کے حقیقی معنی اور ان کی اصل منقول اجماعی تعبیر و تشریح کے ضمن میں "قربانی" کے ثبوت اور اس کے واجب ہونے کی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"فَصِلْ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" قَدَرُوْیْ اَنَّهُ اَرَادَ "صَلٰوةَ الْعِیْدِ" وَ بِالنَّحْرِ. "الْاُصْحٰیةُ" وَالْاَمْرُ یَقْتَضِی الْاِیْجَابَ" وَاِذَا وَجَبَ عَلٰی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ فَهُوَ وَاجِبٌ عَلَیْنَا بِقَوْلِهِ تَعَالٰی (فَاتَّبِعُوْهُ) وَقَوْلِهِ تَعَالٰی (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) (احکام القرآن للامام ابی بکر الجصاص الحنفی رحمۃ اللہ علیہ ج ۳، ص ۳۰۶)

فصل لربک وانحر (اور نماز پڑھیے اور اپنے پالہنہار کے لئے اور حائل جانور ذبح کیجئے) پختہ روایت کے ساتھ منقول ہے کہ اس آیت میں نماز سے مراد "نماز عید الاضحیٰ" ہے اور نحر سے مراد قربانی کرنا ہے اور (شرعی قانون یہ ہے کہ) جس کام کے لئے امر (حکم) کا لفظ اور صیغہ آجائے وہ اس کے واجب اور فرض ہونے کا تقاضی کرتا ہے اور جب نماز عید الاضحیٰ اور قربانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہو گئی تو ہم امت والوں پر لازماً اور بہ درجہ اولیٰ واجب ہو گئی اور قربانی کا یہ وجوب اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کہ "نبی اور رسول کی پوری پیروی کرو" اور ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و عمل میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ ثابت ہے۔!

۳۱۔ واضح رہے کہ پوری دنیا میں امت محمدیہ کی قطعی واحد

نمائندہ قائم برحق اور انشاء اللہ تعالیٰ مکمل نجات یافتہ اکثریت

أهل السنة والجماعة" ہیں اور برصغیر ہند و پاکستان میں بسنے والے قریباً چالیس کروڑ فرزندان اسلام کے آزمودہ و مصدقہ خالص اسلامی مسلک اور فقہ و قانون حنفی اسلامی کے پیروکار ہیں جو نصوص شرعیہ اور اجماع امت کے مطابق قربانی کو اسلام کا ایک ازلی و ابدی امتیازی عباداتی قانون اور عظیم ترین شعار و نشان سمجھتے ہیں اور اس کو شدت حکم و تاکید نبوی کے تحت فرض کی حیثیت کے قریب پہنچا ہوا۔ دائمی واجب عمل مانتے ہیں۔ البتہ اس برصغیر میں صرف اپنے جداگانہ نظریات و استدلال کے باعث امت کی اکثریت کے مقابلہ میں ایک مستقل فرقہ بنے ہوئے "غیر مقلدین" کا گروہ اس کو "محض سنت" قرار دیتا ہے اور انتہائی حیرت انگیز بلکہ پریشان کن اور فتنہ خیز انداز میں قربانی کو واجب سے کم درجہ اور کم ضروری عمل بھی شمار کرتا ہے؟ اور پوری امت کے فکر و عمل کی طے شدہ بنیاد نصوص حدیث و اجماع امت کے خلاف پوری شد و مدد بلکہ ضد و تعصب اور نفرت و عناد کے ساتھ۔ اس کو ذوالحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخ سے ایک دن بڑھا کر پورے چار دن تک اداء کرنا بھی "ضروری" گردانتا ہے۔؟ حالانکہ "اجتہاد" کے نام پر یہ سراسر غیر معتبر اور ناقابل قبول منفرد اور جدت پسندانہ فکر و عمل اصول و فروع شریعت سے بالکل متضاد ہے کیوں کہ ایک نادان بچہ بھی اس بے بنیاد منطق کے تضاد کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ کہ "جب قربانی کی عبادت سرے سے واجب ہی نہیں؟"

بلکہ صرف ایک سنت کے نام پر اختیاری اور مباح عمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ۹۔ تو پھر وہ مقررہ تین دنوں میں بھی لازماً غیر ضروری ہوئی چاہیے؟ چہ جائیکہ صرف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقبول و محبوب الہامی مسلک کے خلاف نفسانی بغض و حسد کا بخار نکالنے اور بے قصور حنفیوں منیوں کو چڑا کر اور مسلسل ظلم و تشنّج کا نشانہ بنا کر امت میں فتنہ و فساد پیدا کرنے کے لئے اس کو اصولاً غیر واجب قرار دے دیا جائے۔ ۱۰۔ اور اس دور جدت آفرینی و بدعت پسندی میں بھی خوف خدا سے عاری ہو کر پوری امت کے متوازی بے دلیل مسلک کی چمک پھل قائم رکھنے اور غریب بے علم اور کم علم عوام کو داندستہ اعتقادی و عملی ابتلاء و مصیبت میں ڈالنے کے لئے اسے پھر تین دن سے بڑھا کر مسلسل چار روز تک جاری رکھنے کا حکم "شریعت" بھی بتایا جائے، اور زبان درازی، کٹ جھٹی اور ڈنڈے بازی کر کے اس کو منوانے کی سراسر ناجائز کوشش بھی جاری رکھی جائے، جب کہ ایک طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک امت کی قطعی اکثریت کے مصدقہ مسلک حق پر اعتقاد و عمل کو معاذ اللہ "جہالت" "اندھی تقلید" اور "طریق مشرکین و اہل جہنم" جیسے ضییت و ناپاک شیطانی الفاظ و آفتاب کے ساتھ ذکر کرنا وظیفہ حیات بنایا جا چکا ہے۔ ۱۱۔ تو پھر کس شریف فطرت اور انسانی طرز عمل کے بل بوتے پر امت کی اکثریت سے۔ اپنے سراسر انفرادی اور مسترد شدہ فقہی مسلک اور "سراسر بدعت آمیز طرز عمل" کو اصل شریعت کہہ کر تسلیم کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے؟ اور اس کو حلال و حرام بلکہ "کفر و اسلام" کا قابل جنگ و جدال مسئلہ بنا کر کس دین اسلام کی کون سی خدمت انجام دی جا رہی

ہے؟ انشاء اللہ تعالیٰ پوری امت رسول علیہ السلام کی برحق و نجات یافتہ عوام اکثریت والے مخلص مسلمان۔ "اہل السنۃ والجماعت" حسن خاتمہ اور شفاعت کبریٰ کی سعادت سے "مشفرف ہو کر لازماً جنت میں جائیں گے۔ لہذا پوری امت کو کچھ نہ سمجھ کر اور کچھ نہ مان کر "دین کی فرضی ٹھیکیداری کے مدعی"۔ اصول شریعت کی روشنی میں پہلے اپنا انجام سوچ لیں۔ کیوں کہ زمین و آسمان سے زیادہ وسیع و عریض جنت کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر سید اولاد آدم، نبی و رسول خاتم صلی اللہ علیہ وسلم تک ان لاکھوں اور ہزار ہا برسوں میں کسی شریعت میں کسی نبی و رسول کے ذریعہ "معاذ اللہ" محض ان کے نام الاٹ کر دینے اور ان کے کبڑی کھیلنے کے لئے وقف ہونے کا کبھی کوئی اعلان نہیں فرمایا۔ ۱۲۔ لہذا

"ایا زقدر خود شناس"

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَن يَّشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔

انتہائی قلت وقت اور کتاب کی موجودہ ضخامت میں مزید گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے اس موضوع پر مستقل اصولی بحث کو سر دست ملتوی کیا جاتا ہے، بہ شرط زندگی و صحت و فرصت انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں اس کے مالہ و ماعلیہ پر امکانی طور پر دلائل کی روشنی ڈالی جائے گی۔ قارئین مطمئن رہیں اور فی الحال صرف اوپر مذکور حدیث کے ظاہر و باطن پر اعتقاد و یقین کر کے پوری امت کے چودہ سو سالہ موروثی، مستفاد اور اجماعی عقیدہ و عمل کے ساتھ وابستہ رہیں اور کسی بھی طالع آزمائشی بہرہ و پالیڈر اور امت کی برحق اور قطعی نمائندہ اکثریت اہل السنۃ والجماعت کے عالم گیر مسلک حق اور زیر عمل اسلامی حنفی فقہ و قانون

کے خلاف اڑانے اور مورچہ بندی کرنے والے "مفتن و مفسد گروہ" کے حدود بغض آمیز پروپیگنڈے سے ہرگز متاثر نہ ہوں۔

وَاللّٰهُ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ اِنْ تَتَّصِرُوْا اللّٰهُ يَنْصُرْكُمْ
وَيُخَيِّتْ اَقْدَامَكُمْ !

سُنَّةُ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"ہر سال تمام مسلم گھرانوں پر قربانی واجب ہونے کا عام حکم اور اعلان:"

۳۲-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عَنْ مِخْنَفِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ: "وَنَحْنُ وَقُوفٌ مَعَ رَسُولِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ قَالَ: قَالَ:
يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ عَلَى أَهْلِ كُلِّ بَيْتٍ رَفِي كُلِّ عَاهٍ
أَصْحِيَّةٌ ۝ (ابوداؤد ج. ۲، ص ۳۸۵)

اے لوگو! ہر گھر والے پر ہر سال میں ایک بار قربانی واجب ہے۔!

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ عَلَى أَهْلِ كُلِّ بَيْتٍ رَفِي كُلِّ عَاهٍ
أَصْحِيَّةٌ (ابن ماجہ ص ۲۳۳)

اے لوگو! ہر گھر والے پر ہر سال میں ایک بار قربانی واجب ہے۔

اس حدیث مبارک کے ذریعہ صاف تاکید اور قانونی الفاظ میں ساری امت کے عوام پر قیامت تک کے لئے قربانی واجب قرار دی گئی ہے۔ خصوصاً حرف "علی" کا استعمال مضبوط معنوی دلیل ہے کیونکہ لغت عرب میں یہ لفظ کسی چیز کے لازم اور واجب ہونے کا معنی دیتا ہے، اب اس حکم کے مطابق اس کی تائید میں نبی علیہ السلام کے اپنے عمل مبارک کی سند رکھئے۔!

"مدینہ منورہ میں ہمیشہ قربانی ہوتی رہی:"

۳۳. عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: "أَقَامَ
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ عَشَرَ
بَيْنَيْنَ يُصْنَعَانِ" (مسند احمد ج ۴ ص ۵۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں دس سال مقیم رہ کر ہمیشہ قربانی ذبح فرماتے رہے"

اس حدیث مبارک نے منکرین حدیث کی کمر توڑ دی اور ان کا یہ پردہ فریب ہٹا کر دیا کہ "قربانی صرف مکہ معظمہ میں ہوتی ہے اور صرف حجاج پر میدان منیٰ میں واجب ہے اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ مکہ میں منیٰ کی قربانی جو حجاج حج کے بعض احکام کی وجہ سے دیتے ہیں۔ وہ اور ہے اور عام مسلمان ذوالحجہ کی دسویں کو دنیا کے کونے کونے اور زمین کے چبھے چبھے پر خدا و رسول کا حکم، شریعت کا جز اور مستقل عبادت سمجھ کر جو قربانی دیتے ہیں وہ چیز سے دیگر ہے اور حضور علیہ السلام نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دس سال مدینہ منورہ میں یہی قربانی ادا فرمائی ہے تاکہ حج کے مقصد و جانوروں کا ذبح اور

دوسری تاریخ کی عام قربانی دونوں میں فرق ہو جائے اور امت کے لئے آپ کا عمل حکم کر ہمیشہ کے لئے مسئلہ کو واضح اور معین بھی کر دے۔

علامہ "سید آکوسی" بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جلیل القدر تفسیر میں لکھتے ہیں:-

وَذَكَرَ الْخَفَاجِيُّ لِبَعْضِهِمْ تَأْلِيْفًا صَحَّحَ فِيْهِ اَنَّهَا
نَزَلَتْ مَرَّتَيْنِ وَحِينَئِذٍ فَلَا اَشْكَالَ

(روح المعانی ج نمبر ۳۰ ص ۲۴۴)

علامہ خفاجی نے بعض علماء کی ایک کتاب کا ذکر کیا ہے جس میں صاحب کتاب نے اس بات کو صحیح ثابت کیا ہے کہ "یہ سورۃ کوثر دو بار نازل ہوئی تھی اور ایسی صورت میں کوئی الجھن اور مشکل باقی نہیں رہتی۔

"اجماع صحابہ" رضی اللہ عنہم

"قربانی" رسول و صحابہ اور پوری امت کا عمل ہے:-

۳۳- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ-
قَالَ: "سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا) عَنِ
الصَّحَابَا أَهَيَّ وَاجِبَةٌ؟ قَالَ: "صَحَّتْ رُسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْمُسْلِمُونَ مِنْ بَعْدِهِ
وَجَرَتْ بِهِ السُّنَّةُ" (ابن ماجہ، ص ۲۴۲)

علم تعبیر خواب کے امام حضرت محمد ابن سیرین (تابعی رحمۃ اللہ علیہ) سے

روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے قربانیوں کے متعلق پوچھا کہ "آیا یہ واجب ہیں؟" تو ابن عمر نے فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی، اور آپ کے بعد اہل اسلام (صحابہ) نے قربانی کی اور اس قربانی کا عمل سنت ہے۔" خور پر ہمیشہ کے لئے جاری ہے۔"

یہ حدیث قربانی کے دائمی سنت رسول، سنت صحابہ اور شعار امت ہونے پر واضح اور قطع دلیل ہے۔

"خلاصہ بحث"

۳۵- گزشتہ تمام نظائر تاریخیہ اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں اب تمام مسلمانوں کو خود بہ نظر غور دیکھ لینا چاہیے کہ ابتداء اسلام سے آج تک امت ابراہیمیہ اور امت مسلمہ کا مستند اجماعی، مضبوط اور متواتر و مسلسل عمل کیا رہا ہے؟ خلاصہ ملاحظہ کریں۔

۳۶- عہد آدم علیہ السلام سے آغاز اسلام تک دنیا کی ہر قوم کسی نہ کسی شکل میں قربانی کا عقیدہ رکھتی اور اسے اداء کرتی رہی، حتیٰ کہ کفر میں مبتلا ہونے کے باوجود قربانی کے عقیدہ و عمل کو انہوں نے کبھی نہیں چھوڑا۔

۳۷- ملت ابراہیمیہ میں قربانی کا عمل زیادہ واضح اور معین کیا گیا۔ چنانچہ سیدنا "ابراہیم" خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس کو امتیازی نشان بنا کر خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی پیروی اور امت میں اس کے اعلان اور اجراء سنت کا حکم دیا

گیا۔

۳۸۔ نبی علیہ السلام نے حکم قربانی کے نزول سے آخر حیات تک بطور عبادت مسلسل قربانی کی، صحابہ سے کرائی اور امت کو ترغیب اور حکم دے کر ہمیشہ کے لئے اس کو واجب العمل قرار دے دیا۔

۳۹۔ حج کے موقع پر "منیٰ" میں حجاج جو جانور ذبح کرتے ہیں ان کا الگ حکم ہے اور ایام قربانی میں حجاج سمیت ساری دنیا میں جو قربانی کی جاتی ہے وہ مستقل عبادت ہے۔ چنانچہ منیٰ میں بھیجے ہوئے جانور کو "حَدیٰ" "نَسِک" اور ایام قربانی میں مذبح جانوروں کو "أَصْحَاةُ" "أَصْحَبِيَّةُ" "أَصْحَبِيَّةُ" "مُنَسَكٌ" "نَسِيكَةٌ" وغیرہ کہتے ہیں۔

۴۰۔ قربانی تاریخ اقوام و اہم سابقہ، قرآن کریم، احادیث شریفہ، اجماع امت کے دلائل قطعیہ کے ساتھ ثابہت الہامی رسم، اسلامی نشان، موروثہ و مؤکدہ عبادت اور سنت ہے۔ نیز "عامل" کے لئے "بشارت" اور "تبارک" کے لئے "وعید" کی شان رکھنے والا ایک لازم اور واجب العمل "شرعی حکم" ہے۔

"منیٰ میں حجاج کے ذبیحہ اور عام قربانی میں فرق

۴۱۔ منیٰ میں حجاج کے ذبیحہ اور باقی غیر حجاج کی قربانی کے

گوشت اور کھال کے مصارف اور ان سے فائدہ اٹھانے کے احکام بالکل مختلف اور الگ الگ ہیں۔ مثلاً حجاج کے مخصوص جانور صرف دسویں تاریخ کو اور منیٰ میں ہی ذبح کئے جاسکتے ہیں۔ (۱) جب کہ قربانی کے جانور ذوالحجہ کی دسویں،

گیارہویں، اور بارہویں، کو شام سے پہلے پہلے پوری دنیا میں ذبح کئے جاسکتے ہیں۔ مزید یہ کہ ایام حج میں منیٰ پر صرف ذبیحہ حج ہی نہیں بلکہ واجبات حج اداء نہ کر سکنے پر بہ طور تاوان لازم آنے والے جانور بھی ذبح کئے جاتے ہیں اور حاجی قربانی کے جانور کی طرح تاوان کے جانور کا گوشت نہیں کھا سکتا۔ اور اسی سبب سے یہ دونوں ذبح مستقل عبادت شمار ہوتے ہیں۔ اور دونوں پر مستقل اشکال میں بلا اختلاف امت قریباً ڈیڑھ ہزار سال سے بحمد اللہ صحیح عقیدہ کے ماتحت پورے ذوق و شوق اور جذبہ ایثار کے ساتھ عمل بھی ہو رہا ہے اور ملحدین و منکرین قرآن و حدیث کی تمام ناپاک مساعی اور جہل مرنے کے باوجود انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہوتا رہے گا!

ہمیشہ رہا ہے، ہمیشہ رہے گا

"محمد" کا نام اور "محمد" کا کام!

"دعوتِ فکر و عمل"

۴۲۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ قربانی تمام انبیاء علیہم السلام کی

فرائع کا جز جلی آئی ہے، خصوصاً جد الانبیاء و مجدد الانبیاء سیدنا ابرہیم خلیل اللہ اور سیدنا اسماعیل "ذبیح اللہ علیہما السلام" نیز حضور خاتم النبیین والمعصومین، قائد المرسلین، سیدنا "محمد" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس یادگار اور اہدی

۱۔ بعض کے نزدیک حجاج کی قربانی بھی ۱۰-۱۱ اور ۱۲ ذوالحجہ کو جائز ہے

(حاشیہ اصفہانہ از مولانا فیض احمد صاحب)

سنت ہے۔ تو اب ہمارے لئے مقام فکر و غیرت ہے۔ کہ ایسی عظیم نیکی کو کسی بے دین جماعت کے شیطانی پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر، "دین سے الگ"، مولویوں کی گھڑت، "نالی بوجھ"، "بے ضرورت" یا وقتی اور معمولی چیز سمجھ کر اس کا "عقیدہ" رکھنے یا اس کے اداء کرنے میں ڈھیل یا سستی روا رکھنا؟ یا خدا نخواستہ سرے سے چھوڑنے کا ارادہ کرنا کتنی بڑی مرمومی اور بد نصیبی ہے اور قبر و حشر میں حسرت و شرمندگی کا اور عذاب الیم کا سودا ہے؟ یاد رکھیے لمحدین و منکرین قرآن و حدیث کا یہ فکر و عمل اور اس کی پیروی اسلام سے "صاف غداری" اور کھلی بغاوت ہے۔ یہ تحریک قرآن کا نام استعمال کر کے درحقیقت دنیا کو اصل اسلام سے منحرف کرنے اور بے خبر مخلوق خدا کو جہنم میں دھکیلنے کا "ذہابی پروگرام" ہے لہذا اس "کافرانہ مہم کے لفظی فریب" سے ہرگز مرعوب نہ ہوں۔ کیونکہ کتاب و سنت اور اجماع امت کے ناقابل تردید دلائل کے ساتھ اظہار حق اور اتمام حجت کیا جا چکا ہے، اگر اب بھی کوئی سیاہ باطن اس حکم کا انکار یا اس میں تاویل و تحریف کرے تو اس پر لعنت بھیج کر جملہ احکام قرآن اور نبی علیہ السلام کی دیگر ہزار باسن کی طرح قربانی کو بھی "دین کا خاص نشان" اور لازم و واجب حکم سمجھ کر ہمیشہ اداء کرنے کا عقیدہ و عزم رکھیے اور ہر سال اس کی تکمیل کر کے اس "دور فتنہ و فساد، اور عہد بدعت و الحاد" میں اپنے دین کی حفاظت اور حسن خاتمہ کی فکر میں مشغول رہیے! اللہ تعالیٰ فریب باطل سے بچنے اور حق سمجھ کر اس کو قبول کرنے اور اس پر عمل کی توفیق سے بہرہ ور فرمائیں آمین۔! چونکہ قربانی اصولاً نماز کے بعد اداء کی جاتی ہے اس لئے ہم اس کے مدلل و مفصل علمی و تاریخی اور شرعی

ثبوت کے بعد "طبیعی و شرعی ترتیب" کے مطابق پہلے نماز عید الاضحیٰ، نیز اس وقت کے کچھ خاص احکام اور آخرت میں قربانی کے مسائل ذکر کریں گے۔ وبالله التوفیق۔

"مسائل عید الاضحیٰ"

۳۳۔ اگر آسمان صاف ہو تو "عید الاضحیٰ" کے مہینے "ذوالحجہ" کے چاند کے لئے بھی رمضان المبارک اور عید الفطر کی طرح بہت سے لوگوں کا دیکھنا معتبر ہے۔ ایک دو آدمی کی بات سند نہیں ہوگی اور مطلع صاف نہ ہو تو رمضان کا چاند صرف ایک پوری مٹھی بھر شرعی دائرہ والے "دین دار" "مستی" اور "سچے" آدمی کی گواہی سے یا "ایک پردہ دار غفیہ، مستقیہ اور سچی مؤمنہ خاتون کی گواہی سے ثابت ہوگا۔ کیونکہ مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلم مرد یا مسلمہ عورت تیز نگاہی کی وجہ سے اتفاقاً چاند دیکھ لے اور اکثر لوگوں کو مکدر فضاء میں چاند نظر نہ آ سکے، تو ایسے وقت میں کوئی صحیح نیک اور صاف نیت مسلمان اول تو کسی معاملہ میں بھی۔ پھر غلام احکام شرعیہ میں اور خصوصاً روزہ جیسی نازک عبادت کے متعلق کافرانہ دیدہ دلیری" کر کے اور غلط جھوٹی گواہی دے کر اپنے دین و دنیا کو برباد کرنے کی کبھی جرأت نہیں کر سکتا لہذا ایک مستی مرد اور مستیہ عورت کی معروف و مسلمہ نیکی کے ثبوت پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے ایسے آزاد یا غلام مرد اور آزاد باندی عورت کی گواہی پر رمضان المبارک یا عید کا دن شروع ہونے کا اعلان کر دیا جائے گا۔ (احکام عید کا

حکم آگے آ رہا ہے) چنانچہ فقہ اسلامی میں یہ مستفہض منابطہ مذکور ہے کہ:

وَإِذَا كَانَ بِاسْمَاءَ عِلَّةً، قَبْلَ شَهَادَةِ الْعَدْلِ فِي رُؤْيَةِ الْهَلَالِ. رَجُلًا كَانَ؟ أَوْ امْرَأَةً؟ حُرًّا كَانَ؟ أَوْ عَبْدًا (شرح البداية" ج ۱. ص ۱۹۷)

اور جب آسمان میں (دھند، غبار اور بادل وغیرہ جیسی کوئی غلت اور رکاوٹ پیدا ہو گئی ہو تو پھر رمضان اور عید کا چاند دیکھنے میں (پوری مٹھی بھر شرعی دائرہ والے دین دار، مستی اور سچے مرد اور پردہ دار، متقیہ اور سچی عورت - جیسے) ایک "عادل" آزاد یا غلام مرد یا آزاد یا باندی عورت کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔

جبکہ اس کے مقابلہ میں صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لئے دو پوری مٹھی بھر دائرہ والے متشرع اور مستی آدمیوں یا ایسے ایک مرد اور دو پردہ دار اور پاکدامن نیک عورتوں کے کردار پر بہ حکم شریعت مکمل حسن ظن کے ساتھ پورا اعتماد کرتے ہوئے چاند ہونے کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اور کسی بڑے گروہ اور مجمع کی گواہی پر معلق نہیں رکھا جائے گا۔ کیونکہ مکدر فضا میں کبھی بھی اکثر لوگوں کو چاند نظر نہیں آتا۔ بلکہ چند افراد ہی بہ مشکل چاند دیکھ سکا کرتے ہیں۔

وَإِذَا لَمْ تَكُنْ بِاسْمَاءَ عِلَّةٍ لَمْ تُقْبَلِ الشَّهَادَةُ حَتَّى يَرَاهُ جَمْعٌ كَثِيرٌ يَقَعُ الْعِلْمُ بِخَبَرِهِمْ (شرح البداية" ج ۱. ص ۱۹۸)

اور جب آسمان میں دھند، غبار اور بادل وغیرہ جیسی کوئی غلت اور رکاوٹ موجود نہ ہو تو ایسی حالت میں چونکہ بیک وقت ساری مخلوق کی نہ نظر خراب ہو سکتی ہے اور نہ ہی خدا خواستہ سبھی اندھے ہو سکتے ہیں؟ اس لئے صرف ایک دو

آدمیوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ بلکہ لوگوں کا ایک اتنا بڑا مجمع کہ جن کی خبر اور گواہی سے چاند ہونے کا یقینی علم حاصل ہو جائے جب تک وہ چاند دیکھ کر گواہی نہ دے دیں؟ عید الاضحیٰ ادا نہیں کی جائے گی!

"بے نماز"، "بے روزہ"، "دارحی مندا"، "جھوٹا"، "غلانہ گناہوں میں مبتلا اور بد کردار شخص بزار قسم بھی کھائے تو اس کی گواہی موجود و مروج کما فرائض نظام" اور "خرنگی" کا شیطانی قانون! "بے شک! اتنا رہے؟ لیکن "شریعت مطہرہ" کے نزدیک ہرگز معتبر نہیں ہوگی۔ لہذا ایسے مواقع پر کسی "بے دین اور فاسق و فاجر کی گواہی" اور کسی "سرکاری جاسوس" اور ٹوڈی مولوی و مفتی" کا فتویٰ ہرگز تسلیم نہ کریں۔

۴۴۔ ذوالحجہ کی آٹھویں اور نویں تاریخ کی درمیانی شب کو عبادت میں مشغول رہنا، اور نویں تاریخ یعنی "یوم الحج" یا "یوم عرفہ" کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔ ذوالحجہ کی دسویں - یعنی ۱۰ م عید الاضحیٰ "نیز گیارہویں اور بارہویں کے تین دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں حضور علیہ السلام کی مشہور حدیث ہے۔ لَا تَصُومُوا فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ فَإِنَّهَا أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَيَعَالِي (نصب الراية - ج ۲. ص ۲۸۲ بحوالہ طبرانی کبیر)

عید الاضحیٰ کے ان تین دنوں میں روزہ نہ رکھو۔ اس لئے کہ یہ کھانے پینے اور بیویوں سے قریب ہونے کے دن ہیں۔

"تکبیرات التشریق":

۴۵۔ ذوالحجہ کی نویں تاریخ "یوم عرفہ" یعنی حج والے دن نماز

غبر کے بعد سے تیرہویں کی عصر تک پانچ دنوں کے وقت کو "ایام التشریق" یعنی "چاشت کے وقت نماز عید پڑھنے اور قربانی واجب ہونے کے سبب سے تکبیر پکارنے کے دن" کہتے ہیں۔ ان دنوں میں "مقیم" لوگوں کو اکیلے، یا باجماعت، ہر فرض نماز کے بعد اونچی آواز کے ساتھ ایک بار "تکبیر التشریق"۔ یعنی "ایام حج و قربانی کی تکبیر کہنا واجب ہے۔ اگر "امام" سلام کے بعد بھول جائے تو بجائے چپ رہنے اور چھوڑنے کے کوئی "مقتدی" خود تکبیر شروع کر دے تاکہ عملاً یاد دلانے سے امام اور بقیہ سب مقتدی بھی تکبیر پکار لیں۔ (حدایہ ج ۱ ص ۱۳۳ وردالمستار ج ۱ ص ۶۱۹۔ طبع کوئٹہ پاکستان)

۴۶۔ "مسافر" پر تکبیر واجب نہیں، البتہ اگر مسافر لوگ نماز باجماعت پڑھیں اور ان میں کوئی مقیم موجود ہو تو پھر تکبیر کہ لیں اگر امام مقیم ہو تو مقتدی مسافر پر بھی تکبیر پڑھنا واجب ہے۔ (حدایہ ج ۱ ص ۱۳۳)

۴۷۔ "خواتین" اگر اتفاقاً کسی عورت امام کی اقتداء میں اپنی انگ باجماعت نماز پڑھیں تو تکبیر نہ کہیں اور اگر "مرد" امام کے پیچھے ہوں تو پھر عورتوں کے لئے ضروری حد تک اخفاء اور ستر کے مقرر شرعی ادب اور حکم کے مطابق آہستہ آواز کے ساتھ تکبیر کہ لیں۔ (الدر المختار ج ۱ ص ۶۲۰ و طحاوی ص ۲۹۵)

۴۸۔ "تکبیر تشریق" یعنی ایام حج و قربانی کی تکبیر یہ ہے۔
اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ،

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے۔ (الدر المختار ج ۱ ص ۶۱۹)

۴۹۔ نماز عید الاضحیٰ بھی عید الفطر کی طرح ظاہری ثبوت میں سنت مؤکدہ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکمل التزام اور کبھی ترک نہ کرنے کے باعث فرض کے قریب واجب ہے اور جن شرائط کے ساتھ، جن جگہوں پر، نماز جمعہ واجب ہے، انہیں شرائط کے تحت نماز عید بھی واجب ہے! لہذا جہاں جمعہ جائز نہیں! وہاں نماز عید بھی جائز نہیں!۔

۵۰۔ عید الفطر کی طرح عید الاضحیٰ کے دن بھی مسواک کرنا، نہانا، نئے یا دھلے ہوئے کپڑے پہننا خوشبو لگانا مسنون ہے۔ (الدر المختار ج ۱ ص ۶۱۲)

"عید الاضحیٰ کے دن خالی پیٹ عید گاہ میں جانا واپس آکر کوئی چیز کھانا خصوصاً اپنی قربانی کا پکا ہوا گوشت چکھنا مسنون و مستحب ہے"۔

۵۱۔ عید الفطر کے دن کو نماز کے لئے جانے سے پہلے کھجور یا

چھوہارے کے طاق دانے یا کوئی میٹھی چیز کھانا مسنون ہے اور عید الاضحیٰ کے روز خالی پیٹ عید گاہ میں جانا اور نماز سے واپس آکر کچھ کھانا پینا۔ خصوصاً اپنی قربانی کا پکا ہوا گوشت پکھنا مسنون و مستحب ہے، اس بارہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک یوں ہی منقول ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ. حَتَّى يَأْكُلَ تَمْرَاتٍ وَيَأْكُلَهُنَّ وَتَرًا"

(البخاری ج ۱ ص ۱۳۰ "حنفی مشکوٰۃ". زجاجہ المصابیح" ج ۱ ص ۳۹۹ "شافعی مشکوٰۃ المصابیح" جلد ۱ ص ۱۲۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ: "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف اس وقت تک روانہ نہیں ہوتے تھے جب تک کہ چند کھجوریں نوش نہ فرمالتے تھے، اور آپ ہمیشہ طاق (یعنی تین یا پانچ یا زائد) تعداد میں کھجور کے دانے استعمال فرمایا کرتے تھے۔"

وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْأَضْحَى حَتَّى يُصَلِّيَ" (رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی حنفی مشکوٰۃ. "زجاجہ المصابیح". ج ۱ ص ۱۲۶)

حضرت بریدہ ابن حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نماز کے لئے حجرہ مبارک سے اس وقت تک باہر نہیں نکلتے تھے جب تک کہ کوئی چیز نوش نہیں فرمالتے تھے؟ اور عید الاضحیٰ کے دن کوئی چیز کھاتے نہیں تھے۔ جب تک کہ نماز اداء نہیں فرمالتے تھے۔"

"قربانی دینے والے شخص کے لئے ذبح سے پہلے حجامت نہ بنوانا بہتر ہے:"

۵۲۔ جس شخص پر قربانی واجب ہو بہتر یہ ہے کہ ذوالحجہ کی پہلی تاریخ سے لے کر دسویں کو قربانی سے فراغت تک نہ سر منڈائے نہ داڑھی مونچھ کے حد سے بڑھے ہوئے بال اور ناخن کٹوائے تاکہ اس وقت تک حج کرنے والوں کے ساتھ ظاہری مشابہت موجود رہے۔ اس سلسلہ میں استنباطی حکم کے طور پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حسب ذیل ارشاد منقول ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا. قَالَتْ: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ رَأَى هَالِلًا ذِي الْحَجَّةِ. وَأَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ؟ فَلَا يَأْخُذْ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَطْفَارِهِ!"

(رواہ مسلم "کتاب الاضاحی ج ۲ ص ۱۶۰)

حضرت ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "جو شخص ماہ ذوالحجہ کا چاند

دیکھ لے اور اس نے قربانی کرنے کا ارادہ کر لیا ہے، تو چاہیے کہ وہ نہ اپنے بال کاٹے اور نہ ناخن کاٹے۔!

آپ کا مطلب یہ ہے کہ قربانی سے فارغ ہو کر حجامت بنوائے۔! عید الفطر کی طرح عید الاضحیٰ کے دن بھی نماز عید سے پہلے گھر یا مسجد یا عید گاہ میں کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ اور خلاف سنت ہے۔

”نماز عید کے بعد واپس آکر گھر میں نفل پڑھنا درست ہے:

۵۳۔ البتہ عید گاہ سے واپس آکر گھر یا مسجد میں حسب معمول

نفل پڑھنا ثابت ہے۔“

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي قَبْلَ الْعِيدِ شَيْئًا فَإِذَا رَجَعَ إِلَى مَنْزِلِهِ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ. (رواه ابی ماجہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز سے پہلے کوئی نفل نماز نہیں پڑھتے تھے۔ پھر جب اپنے گھر میں واپس تشریف لاتے تو (پاشت وغیرہ کی) دو رکعت نفل ادا فرمالتے تھے۔“

۵۴۔ عید الفطر کی طرح عید الاضحیٰ کے دن بھی شہر سے باہر مقرر

جگہ میں جس کو ”المصلیٰ“ یا عید گاہ کہتے ہیں جانا اور نماز پڑھنا سنت ہے۔
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَىٰ إِلَى الْمُصَلَّى

(البخاری کتاب العیدین ج ۱ ص ۱۳۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔“

لہذا اگر شہر میں بڑی جامع مسجد تمام اہل شہر کے لئے بھی کافی ہو سکتی ہو تب بھی عید گاہ میں جا کر نماز ادا کرنا ہی مسنون ہے ویسے شہر میں بھی نماز کا کچھ انتظام کر دینا بہتر ہے تاکہ جو معذور لوگ باہر نہیں جاسکتے وہ شہر میں ہی نماز ادا کر لیں اور ثواب سے محروم نہ ہوں۔

نماز عید الاضحیٰ کے لئے گھر سے نکلیں تو عید الفطر کی آہستہ تکبیرات کی جگہ ذرہ ذرہ وقفہ سے اونچی آواز کے ساتھ تکبیر کہتے چلیں۔

(مراقی الفلاح مع الطحاوی ص ۲۹۳۔ والدر المختار ج ۱ ص ۶۱۸)

۵۵۔ عید الاضحیٰ میں بھی عید الفطر کی طرح نماز کے لئے عید گاہ کو ایک

راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا مسنون ہے۔ (طحاوی ص ۲۹۰)

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الظَّرِيقَ." (البخاری کتاب العیدین ج ۱. ص ۱۳۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کا دن ہوتا تھا۔ راستہ بدل کر آتے جاتے تھے۔"

"نماز عید کے لئے اذان اور تکبیر قطعاً ناجائز اور بدعت مردودہ ہے:"

۵۶۔ عید الفطر کی طرح عید الاضحیٰ میں بھی نماز سے پہلے اذان اور اقامت و تکبیر خلاف سنت غیر جائز اور بدترین بدعت ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: "صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بغيرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ."

(مسلم) . "کتاب العیدین" ج ۱. ص ۲۹۰ طبع دہلی انڈیا. "الترمذی" ، کتاب الصلوٰۃ، باب أن صلوة العیدین بغير اذان ولا اقامة، ص ۱۰۲ . "ابوداؤد" ، کتاب الصلوٰۃ، باب ترک الاذان فی العید، ج ۱. ص ۱۶۳ طبع کراچی)

حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: "ایک یا دو دفعہ کی بات نہیں، بلکہ بار بار میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دونوں عید کی نماز بغير اذان اور اقامت کے اداء کی ہے۔"

لہذا اگر کوئی "ضدّی"، "فتنہ جو" اور "ناشنق بدعت" "قبر پر کھڑے ہو کر" اذان کی بدعت مردودہ کی طرح عیدین کی نماز سے قبل بھی اذان و اقامت کا شغل اختیار کرے۔ تو اس کو پوری قوت کے ساتھ روک دیں۔ اور اگر اتنی طاقت نہ ہو تو پھر کسی دوسرے "متبع سنت و شریعت" امام کے پیچھے نماز ادا کر لیں تاکہ "توہین سنت" اور "عشق ولذۃ اندوزی بدعت" کے "وبال و عذاب" سے بچا جاسکے۔

"عید گاہ میں پہنچ کر سب سے پہلا کام نماز اداء کرنا اور خطبہ سننا ہے، وعظ و تقریر اصل ترتیب کے مطابق

سب سے آخر میں ہونا چاہیے:"

۵۷۔ نماز عید سے پہلے وعظ و نصیحت بھی اس خالی مباح وقت کو ذکر و عبادت میں گنہ گار کے لئے ایک "مصلحت آمیز رواج" ہے۔ سنت سے ثابت نہیں! لیکن بدعت بھی نہیں۔ چنانچہ اکابر اہل علم و فتویٰ ضرورتاً بیان فرماتے آئے اور اب بھی وعظ فرماتے ہیں، تاہم بہتر یہی ہے کہ سب سے پہلے نماز اداء کی جائے لہذا عید الفطر کی طرح عید الاضحیٰ بھی خطبہ سے پہلے ہی اداء کرنی لازم و واجب ہے، یہی اصل سنت رسول و سنت خلفاء راشدین۔ واجب التقليد حکم اور مقصود شریعت عمل ہے اور اس کے خلاف نماز سے پہلے خطبہ دینا مکملی بدعت اور توہین سنت ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق نبی علیہ السلام کا اصل مسنون اور قابل اتباع عمل حسب ذیل حدیث میں منقول ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْدًا بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ" (رواه البخاری، کتاب العیدین، ج ۱، ص ۱۳۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "بلا شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نماز کے لئے نکلے تو خطبہ سے پہلے نماز کو شروع فرمایا۔" حسب ذیل دوسری حدیث نے تو مسئلہ بالکل واضح اور مکمل کر دیا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا ضُحَىٰ إِلَى الْمُصَلَّى فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ. (متفق علیہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ میں تشریف لے جاتے تو سب سے پہلی چیز جسے شروع فرماتے تھے؟ وہ نماز ہوتی تھی۔!"

ان احادیث نے مسئلہ صاف کر دیا کہ عید گاہ میں پہنچ کر سب سے پہلے اصل اور واجب الاتباع مشغلہ نماز ہے! وعظ و تقریر نہیں؟ لیکن نماز سے پہلے صبح وقت خالی ہونے کی وجہ سے چونکہ وعظ کا رواج عام ہو گیا ہے؟ لہذا بار بار مسئلہ سمجھا کر حسن تدبیر سے لوگوں کی عادت بدلنے اور اصل طریقہ واضح کر کے سنت قائم کرنے کے لئے عید گاہ میں پہنچ کر فوراً نماز پڑھ لینی چاہیے، نیز اس مسئلہ کی عام تبلیغ کا سلسلہ بھی شروع کرنا چاہیے تاکہ عوام سے پہلے خطیب

حضرات بھی احیاء و قیام سنت کے لئے بخوبی طیار ہو سکیں۔

۵۸۔

"نیت" دل کے ارادہ کا نام ہے لہذا دوسری نماز کی طرح عید میں بھی زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں اتفاقاً کہ لے تو اچھا ہی ہے (بدائع المنافع ج ۵ ص ۷۱) کوئی بری چیز اور بدعت بھی نہیں! لیکن زبانی نیت کو ضروری سمجھنا، اس پر اصرار کرنا، اور دوسروں کو زور دیکر نیت کے الفاظ کہلوانا؟ قطعاً غلط بات ہے کوئی مسئلہ نہیں بلکہ اس پر اصرار کرنے سے بدعت کی شکل بن جانے کا خطرہ ہے لہذا اعتدال سے کام لینا چاہیے۔

حسب ذیل تیسری حدیث میں خطبہ سے پہلے نماز اداء کرنے کو عہد نبوت و دور خلافت راشدہ کا مسنون اجماعی اور واجب الطاعت عمل ہونا وصاحتاً بیان فرمایا گیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْوَكِرَ وَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. يُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ"

(البخاری، کتاب العیدین، ج ۱، ص ۱۳۱، طبع دہلی، انڈیا)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما، دونوں عید کی نماز خطبہ سے پہلے اداء فرمایا کرتے تھے۔"

نماز عید کا طریقہ

۵۹۔

نماز عید کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز عید الاضحیٰ واجب

مع شش تکبیرات زائدہ کی نیت کر کے امام کے ساتھ پہلی تکبیر کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھا کر کہیں پھر ہاتھ باندھ کر حسب دستور۔ سُبْحَنَكَ اللَّهُم۔ آخر تک پڑھ لیں پھر دوسری اور تیسری تکبیر پر کانوں کے برابر ہاتھ اٹھا کر کھیلے چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر ہاتھ باندھ لیں اب امام فاتحہ اور سورۃ پڑھ کر پہلی رکعت پوری کرے گا۔ دوسری رکعت میں فاتحہ اور سورۃ کے بعد امام کے ساتھ تینوں تکبیرات میں ہاتھ کھیلے چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع کر لیں، پھر باقی ارکان سمیت دوسری رکعت پوری کر کے نماز سے فارغ ہو جائیں۔ (مراقی الفلح مع الطحاوی ص ۲۹۱)

۶۰۔ اگر نماز عید کی جماعت کھڑی ہونے اور پہلی رکعت میں عید کی تین زائد تکبیرات مجھ کر امام کے قراءۃ میں مشغول ہونے کے بعد کوئی شخص نماز میں شریک ہوا تو وہ ضرور نماز میں رہی ہوئی اپنی تین تکبیرات کو امام کی قراءت سنتے ہوئے حالت قیام میں ہی پڑھ لے اور اگر پہلی رکعت کے رکوع میں شریک ہوا ہو تو رکوع میں ہی تکبیرات پڑھ لے اب ہاتھ اٹھا کر چھوڑنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۶)

۶۱۔ جس شخص کی نماز عید میں پہلی رکعت رہ گئی اور وہ دوسری رکعت میں شریک ہوا وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر جب اپنی دوسری اور درحقیقت فوت شدہ پہلی رکعت پوری کرنے کے لئے ثناء فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ لے تو رہی ہوئی تین تکبیرات زائدہ بھی مجھ کر پھر رکوع میں

جائے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۱)

۶۲۔ ایک شخص بغیر تکبیرات زائدہ کھے ہوئے رکوع میں چلا گیا، تو اب صرف تکبیرات کھنے کے لئے دوبارہ سیدھا نہ کھڑا ہوا، بلکہ رکوع میں ہاتھ اٹھائے بغیر تکبیرات پڑھ کر رکعت کا بقیہ حصہ پورا کر لے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۱)

۶۳۔ اگر امام نے نماز عید میں اتنی دیر کر دی کہ نماز پڑھتے پڑھتے ہی زوال ہو گیا؟ تو نماز عید فاسد ہو جائے گی۔ (الدر المنتار ج ۱ ص ۶۱۵)

"عید کی جماعت سے رہ جانے والا شخص اکیلا نماز عید نہ پڑھے بدول جماعت "عید کی قضاء نہیں ہوتی":

۶۴۔ عید کی نماز کے لئے جماعت ضروری ہے اگر کوئی شخص جماعت سے رہ کر اکیلا ہی نماز عید پڑھنا چاہے تو جائز نہیں ہے البتہ اگر کسی دوسری عید گاہ میں جا کر کسی اور امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے تو ایسا کر لے، کیونکہ عموماً ایک شہر میں بہت سی جگہوں پر نماز عید اداء کی جاتی ہے فقہاء کا ارشاد ہے۔

"وَلَا يُصَلِّيْنَهَا وَحْدَهُ إِنْ قَاتَتْ مَعَ الْإِمَامِ وَلَوْ أَمَكَنَهُ
الذَّهَابُ إِلَى إِمَامٍ آخَرَ فَعَلَّ! لِأَنَّهَا تُؤَدَّى بِمُصِيرٍ
وَاحِدٍ بِمَوَاضِعَ كَثِيرَةٍ -

(الدر المختار ج ۱، ص ۶۱۸، والبحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۲)

اور نماز عید اگر امام کے ساتھ پڑھنے سے رہ جائے تو اکیلا نہ پڑھے، اور اگر کسی دوسرے امام کے پیچھے جا کر پڑھ سکتا ہو تو ایسا کرے کیونکہ نماز عید ایک شہر میں بہت سی جگہوں پر اداء کی جاتی ہے۔

۶۵۔ جو شخص شہر میں کسی جگہ بھی باجماعت نماز عید نہ پڑھ سکے؟ وہ چار رکعت نماز چاشت پڑھ لے۔ یہ چار رکعات چاشت کے نفل ہی رہیں گے۔ جماعت عید سے رہ جانے والے کے لئے نماز عید نہیں بن سکیں گی!

(رد المحتار ج ۱ - ص ۶۱۸)

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فَاتَتْهُ صَلَوةُ الْعِيدِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا (المعجم الكبير) للطبرانی رحمة الله عليه

فقہ الامت حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "جس شخص کی نماز عید فوت ہو جائے اسے بعد میں چار رکعات نفل پڑھ لینی چاہئیں"

نماز عید کے بعد دعاء مانگنا مستحب ہے:

ایک حدیث مبارک میں نبی علیہ السلام کا فرمان منقول ہے کہ
الدُّعَاءُ مَخُذٌ الْعِبَادَةِ۔

دعاء عبادت کا مغز اور خود ایک مستقل عبادت ہے۔ ایسے ہی عام زندگی میں

مسلمان بھائیوں سے سلام اور اس کے بعد مصافحہ و معافہ بھی مسنون اور باعث برکت و محبت ہے۔ لیکن زندگی کے تمام حرکات و سکنات کی طرح یہ سب کچھ بھی نبی علیہ السلام کے الہامی منشا و مرضی اور آپ کے قول و فعل کے مطابق ہو تو صحیح ہے ورنہ مضمر رسم اور دنیا داری ہوگی، بناء بریں نماز عید سے فارغ ہو کر عام نمازوں کے بعد مسنون طریقہ سے دعاء مانگنے کے دستور و معمول کے مطابق۔ مستقل ہی دعاء مانگ لینی چاہئے اس سلسلہ میں کسی احادیث ضریفہ منقول ہیں جن سے بخوبی واضح اور ثابت ہوتا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر نماز کے بعد امام اور نمازیوں کا مل کر دعاء کرنا بالکل جائز اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت شدہ عمل کی بناء پر اجتماعی دعاء کرنا یقیناً مستحب ہے یہ طور دلیل حسب ذیل احادیث ملاحظہ کریں۔

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ: "كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ تَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيدِ، حَتَّى تَخْرُجَ الْبَكْرُ مِنْ خُدْرِهَا، حَتَّى تَخْرُجَ الْحَيْضُ. فَيَكُنْ خَلْفَ النَّاسِ فَيَكْبِرُنَّ تَكْبِيرَهُمْ وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَطَهْرَتَهُ"

(صحیح البخاری ج ۱، ص ۱۳۲، طبع دہلی و کراچی)

مشہور صحابیہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ: "ہم عورتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن نماز کے لئے عید گاہ کی طرف نکلیں، یہاں تک کہ کنواری لڑکیاں

اپنی کوٹھڑیوں سے نکلتی تھیں۔ حد یہ ہے کہ ہر مہینے میں خاص ایام کے باعث نماز، روزہ اور حج کے کئی ارکان سے معذور ہو جانے والی خواتین بھی ٹکل آتی تھیں تو وہ سب لوگوں سے پیچھے بیٹھ جاتی تھیں اور سب لوگوں کے تکبیر کہنے پر تکبیر پکارتی تھیں اور ان کی دعاء کے وقت دعاء کر لیتی تھیں اور نماز سے معذور ہونے کی وجہ سے عید کے اس دن کی برکت اور پاکیزگی سے بہ قدر ممکن مستفید ہونے کی امید پر صرف تکبیرات اور دعاء میں شریک ہو جاتی تھیں۔

اس کی کچھ ہم لفظ اور ہم معنی دوسری حدیث بھی موجود ہے۔

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ الْأَبْكَارَ وَالْبُعَاطِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ وَالْحَيْضَ فِي الْعِيدَيْنِ، فَأَمَّا الْحَيْضُ فَيَعْتَزِلْنَ الْمُصَلِّي وَيَشْهَدْنَ دَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ" رواد الترمذی وقال حدیث ام عطية حدیث حسن صحیح (الترمذی، ابواب العیدین، ج ۱، ص ۱۰۳، ابوداؤد شریف باب العیدین ج ۱ ص ۱۶۱)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ "تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید انظر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر کنواری اور بالغ لڑکیوں نیز پردہ نشین خواتین اور ہر مہینے میں خاص ایام کے باعث نماز وغیرہ سے معذور عورتوں کو بھی نماز عید میں شرکت کے لئے نکلنے کا حکم دیتے تھے۔ البتہ خاص ایام والی معذور عورتیں عید گاہ سے پیچھے ہٹ کر بیٹھ جاتی تھیں اور

تمام مسلمانوں کی دعاء میں شریک ہو جایا کرتی تھیں۔"

۶۷۔ ان دونوں احادیث کے مضمون کی تشریح کے لئے چند خاص امور کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

اولاً: یہ کہ ان احادیث میں نبی علیہ السلام کی معیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دعاء کرنے اور ان کی دعاء میں عید گاہ کے قریب پیچھے بیٹھی ہوئی چھوٹی بڑی اور بوڑھی صحابیات رضی اللہ عنہم کے شریک ہونے کا ذکر و صاحتہ اور صراحتہ موجود ہے۔

ثانیاً: یہ کہ مذکورہ احادیث شریفہ سے واضح طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ نماز عیدین میں ہر مہینے خاص ایام کے باعث نماز سے معذور عورتیں صحابہ کے پیچھے ٹھہری رہتی تھیں۔ اور ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہتی تھیں۔ اور دعاء کے وقت ان کی دعاء میں شریک ہو جاتی تھیں اور ظاہر ہے کہ اس دعاء سے خطبہ میں کی گئی دعاء ہر گز مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ خطبہ جمعہ کی طرح خطبہ عید میں بھی صرف امام اور خطیب کو ہی یہ طور اداء سنت دعاء کرنے کا حق حاصل ہے اور حاضرین و سامعین کو دعاء کرنے کی اجازت نہیں؟ بس ان کے لئے امام اور خطیب کے دعائیہ کلمات سن کر صرف دل سے آمین کہ لینا کافی ہے۔

ثالثاً: یہ کہ ان احادیث سے مرد و زن سب کا تکبیر کہنا اور مل کر دعاء کرنا ثابت ہو رہا ہے اور یہ بات بالکل واضح اور یقینی ہے کہ عیدین میں نماز سے پہلے بلند آواز کے ساتھ چھ تکبیرات زائدہ کہنے کا کوئی وقت نہیں کیونکہ یہ

تکبیرات صرف نماز کے اندر ہی بھی جاسکتی ہیں۔

رابعاً: یہ کہ وعاء لازماً نماز کے بعد ہی کی جاتی تھی۔ اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں کی دعاء میں شریک ہو جاتی تھیں تو اس سے خود بخود معلوم اور ثابت ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عیدین کے موقع پر اجتماعی وعاء ہوا کرتی تھی۔

خامساً: یہ کہ عیدین کے موقع پر دعاء کے متعلق احادیث میں خطبہ سے پہلے اور نماز کے بعد ہونے کی تو کوئی صراحت نہیں ملتی لیکن بہت سی دوسری احادیث میں ہر نماز کے بعد دعاء قبول ہونے کی بشارت موجود ہے اور نماز عید بھی یقینی طور پر نماز ہونے کی وجہ سے عام نمازوں میں شامل ہے، تو جیسے عام نمازوں کے بعد دعاء کرنا یقیناً ثابت اور مسنون ہے ایسے ہی نماز ہونے کی وجہ سے ہی نماز عید کے بعد بھی دعاء کا بالکل جائز ہونا ثابت ہو گا اور مستحب ہونا تسلیم کیا جائے گا۔

"تنبیہ":

۲۸۔ مذکورہ احادیث شریفہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ عیدین کے

موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص حکم کے تحت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع میں پہلی صفوں کے اندر صحابہ خواتین رضی اللہ عنہم بھی نماز و خطبہ کے وقت عید گاہ میں موجود اور شریک دعاء ہوا کرتی تھیں۔ تو واضح رہے کہ پانچوں نمازوں کے وقت نیز نماز جمعہ اور اجتماع عیدین میں صحابیات

کی شرکت عہد نبوی اور خلافت راشدہ سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور کے واقعات میں سے ہے۔ جب کہ خواتین کو مذکورہ دینی اجتماعات میں شرکت کی عام اجازت تھی لیکن لاکھوں نئے لوگوں کے مسلمان ہو جانے کے بعد ان میں تھکس و تقویٰ کا صحابہ والا معیار پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور خواتین کے متعلق بعض لوگوں کی طرف سے کچھ ناپسندیدہ واقعات بھی ظاہر ہوئے تھے جن کے باعث صحابہ و صحابیات۔ امت کے اخلاقی مستقبل کے سلسلہ میں پریشان ہوئے۔ حتیٰ کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا نے ایک بار صحابیات کے سامنے یہ فرما دیا کہ: "اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج موجود ہوتے اور عورتوں کی آزادی دیکھ لیتے تو یقیناً ان کو نمازوں جمعہ اور عیدین میں شرکت سے منع فرما دیتے!" (البخاری۔ باب خروج النساء الی المساجد باللیل والنفس ج ۱ ص ۱۲۰۔ نموہ۔ فتح القدیر شرح الہدایہ ج ۲۔ ص ۳۱) اب آپ خود اندازہ کر لیں کہ یہ اسلام کا صدر اول اور خلفاء راشدین کا عہد مبارک ہے جس میں بحمد اللہ اسلامی نظام حیات اپنے تمام اصول و فروع کی اصل شکل اور صحیح روح کے ساتھ قائم و نافذ اور حاوی و اثر انداز تھا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں علم و عمل کا جو ملکوتی اور نورانی ماحول اور معیار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا ہوا تھا اور خود ان کی ذات جس معیار کا حقیقی مصداق اور مجسمہ تھی، آپ کے بعد فطری اور عقلی طور پر جو فرق پیدا ہونا لازم تھا اور وہ ہوا۔ تو ام المؤمنین کو وہ معیار تقویٰ نظر نہیں آیا تو وہ خود اسی دور میں نماز جیسی عبادت میں بھی عورتوں کی شرکت پر پابندی کی ضرورت کا شدید احساس ظاہر فرما رہی ہیں۔ کیوں کہ نبی اور غیر نبی چاہے کتنا ہی معصوم الفطرت کیوں نہ ہو دونوں

کی زندگی اور اس کے اثرات و نتائج میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ مردوں کے علاوہ صحابیہ خواتین میں جس شان کا تقدس و تقویٰ جلوہ گر تھا وہ تابعیات اور آگے ان کی لڑکیوں اور بچیوں میں اس انداز سے یقیناً نمایاں نہیں تھا۔ اس لئے دور خلافت راشدہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں حضرت خلیفہ راشد ثانی و برحق کے ایما پر صحابہ کی بہت بڑی اکثریت پر مشتمل اسلامی شوریٰ کے اجلاس میں عہد نبوی سے اس وقت تک کے معیار اخلاق و تقویٰ میں واضح فرق اور اس حال میں عورتوں کو پہلے کی طرح تقریبات دینیہ میں شرکت کی آزادی اور عام اجازت کے اثرات کا گہرا جائزہ لے کر اتفاق و اجماع کے انداز تک یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ: "اسندہ سے عورتیں، صلوٰۃ خمسہ، نماز جمعہ اور اجتماع عیدین میں شرکت نہ کریں۔" تاکہ ماحول میں تغیرات کے باعث کوئی شخص اخلاقی مفاسد کی زد میں نہ آجائے اور بجائے حصول ثواب کے عورتیں انکار و بات شرعیہ سے متاثر ہو کر اپنی زندگی خراب نہ کر بیٹھیں۔ لہذا کوئی شخص مذکورہ احادیث کو اجتماعات میں عورتوں کی آزادانہ شرکت کی دلیل نہ سمجھے، بلکہ حدیث و سیرت اور تاریخ اسلام کی روشنی میں اس کو قرن اول میں عارضی اجازت پر محمول کرے اور یہیں سے اس در خور و خنزیر اور عہد فسق و فجور کی سراپا گناہ اور عریاں سرکاری اور غیر سرکاری تقریبات میں عورتوں کی شرکت ممنوع ہونے کے شرعی حکم کی ضرورت و اہمیت کا مکمل احساس و احترام کر لینا چاہیے اور کمیونسٹوں، دہریوں، ملحدین و منکرین حدیث، پرویزیوں اور دوسرے تمام امریکافور و سزده لادین افراد اور پارٹیوں کے سر اسرار انکار خدا و رسول اور انکار قیامت و حساب آخرت پر مبنی دعوت کفر و الحاد اور تبلیغ عریانی و شراب و زنا

کے شیطانی جنجال سے ٹپکنے اور اس سے امکانی حد تک بچتے رہنے کو اپنا وظیفہ حیات بنالینا چاہیے۔ والعیاذ باللہ من ذالک۔

ایک درج ذیل تیسری حدیث میں بھی پہلے سے مختلف انداز کے ساتھ دعاء کا ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد نبی علیہ السلام ہے:-

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ يُصَلُّونَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ قَائِدٍ بِذِكْرِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدِهِمْ يَعْنِي يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهَىٰ بِهِمْ مَلَائِكَتُهُ فَقَالَ: يَا مَلَائِكَتِي! مَا جَرَاءُ أَجِيرٍ وَفِي عَمَلِهِ؟ قَالُوا: رَبَّنَا جَرَاءُ أَنْ يُؤْفَىٰ أَجْرُهُ" قَالَ: "مَلَائِكَتِي! عَبْدِي وَإِمَائِي قَصَّوْا فَرِيضَتِي عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوا يُعْجُونَ إِلَى الدُّعَاءِ. وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَكَرَمِي وَعُلُوِّي وَارْتِفَاعَ مَكَانِي! لَا جَبِينَهُمْ، فَيَقُولُ: "ارْجِعُوا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ" قَالَ: "فَيَرْجِعُونَ مَغْفُورًا لَهُمْ" (رواه البيهقي في شعب الايمان، "شافعي مشكوة" "باب ليلة القدر" ج ۱، ص ۲۸۲، ص ۱۸۳)

حضرت انس ابن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "جب شب قدر آتی ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ آسمان سے اترتے ہیں اور یہ سب فرشتے اللہ عزوجل کی یاد میں کھڑے اور بیٹھے ہوئے مشغول بر بندہ خدا کی طرف خاص رحمت بھیجتے اور دعا کرتے ہیں پھر جب ان کی عید یعنی عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ نماز و روزہ کے پابند لوگوں کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے اظہارِ فخر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں: "اے میرے فرشتو! بتاؤ جو مزدور اپنا کام پورا کر دے اس کو کیا بدلہ ملنا چاہیے؟" تو فرشتے جھکتے ہیں: "اے ہمارے مالک! اس مزدور کا بدلہ تو یہی ہے کہ اس کی اجرت مزدوری پوری دے دی جائے!" تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "میرے فرشتو! میرے مردوزن غلام اور باندیوں نے روزہ اور نماز کا فرض ادا کر دیا ہے۔ پھر وہ شور اور گونج کے ساتھ مجھے پکارنے کے لئے نکلتے ہیں۔ مجھے میرے دبدبہ و غلبہ، میرے رعب اور میری بزرگی، میری بلند شان اور میرے رتبہ اور مقام کی قسم ہے! میں اپنے پکارنے والے تمام بندوں کی دعا یقیناً قبول کروں گا۔" چنانچہ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو گواہ بنا کر اپنی فرماں بردار مخلوق کے متعلق فرماتے ہیں: "ہاؤ اپنے ٹھکانوں میں واپس چلے جاؤ۔ میں نے یقیناً تم کو بخش دیا ہے اور تمہاری اطاعت کے عوض میں تمہاری برائیوں کو (بھی اچائیوں سے بدل دیا ہے)" نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ: "(اللہ تعالیٰ کے اس اعلانِ عفو و کرم کے بعد) وہ سب لوگ اپنے گھروں کو بخشے ہوئے لوٹ جاتے ہیں۔"

۶۹۔ اس حدیث مبارک میں دعاء کے متعلق یہ خاص الفاظ آئے ہیں کہ "ثُمَّ خَرَجُوا يَعْجُونَ إِلَى الدُّعَاءِ" (پھر وہ روزہ دار نمازی۔ شور اور گونج کے ساتھ اللہ کو پکارنے کے لئے نکلتے ہیں) ان سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعاء نماز کے اندر خطبہ کی دعاء نہیں ہو سکتی؟ کیونکہ نماز میں جو دعاء کی جاتی ہے وہ "مسزئی" اور خفیہ ہوتی ہے اور خطبہ کے اندر صرف امام اور خطیب ہی دعاء کرتا ہے! حاضریں اس میں شریک نہیں ہو سکتے؟ اور حدیث میں مسلمانوں کے شور اور گونج کے ساتھ دعاء کرنے کا ذکر ہے؟ اور نماز اور خطبہ کی دعاء میں "عج" یعنی شور اور گونج کا مفہوم و مصداق نہیں پایا جاتا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ گونج والی پکار اجتماعی دعاء ہوگی اور اجتماعی دعاء نماز کے بعد بھی ہو سکتی ہے تو ثابت ہو گیا کہ نماز عید کے بعد مل کر دعاء کرنا بالکل جائز اور نبی علیہ السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے متفق علیہ اور مسلسل عمل کی روشنی میں یقیناً مستحب ہے لہذا نماز عید میں کے بعد دعاء کرنی چاہیے۔

"عیدین میں خطبہ کے بعد دعاء خلاف سنت

اور اس پر اصرار بدعت ہے:"

۷۰۔ عیدین میں خطبہ کے بعد دعاء کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

اس لئے نماز عید کے بعد دعاء کو دانتہ ترک اور مؤخر کر کے خطبہ کے بعد دعاء مانگنا سنت رسول علیہ السلام کو بدلتا ہے۔ جو کسی طرح سے درست نہیں بلکہ خلاف

سنت ہے اور اس پر جہالت یا کسی شخص یا طبقہ کے خلاف منہ اور شیطانی بغض و عداوت کے تحت۔ اصرار کرنا علانیہ بدعت ہے۔ لہذا اس غلط طرز عمل سے اجتناب و احتراز لازم ہے تاکہ ایک کام کو مباح سمجھتے اور بلا قید و احتیاط کرتے ہوئے اٹھا ایک بدعت کے مرتکب اور مستقل عامل بننے کی صورت نہ بن جائے۔ وحفظنا اللہ منہ۔

"خطبہ کے بعد امام و خطیب کے ساتھ "سلام" اور مصافحہ و معانقہ اور عید کی مبارک باد پیش کرنا ثابت نہیں:"

۱۔ زندگی کے عام حالات میں مسلمان بھائیوں سے سلام مسنون اور اس کے بعد مصافحہ و معانقہ بھی حدیث سے قطعی طور پر ثابت عمل مسنون، باعث برکت اور موجب بشارت و محبت ہے۔ لیکن نماز و خطبہ عیدین کے بعد فارغ ہو کر نمازیوں سے مصافحہ و معانقہ اور عید کی "مبارک باد" پیش کرنا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ لہذا یہ ایسے کام جو عام حالات میں سنت رسول علیہ السلام سے ثابت اور مباح بلکہ مستحب اور مسنون شمار ہوتے ہیں۔ لیکن عیدین کے موقع پر ان کے کرنے کا کوئی شرعی ثبوت موجود نہیں تو ان کو اور دوسرے اسی قسم کے چھوٹے چھوٹے غیر ضروری کاموں پر محض "شوق" یا "غفلت اندیشی"، یا جہالت، یا "صند" اور نفسانی مخالفت کے تحت خواہ منواہ زور دینا، یا خدا نخواستہ جہالت ہی کے زیر اثر ان کو "عید کی سنت" سمجھنا، یا کسی فعل واجب کی طرح ضروری "جانتا، اور اسی وہم و خیال فاسد کی بناء پر ان کا

اہتمام کرنا، اور جو امام اور خطیب یا نمازی یہ کام نہ کرے تو اس سے بحث یا رٹائی جھگڑا کرنا، اور شریعت کے مقابلہ میں زبردستی ایک نیا مسئلہ بنا کر "فہنی خلفشار" اور "عملی انتشار" پیدا کرنا، اور اس "غیر شرعی فعل" کو "مشغلہ بنا کر" "قتلہ خیرینی" اور "بدعت آخرینی" کی راہ ہموار کرنا، قطعاً غلط "بے مقصد" اور "مزاج شریعت و مفاہات امت کے خلاف"۔ "احل بدعت و تحریت کا انداز زندگی" اپنانا ہے لہذا اس طرز عمل سے بہر حال بچنا لازم و واجب ہے۔

"امام و خطیب کے لئے عیدین میں نماز کے بعد خطبہ پڑھنا سنت اور نمازی حاضرین کے لئے سننا واجب ہے:"

۲۔ عید الفطر کی طرح نماز عید الاضحیٰ سے فارغ ہو کر خطبہ شروع ہونے سے پہلے امام سمیت تمام لوگ بلند آواز کے ساتھ تکبیر تشریق کہ لیں۔ (الثانی ج ۱ - ص ۶۲۱ - والہم الرائع ج ۲ - ص ۱۶۵ طبع کراچی) ۳۔ عید الفطر کی طرح عید الاضحیٰ میں بھی نماز کے بعد تھوڑے سے وقفہ مسنونہ کے ساتھ دو خطبات پڑھنا سنت ہیں اگرچہ خطبہ عید، خطبہ جمعہ کی طرح مستقل فرض اور نماز جمعہ کے لئے اداء اور صحیح ہونے کی بنیادی شرط کی حیثیت سے لازم و ملزوم کا درجہ تو نہیں رکھتا، تاہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بے ناہ نیز شدید تاکید مسلسل عمل کی وجہ سے امت کے لئے قیامت تک نماز عید کے متصل بعد ایک مستقل اور مقررہ عبادت ہے اور اس کا پڑھنا سننا۔ ظاہراً "سنت مؤکدہ" اور حقیقتہً نماز عید اور

قربانی کی طرح "حد فرض کے قریب پہنچا ہوا واجب ہے۔" خطبہ جمعہ کی طرح اس کا اصل طریقہ اور ادب یہ ہے کہ امام اور خطیب نماز سے فارغ ہو کر فوراً لوگوں کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور عید کا خطبہ پڑھے اور تمام نمازی اپنی اپنی صفت پر التحیات پڑھنے اور سلام پھیرنے کی حالت میں جیسے بیٹھے ہوئے تھے، آخر تک ویسے ہی ٹھہرے ہوئے پوری توجہ، خاموشی اور وقار کے ساتھ پورا خطبہ سنیں اور اس کا پورا اہتمام کر کے فرض و واجب کی ہم معنی اس سنت کے انکافی لحاظ اور احترام کا حق ادا کریں۔ تاکہ جاہل عوام اسے معاذ اللہ "عید سے ٹھیر متعلق" اور بے ضرورت شے نہ سمجھ کر اپنی بدعات کے مطابق بڑ بوٹک مچا کر یکدم نہ اٹھ کھڑے ہوں اور عید کے تقدس اور عظیم ہامقصد مجمع کو بد تمیزی سے منتشر نہ کر دیں۔ کیونکہ اس جہالت و غفلت آمیز عمل میں "دین" اور اس کے ایک "عظیم شعار" کی دانستہ اور جبری توہین کا ناقابل قبول انداز پایا جاتا ہے۔ حال آنکہ یہ مقدس و مبارک دن دین اور شعائر دین کی عزت اور قدرو منزلت کے مکمل انفرادی اور اجتماعی اظہار کا خاص اور اہم سالانہ موقع اور بہترین و منظم ذریعہ ہے۔ لہذا نماز کے بعد جماعہ اور غافلین عوام والی یکدم ہناگ اٹھنے اور اجتماع عظیم کو بلکا اور بے وقعت و بے رونق بنانے کی بدعات سے ہر طور بچنا اور آخر تک جم کر بیٹھ کے خطبہ سننا لازم و واجب ہے۔ بناء بریں اگر کسی امام اور خطیب نے بھول کر یا خدا نخواستہ جان بوجہ کر عید کا خطبہ نہ پڑھایا جہالت یا کسی غلط مذہب و مسلک کے زیر اثر نماز سے پہلے خطبہ پڑھ ڈالا تو اس غلط عمل سے نفس نماز عید پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا اور نماز کا واجب ادا ہو جائے گا۔ کیونکہ عیدین میں خطبہ نماز کے وجود اور ادا کی بنیادی شرط نہیں

ہے۔ لیکن خطبہ نہ پڑھ کر "ترک سنت" قبل از نماز پڑھ کر "ترک و تبدیل سنت" اور "ایجاد بدعت" کا گناہ اس پر ضرور لازم آئے گا اور اگر سب یا بعض نمازیوں نے روک ٹوک اور احتجاج کر کے اس غلط عمل کی تلافی کے لئے کوئی جدوجہد نہ کی تو وہ بھی اس گناہ میں برابر کے شریک ہوں گے اور بدون استغفار و تلافی اس کے وبال سے محفوظ نہیں رہیں گے۔ والعیاذ باللہ۔ من ذالک۔ لہذا عید کے تمام واجبات ادا کرنے میں مسنون اور اجماعی طور پر مستقول و معمول ترتیب کا پورا لحاظ کر کے عبادت و ثواب کو آخر دم تک خالص رکھنے کی جدوجہد و سعی تازندگی جاری رکھنی چاہیے۔ واللہ الموفق!۔

۷۴۔ امام و خطیب عید کے لئے پہلے خطبہ کے شروع میں نور مرتبہ اور دوسرے خطبہ کے شروع میں سات مرتبہ تکبیر پڑھنا افضل ہے (بہشتی زیور ص- ۸۳۔ بحوالہ بحر الرائق و رد المحتار) جبکہ طاق دفعہ "تکبیر تشریق" پڑھ لینا مسنون و مستحب ہے ضروری اور واجب نہیں۔ اس لئے تین دفعہ یا کم از کم ایک بار تو ضرور تکبیر کہ لینا چاہیے، تاکہ سنت زندہ اور تازہ رہے اور عوام عملی طور پر مسئلہ سے خود بخود آگاہ ہوتے رہیں۔ تکبیر کے لفظ جو عام اور مشہور ہیں حسب ذیل ہیں۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ . اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ . وَاللّٰهُ اَكْبَرُ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ .

۷۵۔ عید الفطر کی طرح خطبہ عید الاضحیٰ میں "تکبیرات تشریق"

قربانی "اور" نماز و خطبہ عید۔" سے متعلق آیات و احادیث شریفہ اور اقوال و آثار ازواج و اصحاب رسول علیہم السلام پڑھ کر بعد میں وعظ و خطاب کے دوران ان کا ترجمہ سنا دینا اور پورا مطلب سمجھا دینا چاہیے تاکہ ہر شخص امکانی حد تک مسائل و احکام عیدین سے واقف ہو جائے۔ اور آئندہ ہمیشہ کے لئے نماز و قربانی۔ کو شریعت کے مطابق ادا کرتا رہے۔!

"عید کے دن نماز و خطبہ کے بعد وعظ و تقریر اور بیان و خطاب کرنا اصل اور مسنون عمل ہے"

۷۶۔ برصغیر ہند اور ہمارے ملک پاکستان میں نماز سے پہلے دینی

وعظ و نصیحت اور مسائل حاضرہ پر تقریر و خطاب کا جو دیرینہ معمول چلا آتا ہے وہ اس ابتدائی خالی وقت کو "ذکر و عبادت" میں گزارنے کے لئے "ایک مصلحت" آمیز رواج ہے۔! سنت سے ثابت نہیں۔ لیکن "بدعت" اور خلاف شریعت بھی نہیں۔! ہاں اگر "جہالت" یا "ضد" کی وجہ سے خدا نخواستہ اس کو "عید کے اعمال مسنونہ" میں شمار کر کے ضروری سمجھا یا بتایا جا رہا ہو تو پھر اس کے "بدعت ہونے کا" اعلان کر دینا ضروری ہے۔ البتہ نماز و خطبہ سے فارغ ہو کر حسب گنجائش وعظ و نصیحت اور حسب ضرورت تقریر و خطاب اور کوئی تجویز و تحریک کرنا حدیث سے ثابت بالکل جائز بلکہ اصل قابل تقلید و عمل طریقہ وعظ و خطاب اور امر مطلوب و مسنون ہے، اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث مبارکہ قطعی دلیل اور مکمل رہنما کی حیثیت رکھتی ہیں۔

عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ: "إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ" ("البخاری" کتاب العیدین باب المشی والركوب الى العیدین بغیر اذان ولا اقامة ج ۱ ص ۱۸۱ طبع نور محمد اصحح المطابع کراچی)

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: "تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف تشریف لے گئے تو آپ نے نماز عید کو (ابتداء میں وعظ و خطاب وغیرہ اور) خطبہ سے (پہلے) شروع فرمایا تھا۔"!

۷۷. وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدَ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ فَذَكَرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ.... وَبِلَالٌ بَاسِطٌ. ثَوْبُهُ تَلْقَى فِيهِ النِّسَاءُ صَدَقَةٌ

("البخاری" کتاب العیدین ج ۱ ص ۱۳۱ طبع کراچی)

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم (عید الفطر کے موقع پر عید گاہ میں مصطفیٰ پر) کھڑے ہوئے تو آپ نے (سب کاموں سے پہلے) نماز شروع کی، پھر اس کے بعد لوگوں کو

خطبہ دیا، پھر اللہ کے نبی (نماز و خطبہ سے) فارغ ہو کر منبر سے اترے تو عورتوں کے مجمع کے پاس آئے اور انہیں وعظ و نصیحت فرمائی۔ اس اثناء میں آپ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بازو پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور بلال نے اسلامی بیت المال کے چندہ کے لئے (عورتوں کے سامنے) کپڑا پھیلا رکھا تھا۔ جس میں خواتین صدقہ کی رقم ڈال رہی تھیں۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ. كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى. فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ. وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ فَيُعْظُهُمْ وَيُوصِيهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ ، وَإِنْ كَانَ بُرِيدٌ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطْعَهُ أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ؟ أَمَرَ بِهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ (متفق عليه). "البخاری" كتاب العیدین باب الخروج الى المصلی بغير منبر. ج ۱. ص ۱۳۱ "مسلم" كتاب العیدین. ج ۱. ص ۲۹۰. طبع نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت دہلی انڈیا)

حضرت ابو سعید۔ سعد ابن مالک خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔ پھر سب سے پہلا کام جسے آپ فیروز فرمایا کرتے تھے۔ وہ نماز ہوتی تھی پھر آپ مصلیٰ سے ہٹ کر اور منہ پھیر

کر لوگوں کے سامنے متوجہ ہو کر نکھرے ہو جاتے جب کہ سب لوگ اپنی صفوں پر (تشد کی حالت میں) ویسے ہی بیٹھے ہوتے تھے تو آپ ان کو وعظ فرماتے۔ پابندی شریعت کی وصیت کرتے اور ضروری احکام صادر فرماتے، اگر کہیں کوئی وفد یا فوجی دستہ بھیجا ہوتا تو اس کی روانگی کا حکم جاری فرماتے، یا اور کوئی خاص حکم دینا ہوتا تو نافذ فرماتے اور پھر (سب کاسوں سے فارغ ہو کر گھر) واپس تشریف لے آتے تھے۔!

۷۸۔ ان تینوں احادیث شریفہ سے تفصیلاً اور وضاحت معلوم ہو گیا

کہ عیدین میں سب سے پہلا فرض واجب کا نماز پڑھنا، پھر خطبہ دینا اور حسب گنجائش و حسب ضرورت وعظ و خطاب اور کوئی دینی و قومی تجویز و تحریک پیش کرنے کا اصل وقت نماز و خطبہ کے بعد ہے ان سے پہلے نہیں! جو ضروری حالات اور مسائل بتانے ہوں سنت کے مطابق بعد از نماز و خطبہ ہی بیان کرنے چاہئیں۔ مزید یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ اس مسئلہ پر عمل درآمد کے سلسلہ میں شریعت کے اصل مخاطب۔ ائمہ اور خطباء حضرات ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ سب سے پہلے خود پوری توجہ اور قوت کے ساتھ اپنا طریقہ اداء عید تبدیل کریں اور نماز و خطبہ سے پہلے وعظ و خطاب کے رواجی سلسلہ کو نماز و خطبہ کے بعد وعظ و خطاب کے مسنون طریقہ میں ڈھالیں اور اس پر مسلسل اور پختہ عمل جاری رکھ کر اصل مسئلہ پر استقامت کا مظاہرہ کر کے عوام کو قول و فعل کی مطابقت کے ساتھ صحیح طور سے متاثر کریں۔ پھر بڑے اخلاص اور حسن تدبیر کے ساتھ ان کے جذبات و خیالات اور رواجی معمولات کا رخ تبدیل کریں اور اصل اور صحیح مسئلہ

پر ان سے باقاعدہ عمل کرانے اور مسترد کہ سنت کو زندہ اور قائم کرنے کے لئے عید گاہ میں پہنچ کر امکانی عجلت کے ساتھ بالکل بلا تذبذب و تردد فوراً نماز عید شروع کر دینے کو اپنا مستقل معمول بنالیں تو انشاء اللہ تعالیٰ مصرف القلوب پروردگار کی خفیہ عنایت اور فیضی تدبیر کے اثر سے عوام بھی رواج چھوڑ کر اصل سنت کے شائق اور اس پر عامل ہونے لگ جائیں گے۔

وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ !

"اسلام میں "عید الفطر" اور "عید الاضحیٰ" کے سوئی

۱ اور کوئی تیسری "عید" نہیں"

۷۹-

دنیا بھر کے کفار نے ہر شعبہ زندگی میں دین حق کا مقابلہ کرتے ہوئے "سب" شیطانی تصورات و نظریات، عقائد باطلہ، اخلاق فاسدہ اور "اعمال سینہ" کا ایک "بیست ناک قلعہ" تعمیر کر رکھا ہے اور ان کے ذریعے سے اپنے منسوب الیہ انبیاء علیہم السلام کی صحیح الہامی تعلیمات کا حلیہ بگاڑ کر زندگی کے تمام قویٰ اور وسائل استعمال کر کے لاکھوں کروڑوں انسانوں کو گمراہ کر کے جہنم کا ایندھن بنانے میں مشغول ہیں اور بدبختی یہ ہے کہ ان کے بہت سے ایجنٹ منافقین نے اسلام کا لہادہ اوڑھ کر "شریعت محمدیہ" کے اصول و فروع پر بھی اس "تحریف کا کلہاڑا" چلا رکھا ہے اور جسے بہت سے جاہل اور حقیقت سے "بے خبر عام مسلمانوں نے بھی" خوشنما اور جاذب عنوانات کی وجہ سے قبول کر کے اپنے معاشرہ کو ہر فتنہ اور "سازش و تحریک" کا اکھڑا بنوا

لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی؟ اسی سلسلہ میں "سبائیوں رافضیوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف یہود و نصاریٰ اور ایرانی مجوس کی چلائی ہوئی تحریک عدم اعتماد" کو اپنا مقصد اور نعرہ بنا کر سراپا نفاق اور سراسر بغض و عداوت "جموٹی حب اہل بیت کا سائن بورڈ لگا کر اور رسول علیہ السلام اور ان کے ازواج و اصحاب پر سراپا افتراء و بہتان ڈراے" کو اپنا دین بنا رکھا ہے اور "دعویٰ خلافت" علی "بلا فصل" کے "خطرناک سازشی اور تحریکی انداز" کے ساتھ "عید غدیر" کا نام دیا ہوا ہے۔ اور ان کی ریس میں "عقائد و اعمال میں رافضیوں کے "بلا اجرت دلائل" بدعت پسندوں نے "عید میلاد النبی" کا "خوبصورت" "جاذب" اور موثر نام و عنوان اختیار کر کے بڑی کاریگری اور اور عیاری کا ثبوت دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے معینہ اور مقررہ اسلامی عبادات کے محفوظ مرکز میں سرنگ لگا کر عجم کی ایک نقلی اور خود ساختہ عبادت کو "دین" بنانے اور منوانے کا "فسادی جہاد" شروع کر رکھا ہے اور یہود و نصرائی سیاست کے عین مطابق "اصول دین میں تحریف" اور "اعمال و شعائر میں پیوند کاری" قبول کرنے اور اسے جملہ اور دنیاوی افکار کے پجاریوں میں مقبول بنانے کا فیثت کاروبار جاری کیا ہوا ہے جس سے بے شمار جاہل و سادہ لوح مسلمان غلط اور من گھڑت تصورات کو معاذ اللہ دین سمجھ کر اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ! اس "جعلی دین ساز تحریک" کی بنیاد اکھیر نے اور اس کی جڑیں کاٹنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک "اولیٰ عقیدہ" بیان فرما کر امت کے عقائد و اعمال کے تحفظ کا پیشگی انتظام فرما دیا تھا کہ نظام حیات میں معینہ عبادات کے ضمن میں نماز و روزہ کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے حقیقی "اسلامی

عید کے طور پر صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دو دن مقرر ہیں: "اب ان کے علاوہ کسی دن کو چاہے کفار کسی "سازش" اور "دجل و حریف" کے ذریعہ مسلمانوں کو کوئی "نئی عید بنانے اور منانے کا" شیطانی سبق" پڑھائیں اور چاہے کچھ مسلمان کھلانے اور شریعت کی پابندیوں سے منافقین کی طرح کڑھنے والے "شیطان کے زیر اثر اور زیر تربیت" تحریف و تخریب کار "اپنی فسادی فطرت، جدت و بدعت پسند طبیعت اور "خالص دنیاوی مفاد و مصلحت کے تجارتی منظر" اور "ہر مکروہ و حرام وسیلہ کے ساتھ پیٹ پوجا کے نمائندہ مذہب و مسلک کے مطابق" "سیاہ رسوم - بدعات" پر فرقی تقدس اور جعلی اسلامیت کا ملمع چڑھاتے رہیں اور خدا و رسول اور امت کی مقررہ عیدین کے مقابلہ میں اپنی کسی "دل پسند ایجاد کردہ تقریب" کو "فرضی عید" بنا کر اپنی فرقہ واریت کی دکان "چمکاتے رہیں اور غریب مسلمانوں کو زبردستی کفار کا پیرو بنا کر "جہنم کی خریداری" میں مشغول بلکہ مہسوت و مدہوش رہیں اللہ اور ان کے رسول اور اصحاب رسول علیہم السلام کے عطاء فرمودہ سچے اور حقیقی دین میں ان کا یہ مردود عمل ہر حال تاقیامت ایک سراسر ناقابل قبول تعریفی اصناف اور "سنت کی عمارت" میں "احل رفض و بدعت کی تخریب کاری" کے سوئی انشاء اللہ ثم انشاء اللہ اور کوئی نام نہیں پا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری آئندہ نسل کو اس بد عقیدہ اور بد عمل سے تازندگی محفوظ رکھیں آمین ثم آمین۔ اس سلسلہ میں ذہن و فکر کی مدلل اور واضح ظاہری رہنمائی اور "تفکین روح و قلب کے باطنی علاج کے طور پر حسب ذیل حدیث مبارک اصل بنیادی اور الہامی قانون" صحیح شرعی معیار" اور آخری اجماعی لائحۃ العمل ہے۔ ملاحظہ کریں:-

وَعَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: "قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا فَقَالَ: مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟" قَالُوا: "كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"قَدْ أَبْدَلَكُمْ اللَّهُ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا" يَوْمُ الْأَضْحَى. وَيَوْمُ الْفِطْرِ. "ابوداؤد" باب صلوۃ العیدین ج ۱. ص ۱۶۱ طبع نور محمد کراچی "حنفی مشکوٰۃ زجاجة المصابيح ج ۱۰. ص ۲۰۰ شافعی مشکوٰۃ المصابيح ج ۱. ص ۱۲۶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس سالہ خادم خاص رشتہ میں خالہ زاد بھائی اور عظیم المرتبت صحابی حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب (ہجرت کر کے) مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اس زمانہ میں اہل مدینہ کی تفریح وغیرہ کے لئے دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیل کود کیا کرتے تھے تو نبی علیہ السلام نے یہ معلوم کر کے فرمایا کہ: "یہ جو دو دن ہیں ان کی تاریخی حقیقت اور "مذہبی حیثیت" کیا ہے؟ تو انصار صحابہ نے عرض کیا کہ: "جاہلیت اور کفر کے دور میں ہم لوگ ان دونوں دنوں میں کھیل کود اور تفریح کیا کرتے تھے" (اس لئے اب بھی رواج کے مطابق ان دنوں میں یہی کچھ ہوتا ہے) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

"اللہ تعالیٰ نے (اب اسلام جیسا دین بھیج کر) تم لوگوں کو ان دنوں کے بدل اور عوض میں (تفریح اور عبادت سے بھرپور) ان سے بہتر دو دن عطاء فرمادیئے ہیں۔" ایک عید الاضحیٰ کا دن ہے اور دوسرا عید الفطر "کا دن ہے (اور ان کے بعد اب جاہلیت کے رواج والے کسی "فرضی عید" اور میلے ٹھیلے" کے دن کی قطعاً کوئی ضرورت اور گنجائش باقی نہیں رہی۔ لہذا اب اور کسی دن میں ایسی کوئی مشغولیت ہرگز اختیار نہ کرنا کیونکہ عیدین میں مطلوبہ عبادات کے ساتھ ساتھ تمام جائز اور ضروری انسانی اور اسلامی تفریحات کا بھی مکمل سامان مہیا کر دیا گیا ہے۔ لہذا ان کے علاوہ اب کوئی تقریب شریعت میں کسی مقدس نام اور عبادت کے انداز کے ساتھ منعقد کرنا منانا اور منوانا جائز نہیں رہا)۔

"عشرہ ذوالحجہ" کے فضائل:

۸۰۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے "عشرہ ذی الحجہ" سے بہتر کوئی زمانہ نہیں اس دھاکے میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور "ایک رات کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے۔" (الترمذی وابن ماجہ)

۸۱۔

قرآن کریم کے تیسویں پارہ کی بارہویں سورۃ "والفجر" کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے دس خاص راتوں "کی قسم کھا کر" ان کی زبردست اہمیت ظاہر فرمائی ہے۔ امت کے جمہور علماء کے قول کے مطابق ان دس راتوں سے ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہی مراد ہیں، اسی عشرہ میں سے خصوصاً نویں تاریخ یعنی

"عرفہ" کا دن اور عرفہ اور دسویں تاریخ یعنی عید الاضحیٰ کی درمیانی رات۔ بڑی فضیلت کی حامل ہیں چنانچہ عرفہ یعنی ذوالحجہ کی نویں تاریخ کا روزہ رکھنا ایک گزشتہ سال اور آئندہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور عید الاضحیٰ کی رات میں ہمت کر کے جاگنا اور تلاوت قرآن کریم، نوافل، ذکر الہی اور وظائف مسنونہ اور درود شریف وغیرہ جیسی عبادت میں مشغول رہ کر صبح تک کا وقت گزار دینا، بہت بڑی فضیلت اور ثواب کا موجب مستحب عمل ہے۔ اس نیکی کی عادت ڈال کر اجر و ثواب آخرت کا ذخیرہ بنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

"نماز عید کا وقت کب تک باقی رہتا ہے؟"

۸۲۔

"عید الفطر کی طرح نماز عید الاضحیٰ کا وقت بھی اس گھنٹی میں شروع ہو جاتا ہے جب آفتاب ہماری آنکھوں کے ماحول اور نظر کی ظاہری حد احساس کے مطابق اپنے مطلع سے تخمیناً تین گز یا بارہ ہاتھ باشت کے اندازہ میں بلند ہو جائے۔ (بارہ باشت طالع شمس سے تقریباً بیس منٹس بعد مکروہ وقت ختم ہو جاتا ہے اور نفل نماز کا جائز وقت شروع ہو جاتا ہے) (طحاوی ص ۲۹۰۔ وکدافی الشافعی ج ۱۔ ص ۶۱۳) اور یہ وقت نماز اشراق کا ہوتا ہے، تو اس گھنٹی سے لے کر نصف النہار "یعنی" زوال شمس "اور دوپہر کے قریب تک باقی رہتا ہے لیکن مسنون و ماثور عمل کے مطابق نماز چاشت کے وقت یعنی قریب آذان کے دس بجے تک نماز عید سے فارغ ہو جانا سنت ہے اور جان بوجہ کر زوال تک دیر کرنا بدعت ہے۔

۸۳- اگر امام نے نماز عید میں لمبی قراۃ اور لمبے رکوع و سجدہ وغیرہ کے ذریعہ اتنی دیر کر دی کہ نماز پڑھتے پڑھتے زوال ہو گیا؟ تو اس حالت میں نماز عید فاسد ہو جائے گی اور جبر و نقصان کے لئے دوسرے دن بطور قضاء لازماً دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔ اور خدا نخواستہ دوسرے یا تیسرے دن تک دانستہ ادا نہ کرنے اور بالکل چھوڑ دینے سے امام اور مقتدی سب کے سب سخت گنہگار ہوں گے۔

۸۴- اگر ذوالحجہ کی دسویں تاریخ یعنی عید الاضحیٰ کے دن آندھی، بارش، سیلاب، یا کسی اور شرعی عذر کی وجہ سے نماز عید الاضحیٰ بیرونِ شہر عید گاہ، کھلے میدان اور صحراء میں حتیٰ کہ شہر کی جامع مسجد میں بھی نہ پڑھی جاسکے، تو دوسرے دن یعنی گیارہویں تاریخ کو اسی اشراق کے وقت سے لیکر زوال سے پہلے تک ادا کی جاسکتی ہے۔ اور اگر دوسرے دن شرعی عذر کے وجہ سے بھی پڑھنا مشکل ہو تو پھر تیسرے دن یعنی بارہویں تاریخ کو بطور قضاء اسی اشراق سے اور زوال کے درمیانی وقت میں پڑھ لینا جائز ہے۔ اور اگر خدا نخواستہ تیسرے دن بھی عذر شرعی کی وجہ سے عید گاہ یا شہر سے باہر کسی میدان میں نہ پڑھ سکیں تو پھر اندرونِ شہر جامع مسجد میں یا کسی نسبتاً بڑی مسجد میں ادا نماز کی سعی کی جائے! اور اگر بالفرض مذکورہ امور میں سے کسی بھی شرعی عذر کے باعث شہر کے اندر کسی مسجد میں بھی پڑھنا ممکن نہ رہے، تو پھر معاف ہے۔ لیکن چوتھے دن یعنی ذوالحجہ کی تیرہویں تاریخ کو اگرچہ تمام شرعی عذر ختم بھی ہو

جائیں؟ تب بھی نہ اندرونِ شہر کسی مسجد میں اور نہ بیرونِ شہر عید گاہ یا کسی میدان یا باغ یا صحراء میں کہیں بھی نماز عید پڑھنا ثابت اور جائز نہیں اور چونکہ نماز کے لئے مقررہ وقت میں مکمل شرعی عذر موجود تھا اس لئے ترک واجب کا گناہ بھی نہیں ہوگا۔

۸۵- نماز عید الاضحیٰ کو دوسرے یا تیسرے دن تک بلاوجہ عذر شرعی مؤخر کر کے پڑھنا سخت غلطی اور مکروہ ہے۔

"شرعی عذر موجود ہو تو نماز عید الاضحیٰ عید گاہ کو چھوڑ کر شہر کی کسی مسجد میں پڑھنا ثابت اور جائز ہے"

۸۶- حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک بار عید الفطر کے موقع پر بارش ہو گئی اور اس عذر شرعی کی وجہ سے عید گاہ میں نماز ادا کرنا مشکل ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت عید گاہ میں تشریف نہیں لے گئے بلکہ آپ نے اپنی مبارک اور محبوب "مسجد نبوی" میں ہی نماز ادا فرمائی تھی تو آپ کے اسی عمل کی روشنی میں یہ وقت عذر شرعی عید گاہ کو چھوڑ کر شہر کی کسی مسجد میں نماز عید ادا کر لینا ثابت ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں بطور دلیل و مثال حسب ذیل حدیث مبارکہ ملاحظہ کریں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ فَيَوْمَ عِيدٍ فَصَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

رحمة الله عليه ج ۱۴ - ص ۴۳۶-۴۳۷

اور "ضحیٰ بشاة من الاضحیة" کے محاورہ کا مطلب وہ بکری ہے جو یوم الاضحیٰ میں ذبح کی جاتی ہے۔ اور ضحیہ "وہ جانور ہے جسے تم قربان کرو اور وہی" "اضحاة" بھی ہے جس کی جمع "اضحیٰ" ہے اور اسی لفظ اضحیٰ سے "یوم الاضحیٰ" (عید قربان کا دن) کا نام رکھا گیا ہے۔!

۳. وَضَحِي تَضَحِيَّةً اِذَا ذَبَحَ الْاَضْحِيَّةَ وَقَتَ الضُّحَىٰ - هَذَا اَصْلُهُ ثُمَّ كَثُرَ حَتَّى قِيلَ "ضَحِي فِيْ اَيِّ وَقْتٍ كَانَ مِنْ اَيَّامِ التَّشْرِيقِ - (المصباح المنير - "للمقرئ" ج ۲ ص ۴۳)

اور ضحیٰ تضحیۃ کا معنی ہے: "کسی آدمی نے "ضحیٰ" یعنی چاشت کے وقت جانور قربان کیا" اس کا اصل معنی ہے پھر استعمال عام ہو گیا۔ یہاں تک کہ قربان کے تین دنوں میں جس وقت بھی جانور ذبح کیا جائے تو یہ محاورہ بول دیا جاتا ہے

۴. اَلْقُرْبَانُ كُلُّ مَا يُتَقَرَّبُ بِهِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ ذَبِيْحَةٍ وَغَيْرِهَا (المنجد "للونس معلوف النصرانی ۶۵۱)

"قربان" ہر اس "ذبیحہ" "غذہ" "میوہ" وغیرہ کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کر کے ان کا قرب و رضاء حاصل کیا جائے۔

۹۰۔ ذبیحہ و قربان انبیاء علیہم السلام کی تمام ضرائع کا اہم جزء ہے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اور سیدنا اسمعیل ذریعہ اللہ علیہما السلام کی خصوصی یاد

گار ہے سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا بہت بڑا شعار و امتیاز ہے اور سابق تحقیق و تشریح کے مطابق نوع انسانی کے جاہلیت و بہیمیت سے معرفت و ملکوتیت کی طرف ارتقاء کی علامت ہے۔ یعنی اولاد آدم خصوصاً امت مسلمہ "کو قیامت تک کے لئے "وطن"، "جاگیر"، "مال"، "جان" اولاد اور "آبرو" کو وحی و شریعت کی عزت و ناموس اور دین و آخرت کی غیرت پر نثار و قربان کرنے کا ابدی، لازوال اور ناقابل فراموش سالانہ درس عبرت و نصیحت اور پیام اخلاص و اشار ہے اور کوئی شک نہیں کہ ہر سال صرف جانوروں کے ذبح کی شکل میں مال صرف ہو رہا ہے اور جذبہ جہاد و شوق شہادت کے احیاء و تجدید کے لئے اپنی جان کے عوض بہ حکم خدا و رسول ایک اور جان کا نذرانہ بھی پیش کیا جا رہا ہے اور یہ روح پیدا کرنا ہی ان ذبائح و قربان کے واجب کرنے کا اصل المعنی لفظہ اور پیغمبرانہ مقصد ہے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ الْأَضَاحِي؟ قَالَ: سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(مسند احمد مشکوۃ، ص ۱۲۹۔ ابن ماجہ ص ۲۳۳، تفسیر ابن کثیر)۔ (رحمة الله عليه ج ۳ ص ۲۲۱)

حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے عرض کیا کہ "اے اللہ کے رسول! یہ ذبیحہ

قربان کیا ہیں۔ ۹ (ان کی کیا حقیقت و حیثیت ہے؟)

فرمایا: "تمہارے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور یاد گاریں۔"

"ایام قربانی میں حکم الہی کے تحت جانوروں کا خون بہانا جسی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ پسندیدہ عبادت ہے۔"

۹۱-

یہ عمل اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ و محبوب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرغوب ہے اس لئے امت پر واجب کیا گیا۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَاعْمَلُ ابْنِ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدِّمِ"

(ترمذی۔ ابن ماجہ شافعی مشکوٰۃ۔ ج ۱ ص ۱۲۸)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "اولاد آدم کا عید کے دن کوئی عمل ایسے قربان کے خون بہانے سے زیادہ اللہ کو محبوب نہیں۔"

"تکبیرات تشریق کے پانچ دن"

اور "قربانی کے صرف تین دن ہیں:"

۹۲-

عید الاضحیٰ یعنی ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کے بعد دو دن یعنی

گیارہویں بارہویں تاریخ کو سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے قربانی کا وقت باقی رہتا ہے۔ اس کے بعد نہیں، البتہ یوم "عرفہ" یعنی نویں تاریخ سے لے کر تیرہویں کی عمر تک تکبیرات تشریق پڑھنے کا وقت رہتا ہے۔ اس سلسلہ میں تفصیلی بحث کو عدم فرصت کی بناء پر دانستہ ملتوی رکھتے ہوئے۔ حسب ذیل حدیث مبارک سے صحیح رہنمائی حاصل کریں۔

عَنْ أَبِي عُبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: الْأَضْحَى ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ. يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ!

(رواہ الامام المجتہد ابو جعفر الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ بسند حید، ورواہ امامنا الاعظم ابو حنیفہ۔ التابعی الجلیل رحمۃ اللہ علیہ عن الشیخ الفقیہ الامام ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ "حنفی مشکوٰۃ" زجاجة المصابیح" ج ۲۔ ص ۴۱۳۔ طبع حیدر آباد دکن انڈیا)

برادرِ عمّ زاذ رسول، محدثِ صحابہ، سیدنا حضرت عبداللہ ابن عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ: (ذوالحجہ میں) "ذبیحہ و قربانی کا کل وقت صرف تین دن ہیں یعنی دسویں تاریخ کے بعد دو دن۔"

ذبیحہ و قربان کا ایک ایک بال اور رُوّاں

باعثِ خیر اور ذریعہ نیکی و نجات ہے

۹۳۔ (وَفِي الْحَدِيثِ السَّابِقِ أَيْضًا قَالُوا فَمَا لَنَا

فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: "بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ"
قَالُوا "فَالصُّوفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "بِكُلِّ شَعْرَةٍ
مِّنَ الصُّوفِ حَسَنَةٌ" (مشکوٰۃ ص ۱۲۸)

(پچھلی سے پہلی حدیث میں یہ بھی ہے کہ) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا "یا رسول اللہ! ان قربانیوں میں ہمارے لئے کیا مفاد اور کیا اجر ہے؟ فرمایا؟ "ہر بال کے بدل میں ایک نیکی" صحابہ نے (پھر) عرض کیا "حضور! تو اس اون اور پشم کا کیا حکم ہے؟" فرمایا: "اون کے ہر روئیں کے عوض میں بھی ایک نیکی ہے۔"

"نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امت کے کسی بھی فرد کو ایصال ثواب کے لئے نفل قربانی کرنا مسنون ہے:"

۹۴. عَنْ أَبِي رَافِعٍ. رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا ضَحَّى اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ أَمْلَحَيْنِ، حَتَّى إِذَا خَطَبَ النَّاسَ وَصَلَّى أُتِيَ بِأَحَدِهِمَا وَهُوَ قَائِمٌ فِي مُصَلَّاهُ فَذَبَحَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ: أَلَلَّهُمْ هَذَا عَنْ أُمَّتِي جَمِيعًا مِنْ شَهْدٍ لَكَ بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدْ لِي بِالْبَلَاغِ ثُمَّ يَوْنِي بِالْأُخْرِ فَيَذْبَحُهُ ثُمَّ يَقُولُ

"اللَّهُمَّ هَذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ" رواه الطحاوی رحمۃ اللہ

علیہ "حنفی مشکوٰۃ. "زجاجة المصابيح" ج ۲. ص ۴۰۷. طبع حیدر آباد دکن انڈیا)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: "بلاشبک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کا ارادہ کرتے تو سیاہ و سفید مخلوط رنگ والے دو بڑے بینڈے خرید لیتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ جب عید کے خطبہ اور نماز سے فارغ ہو جاتے تو پہلے ایک بینڈھا لٹایا جاتا اور آپ اس وقت بھی اپنے مصلیٰ پر کھڑے ہوتے تھے سو اپنے ہاتھ سے اسے ذبح کرتے پھر فرماتے "اے اللہ! یہ بینڈھا میری تمام امت کی طرف سے قربان ہے۔ یعنی جو لوگ آپ کی توحید اور میری پیغمبری کی گواہی دیں ان کی طرف سے" پھر دوسرا بینڈھا لایا چپتا تو آپ اسے ذبح کرتے پھر فرماتے "اے اللہ! یہ بینڈھا محمد اور محمد کے بیوی بچوں اور مسلم و مومن رشتہ داروں کی طرف سے قربان ہے۔"

۹۵۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی

ذات کے علاوہ اپنے احل و عیال نور ساری امت کے نیک و گنہگار سب مسلمانوں کو یاد فرمایا اور ان کی طرف سے پیشگی نفل قربانی دی تھی اور یہ عمل اس کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ ایسے بے مثال شفیق و رحیم لٹانی مومن اور ماں باپ سے کروڑوں گونہ بڑھ چڑھ کر ہمدرد و غم خوار امت آقا اور مرنے کے ساتھ قرب متعلق پیدا کرنے اور ان کی روحانی خوشنودی کے حصول نیز دیگر اکابر کے ایصال ثواب کے لئے نفل قربانی اداء سنت موجب خیر و برکت اظہار احسان مندی و اقرار ممنونیت اور پاسداری محبت و وفا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب

کو اس نیکی کی بیش از بیش توفیق ارزانی فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔ ورنہ ہر اپنا اور بیگانہ کہہ سکتا ہے کہ:

وفا کنند کہ "بیگانہ" - "آشنا" گردو!

تراجم شد؟ کہ نمی پرسی "آشنائے"۔

"قربانی کس شخص پر واجب ہوتی ہے؟"

۹۶-

برآزاد انسان جو وراثت، یا خرید و فروخت کے ذریعہ یا جنگی

قیدی بن کر کسی کا شرعی مملوک اور غلام نہ ہو اور اس غلامی سے اپنی قومی حکومت کی جگہ کسی غیر اور مخالف و دشمن قوم کے غالب آجانے سے مسلط ہو جانے والی "ملکی اور سیاسی غلامی" یا اس کے نظام حکومت اور قوانین کے مطابق اس کے دزم بن کر عائد ہونے والی "پابندی" اور "مجبوری" میں متقول شریعت کے مقرر کردہ اور تسلیم کردہ مفہوم کے مطابق مولکیت کی مذکورہ اور غیر مذکورہ اقسام میں سے کسی قسم کے وصف کے ساتھ شرعی غلام نہ ہو۔

۹۷-

چونکہ ہمارے ملک میں "خالص اسلامی جہاد" نہ ہونے کے

باعث "شرعی غلام اور باندی" کا کوئی وجود نہیں پایا جاتا تو اس لحاظ سے یہاں کا ہر مرد و زن آزاد ہے، سرکاری ملازمین آزاد ہیں۔ اور قیدی بھی آزاد ہیں، کیونکہ یہ لوگ مختلف حالات میں مختلف قوانین کے تحت بعض چیزوں کے پابند تو ہیں۔ لیکن کسی شخص یا حکومت کے زر خرید و مملوک اور شرعی غلام نہیں ہیں، لہذا اگر عید الاضحیٰ کے موقع پر صاحب نصاب زکوٰۃ یعنی شرعاً امیر اور مال

دار ہوں تو ان پر قربانی واجب ہوگی۔

۹۸-

نیز عاقل، بالغ "مسلم" و "مومن" مرد جو ایسے ہی ہر آزاد

خاتون جو وراثت یا خرید و فروخت کے ذریعہ یا جنگی قیدی بن کر کسی کی شرعی مملوکہ باندی اور کنیز نہ ہو۔ نیز عاقلہ، بالغہ مسلمہ "و مومنہ" عورت ہو اور اپنے گھر اور وطن میں مقیم ہو۔ ایسے ہی سرکاری ملازمین اور قیدی بھی جن کے پاس گھر کی یومیہ حاجات و ضروریات کے خرچ سے زائد و فارغ ساڑھے باون تولے چاندی یا اتنے وزن کے نقرئی زیور اور برتن، یا ساڑھے سات تولے سونا، یا اتنے وزن کے طلائی زیور یا ڈلی اور سلاخ یا اتنے سونے کی قیمت و مالیت کے اشرافی اور پاؤنڈ جیسے سکے موجود ہوں اور اس مال پر چاند کی تواریخ کے مطابق بارہ اسلامی مہینوں کا سال گزر چکا ہو اور سال بھر تک ہر قسم کے اخراجات کے بعد بھی بدکورہ نقدی اور موجودہ مال کی مقدار میں کوئی کمی نہ آئی ہو تو ایسے صاحب مال پر جس طرح زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے بالکل ویسے ہی اس پر شوال الکریم کا چاند طلوع ہونے ہی صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے اور ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو اس پر قربانی بھی واجب ہو جاتی ہے!

۹۹-

اسی طرح جس شخص کے پاس مذکورہ تفصیل کے مطابق اتنے

ہی وزن اور قیمت کا سونا چاندی موجود ہو یا غلہ و اجناس محفوظ ہوں یا گھر اور مکان میں یومیہ استعمال کی ضرورت سے زائد اور فاضل تانبے، پیتل جست سلور، ایلومینیم لوہے، ٹین و غیرہ کسی دھات سے بنے ہوئے یا پلاسٹک، لکڑی، مٹی،

چینی اور شیشہ وغیرہ کے برتن نیز لکڑی اور لوہے وغیرہ سے بنے ہوئے مستعملہ میز و کرسی اور دوسرے فرنیچر وغیرہ کی صورت میں قیمتی سامان پڑا ہوا ہو۔ یا اسی مقدار و مالیت کا مال تجارت موجود ہو۔ لیکن اس کے مملوکہ سونے چاندی اور مال تجارت پر اسلامی سال نہ گزرا ہو اور جو استعمالی سامان موجود ہے فروخت کر کے بھی اس کی قیمت نقد روپے یا زیور کی شکل میں مالک کے پاس جمع نہ ہوئی ہو اور اس پر بھی اسلامی سال نہ گزرا ہو تو ایسے آدمی پر شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے زکوٰۃ تو فرض نہیں ہوگی؟ لیکن اس کے پاس چونکہ کسی نہ کسی شکل میں اتنی مالیت موجود ہے جو شرعی طور پر قربانی وغیرہ جیسے کئی احکام لازم ہو جانے کا سبب بن جاتی ہے اور وجوب قربانی کے لئے صرف مذکورہ مالیت موجود ہونا ہی شرط ہے اور اس پر اسلامی سال کا گزرنہ بھی شرط نہیں۔ لہذا اتنے مال و اسباب کے مالک پر جیسے سوال کا چاند دیکھتے ہی صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے؟ ویسے ہی دس ذوالحجہ کے دن مطلوبہ مالیت موجود ہونے کی بناء پر قربانی بھی لازم و واجب ہو جائے گی۔

چنانچہ اگر کسی شخص کے پاس آٹھ ذوالحجہ تک کوئی سونا چاندی، روپیہ، مال تجارت اور دوسرا سامان کچھ بھی موجود نہیں تھا مگر نو ذوالحجہ کو عصر کے وقت اس کے پاس کسی ذریعہ سے نصاب زکوٰۃ کی مقدار میں مال یا اتنی قیمت کا سامان آگیا جس کے موجود ہونے سے قربانی واجب ہو جاتی ہے تو دوسرے روز یعنی دس ذوالحجہ کو اس پر قربانی کرنا واجب ہو جائے گا۔ اور دس تاریخ کو صبح صادق سے لیکر بارہویں تاریخ کی مغرب تک کتاب و سنت کی مخصوص قطعین سے ثابت اور مقررہ مخصوص حلال جانوروں میں سے کسی ایک قسم کے جانور کو اللہ تعالیٰ کے

حکم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت موکدہ بہ شکل واجب کی مکمل تکمیل کرتے ہوئے۔ بہ نیت عبادت ذبح اور قربان کرنا فرض کے درجہ میں واجب و لازم ہو جاتا ہے۔ جس کو شرعی زبان میں "اضحیۃ" اور ہماری عام بول چال میں عربی کے قرآنی لفظ "قربان" کو ہی ذرہ سا بدل کر "قربانی" کہتے ہیں۔

"ایک گھر اور خاندان کے تمام بالغ و نصاب زکوٰۃ جتنی مالیت کے مالک افراد پر قربانی واجب ہے۔"

۱۰۰۔ ایک گھر میں باپ، ماں اور بالغ بیٹے بیٹیاں موجود ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی ذاتی ملکیت میں عید الاضحیٰ کے دن ساڑھے باون تولے چاندی، روپیہ یا اتنی مالیت کا زائد از ضرورت سامان وغیرہ موجود ہے؟ تو شرعاً ان سب کی ملکیت الگ الگ معتبر مانی اور مستقل قرار دی جائے گی اور صدقۃ الفطر کی طرح ان تمام افراد خاندان میں سے مرد و زن ہر ایک شخص پر الگ الگ اور مستقل قربانی واجب ہو جائے گی۔ چنانچہ جیسے آج کل بہ ظاہر بالکل غریب لوگوں کے گھروں میں بھی عام طور پر نصاب زکوٰۃ کی مقدار میں روپیہ اور سامان موجود ہوتا ہے ایسے ہی عموماً غور توں کے پاس بھی اتنی مالیت کا زیور موجود ہوتا ہے تو جیسے صاحب نصاب مردوں پر قربانی واجب ہوتی ہے اسی طرح مذکورہ مالیت کے زیور کی نگہ ماں یا بیٹی پر زکوٰۃ تو اس مال پر اسلامی سال گزرنے کے بعد بھی اتنی مالیت برقرار رہنے سے ہی فرض ہوگی لیکن شرط مالیت پائے جانے

کی وجہ سے ایسی عورتوں پر قربانی بہر حال واجب ہو جائے گی۔ اور وہ "رواجی غربت" کی آڑ میں اس فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکیں گی۔ اور ماں باپ، بھائی بہن یا خاوند کی قربانی اس کے لئے سہارا نہیں بن سکے گی۔ لہذا لازم و واجب ہے کہ گھر کے تمام بالغ مرد و زن اپنی اپنی قربانی مستقل طور پر خود اداء کریں۔ ورنہ سخت گناہ گار ہوں گے کیونکہ بے خبر عوام غربت کے خود ساختہ تصور میں سارے گھر والوں کے لئے ایک فرد کی قربانی کو ہی "کافی" سمجھ کر مطمئن ہو بیٹھتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔!

"ایک شخص پر صرف ایک ہی قربانی واجب ہے"
البتہ نفل قربانی جتنی چاہے کر سکتا ہے"

۱۰۱۔ ایک آدمی چاہے کتنا بھی زیادہ مال دار کیوں نہ ہو۔ شریعت کی طرف سے اس پر صرف ایک ہی قربانی واجب ہو گی۔ البتہ ادا واجب کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی ازواج مطہرات اہل بیت، آپ کی اولاد کرام تین فرزند ان، چار پاک بیٹیوں، نو نواسے نواسیوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اولیاء امت، اپنے فوت شدہ پیرو مرشد سلسلہ طریقت و روحانیت، اساتذہ، دینی رہنما، آباؤ اجداد، ماں باپ، بھائیوں بہنوں اور دوسرے اعزہ اقارب اور احباب و متعلقین، نابالغ یا مجنون اولاد، غرض اپنے سوائے کسی بھی غیر کی طرف سے ایصالِ ثواب کے مقصد سے جتنی زائد نفل قربانی دینا چاہے تو کر سکتا ہے، خصوصاً مالکِ نصاب، صاحب حیثیت اور امیر آدمی کو تو لازماً ہی یہ

نیکی کمانی چاہیے اور سفید پوشوں کو بھی یہ وقت توفیق یہ ثواب ضرور حاصل کرنا چاہیے۔ چنانچہ بطور سنت یہ عمل بھی نبی علیہ السلام سے بالکل ثابت اور امت کا معمول ہے۔

"غیر بالغ بچہ"۔ "مجنون"۔ اور "پاگل"
پر قربانی واجب نہیں!"

۱۰۲۔ غیر بالغ لڑکے اور غیر بالغ لڑکی نیز مجنون اور پاگل کی ملک میں اگر نصابِ زکوٰۃ جتنا یا اس سے زائد مال بھی موجود ہو تو پھر بھی اس پر نہ تو زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اور نہ ہی قربانی واجب ہوتی ہے؟ حتیٰ کہ "مفتی بہ فقہی قول" کے مطابق نابالغ بچہ کے ماں، باپ یا کسی دوسرے ولی اور سرپرست پر بھی اپنے پیسوں کے ساتھ یا نابالغ کے مملوک مال میں سے اس کے لئے قربانی کرنا واجب نہیں۔! ہاں اگر ماں یا باپ یا بھائی بہن یا کوئی رشتہ دار یا دوست واقف یا کوئی دوسرا سرپرست بچہ کی طرف سے نفل قربانی دینا چاہے تو وہ بالکل جائز ہے۔ اور موجب ثواب عمل ہے اور ایسے ہمدرد کو غیر بالغ بچہ یا وفات پائے ہوئے متعلقین کو ایصالِ ثواب کے لئے حسبِ منشاء توفیق، نفل قربانی کرنے کا اختیار حاصل ہے!

"مسافر پر قربانی واجب نہیں:"

۱۰۳۔ جو شخص شرعی ضابطہ کے مطابق اپنے وطن سے کم از کم

اڑتالیس میل دور کی مسافت تک جانے کے لئے مسافر ہو جائے تو اس پر دوران سفر میں جمعہ کی طرح قربانی بھی واجب نہیں۔ (الدر المختار ج ۵ ص ۲۲۳) کیونکہ سفر کی مشکلات کے پیش نظر شرعاً وہ معنوی طور پر "فقیر" کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ تو جیسے بے مال فقیر پر زکوٰۃ فرض نہیں ایسے ہی مسافر پر بھی قربانی واجب نہیں ہوتی اور مقیم لوگ چاہے دیہاتی یا قصباتی ہوں یا شہری، ان سب پر مذکورہ بالا شرائط کے مطابق قربانی واجب ہوگی۔!

(نوٹ) مسافر سفر میں پندرہ روز یا اس سے زائد ٹھہرنے کا ارادہ کر لے تو قربانی واجب ہو جائے گی۔ (ہشتی زیور ج ۳ ص ۳۸)

۱۰۴۔ جو مسافر گھر میں صاحب حیثیت تھا اور اس پر زکوٰۃ فرض ہو چکی تھی تو اس پر قربانی بھی واجب ہے لہذا وہ باہر جانے سے پہلے اپنے گھر والوں میں سے کسی کو قربانی اجازت دے چکا ہو یا دوران سفر میں خط لکھ کر اپنے گھر کے کسی فرد کو اپنا نمائندہ اور وکیل بنا کر قربانی کی اجازت دے دے اور نمائندہ اور وکیل اس کی طرف سے قربانی کر دے تو وہ قربانی صحیح ہوگی اور ادا ہو جائے گی۔

"گھر اور وطن سے غائب کسی بیرونی ملک میں مقیم شخص کی قربانی:"

۱۰۵۔ ایک شخص ملازمت، کاروبار، یا کسی اور غرض اور وجہ سے

یہاں گھر اور وطن میں موجود نہیں۔ جیسے کہ آج کل ہمارے لاکھوں ہم وطن "امارات متحدہ"، "عراق"، "سعودی عرب"، "یونان"، "افریقہ"، "یورپین ممالک"، "انگلینڈ"، "امریکا"، "کینیڈا"، "آسٹریلیا"، "جزائر فیجی و شرق الهند و مالدیپ"، "سیلون"، "ملايا"، "انڈونیشیا"، "بانک گانگ"، "کوريا" اور "جاپان" وغیرہ میں برسوں سے تقریباً مستقل طور پر مقیم ہیں۔ جب کہ ان کے ماں باپ، بہائی بہن اور سرال کے اکثر گھر انے یہاں آباد ہیں۔ تو بیرون ملک میں اب ہر مقیم شخص اپنے دو حیال، نخیال اور سرال والوں کو یا کسی اور دوست اور واقف کو خط لکھ کر اپنا نمائندہ اور وکیل بنا دے اور اپنی طرف سے قربانی کرنے کی اجازت دے کر یہ تاکید کرے کہ: "میری قربانی کر دو" تو اس کی طرف سے "وکالت" کی ہوئی قربانی درست ہوگی اور شرعاً ادا ہو جائے گی۔

۱۰۶۔ ایک شخص گھر اور وطن سے غائب تھا کہ عید الاضحیٰ کا دن آ گیا اور اس نے ٹیلیفون کر کے یا خط لکھ کر گھر والوں کو اپنی طرف سے قربانی کے لئے نمائندہ اور وکیل نہیں بنایا تھا مگر گھر والوں نے بغیر اس کی اجازت و ہدایت کے جہالت یا غلط اندیشی کے ساتھ از خود ہی اس کی طرف سے قربانی کر دی تو وہ قربانی صحیح نہیں ہوگی اور اس غائب شخص پر صاحب حیثیت ہونے کی بناء پر ماہ ذوالحجہ کی مناسبت سے لازم ہونے والی قربانی ایک فرض کے طور سے بدستور واجب رہے گی، ایسے ہی اگر گھر والوں نے بغیر اجازت و ہدایت غائب شخص کی طرف سے گائے، بیل، بھینس یا اونٹ میں اس کی قربانی کا حصہ رکھ دیا۔ تو چونکہ ان بڑے جانوروں میں ساتوں حصہ دار افراد کی باقاعدہ

اجازت و ہدایت ضرط ہے۔ لہذا شرط نہ پائے جانے کی بناء پر نہ تو اس غائب کی قربانی صحیح اور اداء ہوگی بلکہ فقدانِ شرط کے اثر سے دوسرے تمام چھ افراد کی قربانی بھی فاسد ہو جائے گی اور اداء نہیں ہوگی۔ اور ان سب کے ذمہ میں اصل قربانی قرض رہے گی اور مذکورہ ہر دو صورت میں اگر غائب شخص نے ایام عید میں اصل قربانی اداء نہ کی۔ یا آئندہ سال اس کی قضاء نہ دی تو وہ تا آخر گنہگار رہے گا اور اداء کرنے تک شرعاً زیر بار رہے گا۔

"مقروض کی قربانی:"

۱۰۷۔ ایک شخص صاحب نصاب زکوٰۃ مال دار ہو اور اس پر قرض بھی ہو تو اب حساب کرنے پر اگر قرض اتنا زیادہ نکلا جس سے کل مال اور سرمایہ ختم ہو جائے اور قرض اداء کرنے کے بعد وہ بجائے امیر ہونے کے اٹا غریب اور مستحق زکوٰۃ بن جائے تو اس پر قربانی لازم نہیں ہوگی اور اگر قربانی اداء کرنے کے بعد اس کے پاس نصاب زکوٰۃ جتنی مالیت باقی بچ رہے جس سے وہ شرعاً مال دار شمار ہو سکے تو پھر اس پر قربانی واجب ہوگی۔

ایک شخص پر غریب ہونے کی وجہ سے قربانی واجب نہیں تھی مگر اس نے طبعی خواہش اور ممض شوق کے تحت کچھ روپیہ قرض اٹھا کر قربانی کر دی تو یہ عمل بہتر نہیں ہے کیونکہ جب غربت کی وجہ اس پر سرے سے زکوٰۃ اور قربانی واجب ہی نہیں تھی تو پھر بلا ضرورت شرعیہ خواہ مخواہ یہ بوجھ اٹھانا ممض تکلف اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی رخصت و رعایت کے ساتھ مذاق ہے اور دوسرے کسی غریب کو اپنے مشکوک عمل کے ذریعہ سے مسئلہ قربانی کے

متعلق مغالطہ میں ڈالنے کا موجب ہے۔ لہذا بلا وجہ زیر بار ہو کر بے روح عبادت سے احتراز کرنا ضروری ہے۔!

"وانستہ یا غفلتہ" قربانی نہ کرنے والا شخص عید گاہ

میں جانے کے لائق نہیں:

۱۰۸۔ جس شخص کے پاس گنجائش ہو یعنی شرعاً اس پر قربانی

واجب ہوتی ہو اور وہ خدا نخواستہ جان بوجہ کر یا غفلت اور سستی سے اداء نہ کرے تو یہ بڑی محرومی و بد نصیبی ہے۔ اور ایسے تارک یا غافل کو بڑا گناہ ہوگا ایسے آدمی کی نماز عید حقیقتہً "بے روح" اور "بے مقصد" بن کر رہ جائے گی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُصَيِّحْ؟ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّائَنَا"

(البخاری ج ۲ ص ۸۳۲ "ابن ماجہ" ص ۲۳۲، جمع الفوائد)

(للقرنی ج ۱ ص ۲۰۳ والمستدرک "للحاکم النیشاپوری")

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "جس شخص کے پاس مال خرچ کرنے کی گنجائش ہو اور اس نے قربانی نہ کی تو ایسا آدمی ہماری مسجد و عید گاہ کے قریب نہ بچکے۔"

اسی مفہوم کو دوسری حدیث میں بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ وَجَدَ سَعَةً لِأَنْ يُصْنَحَ فَلَمْ يُصْنَحْ؟ فَلَا يَحْضُرُ مُصَلَّانَا!"

(رواہ الحاکم الترغیب والترہیب للمنزہ ج ۲، ص ۱۰۳)

"جس شخص نے گنجائش پائی اور قربانی نہ کی تو پھر وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔"

۱۰۹۔ جو لوگ اس حکم کو عہد نہیں مانتے یا غفلت کرتے ہیں۔

انہیں ہوش کرنا چاہیئے اور جو سرے سے منکر ہیں انہیں شرم اور غیرت کرنی چاہیئے کہ جس کام کے نہ کرنے والے کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بیسی رحیم و کریم ہستی مسجد و عید گاہ جیسی عام وقف عبادت گاہ میں آتا ہوا دیکھنا پسند بھی نہ فرمائیں، "پیروزی ملحدین کی خرافات اور بکواس کے مطابق" کیا وہ عمل محض "نکد کی مقامی عبادت" یا "غیر موکدہ سنت" یا کوئی "عام معمولی اور مباح" کام ہو گا یا کہ "واجب" کی شکل میں ایک قسم کا فرض، ایمان اور غیرت کی رتی بھی جس کے دل میں ہوگی۔ وہ اس حدیث کو پڑھ کر نہ تو قربانی کو عہد آ یا غفلت چھوڑے گا اور نہ ہی اس کا مخالف و منکر بن کر کھلی آنکھوں جہنم خریدے گا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں اور ہدایت پر قائم رکھیں!۔

۱۱۰۔ ایک شخص پر شرعاً قربانی لازم نہ تھی لیکن اس نے قربانی

کی نیت سے جانور خرید لیا تو اب اس کی قربانی واجب ہے کیونکہ اس کا یہ عمل شریعت کی طرف سے کوئی عبادت لازم اور واجب کرنے کی نقل ہے تو جیسے شرعی حکم کو پورا کرنا لازم ہوتا ہے۔ ایسے ہی بلا ضرورت اپنے اوپر لازم کردہ عبادت اور نذر جیسے عمل کو پورا کرنا بھی واجب ہوگا۔

"قربانی کی" بنیادی اقسام "اور ان کے" ضروری احکام":

۱۱۱۔ واضح رہے کہ ایام عید الاضحیٰ میں ذبح کرنے کے لئے

شریعت کے مقررہ حلال جانوروں کی قربانی اصولاً دو قسم کی ہے (۱) ایک "واجب" اور دوسری "نفل" پھر واجب قربانی بھی تین قسم کی ہے۔ پہلی قسم وہ ہے جو امیر اور غریب اور غنی و فقیر دونوں پر لازم ہو جاتی ہے، دوسری قسم وہ ہے جو صرف غریب اور فقیر پر لازم ہوتی ہے اور مال دار پر نہیں اور تیسری قسم وہ ہے جو صرف امیر پر لازم ہوتی ہے فقیر پر نہیں!۔

"واجب قربانی کی تین اقسام":

۱۱۲۔ واجب قربانی کی پہلی قسم جو امیر اور غریب دونوں پر ایک

وقت لازم ہوتی ہے۔ وہ قربانی ہے جس کی نذر اور منت مانی جائے اور منت کا مانتے والا چاہے امیر ہو، یا غریب ہو، نذر اور منت کو پورا کرنا بہر حال لازم و

واجب ہے۔ تو جس شخص نے حسب ذیل الفاظ کہ کر کسی جانور کو ذبح کے لئے خاص کر لیا کہ: "میں اللہ کے لئے یہ نذر ماننا ہوں کہ ایک بکری قربان کروں گا!" یا ایک "اونٹ قربان کروں گا" یا جانور کا نام لینے کے ساتھی ہی اس جانور کی طرف اشارہ کر کے یوں کہے کہ: "میں یہ "بکری" یا یہ "اونٹ" قربان کروں گا۔" یا یہ کہے کہ: "میں نے اس بکری کو قربانی بنا دیا ہے" یا قربانی کے لئے مقرر کر دیا ہے تو ان الفاظ کے ساتھ اس جانور کو نذر اور منت کے طور پر ذبح کرنا بہ حکم خدا و رسول واجب ہو جائے گا۔ (بدائع الصنائع للکاسانی ج ۵- ص ۶۲) کیونکہ ایسے الفاظ اور ان کے مفہوم ایک خاص عبادت کو اپنے اوپر لازم کرنے کا معنی دیتے ہیں، اور ہر لازم ہونے والی عبادت کا مفہوم یہ ہو گا کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم کی ہوئی عبادت کی طرح ہی عبادت کے فقط نظر سے مذکورہ نامزد جانور کو ذبح کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ نتیجہ شریعت کی طرف سے دوسری مقررہ عبادت کی طرح منت مان کر اپنے ذمہ میں لی ہوئی ذبح کی یہ عبادت بھی واجب قرار پا جائے گی۔

"واجب قربانی کی دوسری قسم":

۱۱۳- واجب قربانی کی دوسری قسم وہ ہے۔ کہ ایک فقیر اور

غریب آدمی جس پر شرعی شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے اصولاً قربانی واجب نہیں تھی، اس نے از خود ایک جانور خریدا اور ساتھ ہی یہ نیت کر لی کہ: "اس کی قربانی دوں گا" تو اب ایام عید الاضحیٰ میں اس فقیر پر بھی یہ جانور ذبح کرنا لازم اور واجب ہو جائے گا۔ (بدائع الصنائع للکاسانی ج ۶- ص ۶۲) چونکہ شرعی لحاظ سے

جس شخص پر قربانی واجب نہ ہو اس کا قربانی کی نیت کے ساتھ از خود جانور خریدا لینا عرف عام میں ایک عبادت کو اپنے ذمہ واجب کرنے کا ہم معنی ہے، اور شریعت کی طرف سے مقررہ عبادت کے علاوہ کوئی نیکی اپنے اوپر لازم کرنے کو ہی نذر اور منت کہتے ہیں لہذا جب غریب آدمی نے فقر و غربت کے باعث قربانی واجب نہ ہونے کے بعد بھی قربانی کی نیت کے ساتھ جانور خریدا تو ظاہر ہے کہ وہ اسے بطور عبادت قربان ہی کرے گا کسی دوسرے مصرف میں نہیں لائے گا تو گویا اس کی نیت کا شرعاً یہ مفہوم بن جائے گا کہ اس نے قربانی کا صرف خیال ہی نہیں کیا بلکہ یہ الفاظ کہے ہیں کہ "میں نے اس بکری کو قربانی کے لئے مقرر کر دیا ہے"۔ چنانچہ ایسی نیت اور اس قسم کے الفاظ کا مفہوم و مطلب شرعاً نذر اور منت ماننا ہی قرار دیا گیا ہے۔ اور نذر کو پورا کرنا ہر حال میں واجب ہے۔ نتیجہ شریعت کے احکام کی نقل اور پیروی کرنے کی بناء پر غریب اور فقیر ہوتے ہوئے بھی اس شخص پر قربانی لازم اور واجب ہو جائے گی۔!

"واجب قربانی کی تیسری قسم":

۱۱۴- واجب قربانی کی تیسری قسم جو صرف امیر پر لازم ہوتی

ہے۔ اور غریب پر نہیں! وہ قربانی ہے جس کی نہ منت مانی جائے۔ اور نہ جانور خریدا تے وقت اس کی قربانی کی نیت ہی کی جائے بلکہ "زندگی جیسی نعمت عظمیٰ" کا شکر ادا کرنے اور حضرت خلیل اللہ ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دینی و روحانی وراثت کو زندہ اور باقی رکھنے کے لئے ادا کی جائے (بدائع

الصنائع ج ۵- ص ۶۲) اور اس مفہوم و مطلب کے ساتھ اور مال دار ہونے کی شرط کے ساتھ جانور ذبح کرنے کا حکم دینا بطور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ہی ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ عالم الغیب اور حکیم مطلق پروردگار جل جلالہ نے اپنی خاص حکمت اور رحمت کے ساتھ ہر غریب اور فقیر مسلمان کو ایسی عبادت کی پابندی سے از خود مستثنیٰ کر دیا ہوا ہے۔ لہذا وہ صرف امیر پر تو لازم و واجب ہوگی غریب پر نہیں۔

"مطلق قربانی کی دوسری قسم۔ ذبیحہ نظلیہ کا حکم":

۱۱۵ - قربانی کی دوسری بنیادی قسم "تَطَوُّع" اور "نفل" قربانی ہے جو اصولاً امیر اور غریب کسی پر بھی لازم نہیں ہوتی لیکن خیر و برکت کی نیت سے کر دینے پر ہر شخص کو اس کا ثواب لازماً مل جاتا ہے۔ اس کی پہلی مثال "مسافر" کی قربانی ہے۔ کہ شریعت کی طرف سے خاص رعایت کے تحت مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے مسافر پر قربانی واجب نہیں تھی لیکن اس نے اگر دور ان سفر میں بھی یہ نیکی کر ڈالی تو وہ نفل عبادت کے ثواب کا لازماً مستحق ہو جائے گا۔ اور اس نفلی قربانی کی دوسری مثال اس غریب اور فقیر کی قربانی کی ہے جس نے نہ تو قربانی کے لئے نذر اور منت مانی اور نہ ہی قربانی کی نیت سے کوئی جانور خریدا تو قربانی واجب ہونے کے شرعی سبب اور شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے اس غریب پر قربانی واجب نہیں تھی لیکن اگر اس نے اپنی باعث رعایت و استثناء حالت میں پھر بھی یہ نیکی کر ڈالی تو وہ نفل عبادت کے ثواب کا لازماً مستحق ہو جائے گا۔

وَلَوْ نَذَرَ أَنْ يُضَحِّيَ بَشَاءٍ وَذَلِكَ فِي أَيَّامِ النَّحْرِ وَهُوَ مُوسِرٌ فَعَلَيْهِ أَنْ يُضَحِّيَ بِشَاتَيْنِ عِنْدَنَا شَاءَ لِأَجْلِ النَّذْرِ وَشَاءَ بِإِجَابِ الشَّرْعِ ابْتِدَاءً إِلَّا إِذَا عَنِيَ بِهِ الْإِخْبَارُ عَنِ الْوَاجِبِ عَلَيْهِ بِإِجَابِ الشَّرْعِ ابْتِدَاءً فَلَا يَلْزَمُهُ إِلَّا التَّضَحُّيَةُ بِشَاءٍ وَاحِدَةٍ

(بذائع الصنائع فی ترتیب الشرائع" تالیف: حضرت الامام العلام ملک العلماء علاء الدین ابوبکر ابن مسعود الکاسانی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۸۷ کتاب التضحیہ" ج ۵۔ ص ۶۳)

جس شخص پر نصاب زکوٰۃ کا مالک اور مال دار ہونے کی وجہ سے قربانی واجب تھی اس نے ایام عید الاضحیٰ کے اندر ایک بکری قربان کرنے کی نذر اور منت مانی لی تو اب اس پر دو جانور ذبح کرنا لازم ہے۔ ایک جانور نذر اور منت ماننے کی بناء پر دوسرا عید کے دن، مال دار ہونے کی وجہ سے شریعت کے مستقل حکم کی بناء پر اور اگر اس آدمی نے اپنی نذر اور منت کا یہ مطلب بیان کیا کہ: اس نذر کے لفظ سے مجھے عید کے دن واجب شدہ اصل قربانی کا اعلان کرنا مقصود تھا "تو اب اس کی قربانی اس کی نیت کی تشریح کے مطابق اس پر صرف عید والی ایک ہی قربانی واجب ہوگی۔

"قربانی کی "نذر" (منت) اور "وصیت" کے احکام":

۱۱۶ - ایک مال دار شخص پر قربانی واجب تھی مگر اس نے ایام قربانی سے پہلے ایک جانور خریدا کہ صرف قربانی کے لئے نہیں بلکہ نذر اور منت

کے طور پر معین کر دیا تو ایام نحر میں نذر والا جانور ذبح کرنے سے اس کی منت تو پوری ہو جائے گی مگر مال دار ہونے کی وجہ سے عید الاضحیٰ کے دن اس پر جو اصل قربانی واجب ہوئی تھی وہ اداء نہیں ہوگی اور چونکہ وہ صاحب نصاب ہے اس لئے اصل قربانی کے لئے اس پر مستقل جانور قربان کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر اس نے جانور تو ایام عید سے پہلے خریدا اور منت کے طور پر معین نہیں کیا تو اس کے لئے اب خرید کردہ جانور کو "قربانی" کے نام سے مخصوص اور معین کرنے کے لئے نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی، بلکہ عید الاضحیٰ کے دنوں میں عرف نام کے مطابق قربانی کے لئے خریدنا ہی نیت قربانی کی علامت کے طور پر کافی ہوگی اور اس پر صرف خرید کردہ اسی ایک جانور کی ایک ہی قربانی واجب ہوگا۔

۱۱۷۔ ایک مال دار شخص نے جس پر قربانی واجب تھی اتنی قربانی کے علاوہ کسی کام کے پورا ہونے پر قربانی کی نذر مان لی۔ پھر اتفاقاً اس کا وہ کام پورا بھی ہو گیا تو اس پر منت کی وجہ سے لازم ہو جانے والی قربانی کرنا واجب ہے۔ اور مال دار ہونے کی وجہ سے عید الاضحیٰ والی لازم شدہ اصل قربانی مستقل طور سے اداء کرنا واجب ہے۔ ایسے ہی اگر کسی امیر یا فقیر آدمی نے کوئی کام پورا ہونے پر بطور تشکر قربانی کی نذر اور منت مان لی۔ اور اتفاقاً اس کا وہ کام بھی پورا ہو گیا، تو اب منت مان لینے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔

۱۱۸۔ قربانی کی منت ماننے والا شخص اگر صاحب نصاب زکوٰۃ ہو

تو منت والی قربانی کے بعد عید کے دن مال دار ہونے کی وجہ سے واجب ہونے والی قربانی مستقل طور پر خدائی قرض بن کر اس کے ذمہ لازم رہے گی۔ اور وہ اصل قربانی نہ کرنے کی صورت میں گنہگار ہوگا۔ اور اداء کرنے تک ہر عازر بار رہے گا۔!

۱۱۹۔ جس شخص پر قربانی واجب نہیں تھی اس نے ایام عید سے پہلے یا ایام نحر میں ہی جانور خریدا یا اس کے گھر میں پہلے سے کوئی جانور موجود تھا جو اس نے قربان کرنے کے لئے مخصوص اور معین کر لیا تو اب ایام عید کے اندر اندر اس کو دوسرا جانور بدل کر ذبح کرنے کی اجازت نہیں! بلکہ نذر اور منت میں مخصوص اور معین کئے ہوئے جانور کی طرح صرف اسی مقرر جانور کی قربانی کرنا ہی واجب ہوگا۔!

۱۲۰۔ جس شخص پر قربانی واجب نہیں تھی اس نے ایام نحر میں بہ نیت قربانی کوئی جانور خریدا یا تو اس خرید سے ہی اس پر وہ جانور قربان کرنا واجب ہو جائے گا۔ لیکن اس نے قربانی واجب ہونے پر بھی جانور ذبح نہیں کیا یا سرے سے جانور نہیں خریدا۔ بلکہ ایام عید کے اندر بعینہ اس جانور کو صدقہ کرنے کی نیت کر لے یا فروخت کر کے اس کی قیمت کو اپنی جہالت یا کسی شخص کے بتائے ہوئے غلط مسدہ کے زیر اثر قربانی کا ثواب حاصل کرنے کے خیال سے صدقہ کر دے تو وہ از خود اپنے اوپر لازم کردہ قربانی کے واجب سے سبکدوش نہیں ہوگا۔ اور نہ اداء سنت رسول علیہ السلام کا ثواب اور قربانی کے

لئے حکم الہی کی تعمیل کا اجر ملے گا۔ اب اگر صدقہ کی نیت والا جانور اس کے پاس ہی موجود ہے اور عید الاضحیٰ کے تین دنوں کے اندر اندر اسی جانور کو ذبح کر دے تو نذر اور منت کی طرح اپنے اوپر لازم کی ہوئی قربانی کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے گا۔ اور اگر ایام نحر ٹل گئے اور وہ جانور ابھی اس کی تحویل میں ہی تھا اور اس کے جہالت میں رہتے ہوئے یا صحیح مسد سے باخبر ہو کر بھی وہ جانور ذبح کر کے واجب اداء نہ کیا تو پھر قربانی نہ کرنے سے گناہ گار ہو گا اور چونکہ قربانی کے لئے مخصوص جانور کسی دوسرے مصرف میں استعمال نہیں کیا جا سکتا اس لئے بعینہ اس جانور کو اور اگر وہ جانور اپنے غلط خیال اور نیت کے مطابق کسی کو دے چکا ہے، تو پھر اس کی قیمت کے برابر رقم صدقہ واجب کی حیثیت سے ہی کسی ایک غریب کو دے دے یا چند فقراء میں تقسیم کر دے! باقی اپنے غلط عمل کی بناء پر وہ اجر قربانی سے تو محروم رہے گا البتہ صدقہ فظیہ کا ثواب مل جائے گا، لیکن اس کے لئے عید الاضحیٰ کے دنوں میں ایسی نیت کے ساتھ اپنی قربانی خراب کرنے کی کوئی تک نہیں کیونکہ نفل کا ثواب تو سارا سال ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۱۔ واضح رہے کہ شرعاً ہر مسلم و مؤمن مرنے سے پہلے اہل خانہ کو اپنے کل ترکہ میں سے ایک تہائی مال کسی بھی نیکی میں خرچ کرنے کی وصیت کر سکتا ہے۔ تہائی سے زائد مال میں وصیت جاری نہیں ہو گی، اس شرعی روایت اور ہدایت کے مطابق ایک شخص نے مرنے سے پہلے اپنے متعلقین کو وصیت کی کہ "میرے مرنے کے بعد میرے تہائی مال میں سے مجھے ایصالِ ثواب کے لئے قربانی کر دی جائے۔" چنانچہ متعلقین نے اس کی موت کے بعد

حسب وصیت تہائی ترکہ میں سے قربانی کر دی۔ تو وہ درست اور وصیت کرنے والے کے لئے موجب اجر و ثواب ہو گی، لیکن وفات پائے ہوئے لوگوں کے لئے ان کی وصیت کے مطابق دی گئی قربانی کی شکل بھی ان کی تعین اور تخصیص کر دینے سے نذر اور منت کے مشابہ ہوتی ہے اور نذر اور منت کی یا اس کے ہم معنی قربانی صدقہ واجبہ ہوتا ہے۔ ۹۰ صدقہ کا مال بلا جواز اور بلا استحقاق کھانا کسی کے لئے جائز نہیں۔ اور وصیت والے کے اہل خانہ اپنی اپنی قربانی کرنے کی حالت میں مالک فضاہ زکوٰۃ یعنی، شرعاً امیر اور مال دار ہیں۔ اس لئے صدقہ کھانے کے مستحق نہیں۔ لہذا اس صورت میں وہ وصیت والی قربانی کا گوشت بھی نہ خود کھائیں نہ دوسرے امیر رشتہ دار اور احباب و متعلقین اور سادات نیز بنو ہاشم کو کھلائیں بلکہ نذر اور منت والی قربانی کے گوشت کی طرح غرباء و فقراء اور مساکین میں خیرات اور تقسیم کر دینا واجب ہے! اور اگر خدا نخواستہ کسی بھی وجہ سے انہوں نے وہ گوشت خود کھالیا یا کسی بھی غیر مستحق کو کھلا دیا تو وہ گناہ ہو گا اس سے استغفار کریں اور آئندہ ایسے غلط عمل سے مکمل اجتناب و احتراز کریں۔ اور کفارہ کے طور پر جتنا گوشت خود کھالیا یا کسی غیر مستحق کو کھلایا اتنی ہی مقدار میں بازار سے عام گوشت خرید کر فقراء و مساکین میں بطور صدقہ ہی تقسیم کر دیں۔

"نذر اور منت کی قربانی کا گوشت صدقہ واجبہ ہوتا ہے، اس کو فقراء کے لئے خیرات اور تقسیم کر دینا واجب ہے۔"

کے مضموم والی ہر صورت میں نذر والی قربانی کا گوشت بہ حکم شریعت زکوٰۃ، خنجر اور صدقۃ الفطر کی طرح "صدقہ واجبہ" ہوتا ہے اور اپنا ہر قسم کا صدقہ خود کھانا یا اپنے اہل و عیال یا مال دار اعزہ و احباب کو کھلانا قطعاً غیر جائز ہے۔ اور سادات و بنو ہاشم کو کھلانا حرام ہے لہذا اس قربانی والا شخص یہ گوشت نہ خود کھائے نہ مال دار رشتہ دار اور احباب و متعلقین اور سادات و بنو ہاشم کو کھلائے بلکہ حسب ضابطہ صدقات کے مستحق صرف فقراء و مساکین کو دے دے۔

۱۲۳۔ لیکن اگر نذر کی قربانی واسطے شخص نے مسہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے؟ یا بھول کر یا خدا نخواستہ آج کل و بآ کی طرح عام شدہ عدم احتیاط، جہالت اور ضد کی وجہ سے جان بوجھ کر اپنی منت والی قربانی کا گوشت کھالیا یا کسی غیر مستحق۔ سید، علوی۔ عقلی۔ جعفری اور عباسی۔ ہاشمی یا امیر اور مال دار شخص کو کھلادیا تو یہ حرام کھلانا بہت ہی برا عمل اور گناہ ہے اس پر استغفار کرنا چاہیے اور آئندہ کے لئے اس سے مکمل اجتناب و احتراز کرنا لازم ہے اور اس شخص نے اپنی منت اور صدقہ کا جتنا گوشت خود کھالیا یا کسی غیر مستحق کو کھلایا ہے اب اس پر اتنی ہی مقدار میں بازار سے گوشت خرید کر بہ شکل کفارہ غرباء و فقراء میں صدقہ کے طور پر ہی خیرات اور تقسیم کر دینا واجب ہے۔

"دیہات اور شہروں میں وقت قربانی کا فرق"

۱۲۴۔ قصبات اور شہروں میں نماز عید الاضحیٰ اداء ہونے سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں۔ نماز کے بعد ذبح شروع کرنا چاہیے۔

۱۲۵۔ جن بستیوں اور بڑے دیہات میں نماز جمعہ و عیدین پڑھنا جائز ہو وہاں نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں لہذا اگر کسی شخص نے ایسے بڑے گاؤں یا قصبہ یا شہر میں نماز سے پہلے قربانی کر دی تو وہ اداء نہیں ہوگی۔ بلکہ اسے نماز کے بعد دوبارہ اداء کرنی پڑے گی۔ نبی علیہ السلام کے واضح ارشادات گرامی ملاحظہ ہوں

عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: "شَهِدْتُ الْأَضْحَى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعُدْ أَنْ صَلَّى وَفَرَعَ مِنْ صَلَاتِهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَرَى لَحْمَ أَضَاحِيٍّ قَدْ ذُبِحَتْ قَبْلَ أَنْ يَفْرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ فَقَالَ: "مَنْ كَانَ ذَبَحَ أَضْحِيَّتَهُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ أَوْ نُصَلِّيَ؟ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى وَمَنْ كَانَ لَمْ يَذْبَحْ؟ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللَّهِ"

(مسلم "کتاب الاضاحی ج ۲۔ ص ۱۵۲۔ طبع دہلی انڈیا)

حضرت جندب ابن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: "میں عید الاضحیٰ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نماز عید پڑھنے سے فارغ ہوئے اور سلام پھیرا تو آپ نے اپنا کچھ قربانیوں کا گوشت دیکھا جو آپ کے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ذبح کی جا چکی تھیں تو فرمایا کہ: "جس شخص نے اپنی نماز پڑھنے یا فرمایا کہ"

میرے نماز پڑھنے سے پہلے "اپنی قربانی ذبح کر دی تو اس پر لازم ہے کہ وہ قبل از نماز ذبح شدہ جانور کی جگہ دوسرا اور نیا جانور ذبح کرے اور جس شخص نے نماز سے پہلے جانور ذبح نہیں کیا ہے تو وہ اب نماز کے بعد اللہ کے نام کے ساتھ اپنی اصلی قربانی ذبح کرے۔"

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: "خَطَبْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمِ النَّحْرِ فَقَالَ: "لَا يَذْبَحَنَّ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُصَلِّيَ إِلَى آخِرِهِ" (الترمذی، کتاب الاضاحی ج ۱، ص ۲۳۷)

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں تاریخ کو قربانی کے دن ہمارے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا کہ: "تم میں سے کوئی آدمی جب تک عید کی نماز نہ پڑھ لے قربانی کا جانور ذبح نہ کرے۔"

مَنْ كَانَ ذَبْحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ : فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِسْمِ اللَّهِ. (البخاری، کتاب الاضاحی، ج ۱)

جس شخص نے نماز عید الاضحیٰ سے پہلے جانور ذبح کر ڈالا ہو اس پر لازم ہے کہ اس ذبیحہ کی جگہ دوسرا جانور ذبح کر لے اور جس نے ابھی ذبح نہیں کیا وہ اب نماز کے بعد اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کرے۔"

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى ثُمَّ خَطَبَ فَأَمَرَ: مَنْ كَانَ ذَبْحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَنْ يُعِيدَ ذَبْحًا (صحيح مسلم، کتاب الاضاحی ج ۱، ص ۱۵۵، طبع نور محمد دہلی)

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید پڑھی پھر خطبہ دیا اور جس آدمی نے نماز عید سے پہلے جانور ذبح کر دیا ہو اس کے متعلق حکم فرمایا کہ: "وہ دوبارہ جانور ذبح کرے"

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ: قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ" (البخاری، کتاب الاضاحی ج ۱، طبع دہلی انڈیا)

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "جس شخص نے نماز عید سے پہلے جانور ذبح کر دیا تو سمجھ لو کہ وہ صرف اپنی ذات کے کھانے پینے کے نفع کے لئے ذبح کیا اور جس شخص نے نماز عید کے بعد جانور ذبح کیا تو یقیناً اس کی شرعاً واجب قربانی پوری ہو گئی اور اس نے اہل اسلام کے صحیح طریقہ کو پالیا۔"

۱۲۶ - اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے دسویں تاریخ کو پہلے دن نماز

عید الاضحیٰ ادا نہ کی جائے تو نماز عید کا وقت گزر جانے پر زوال کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔

۱۲۷۔ جو شخص ایسے چھوٹے گاؤں میں رہتا ہو جہاں نماز جمعہ کی

طرح نماز عیدین بھی نہیں پڑھی جاتی تو اس کے لئے صبح صادق طلوع ہونے کے بعد قربانی کر دینا جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۱۲۸۔ اگر کوئی شخص خود تو شہر میں رہے اور اپنا جانور گاؤں میں

بھیج دے تو اب اس کو دیہاتیوں کی طرح طلوع فجر کے فوراً بعد ہی ذبح کر دینا اور اس کا گوشت شہر میں منگوا کر تقسیم کرنا اور کھانا جائز ہے۔

۱۲۹۔ اگر کوئی شخص دسویں، گیارہویں، حتیٰ کہ بارہویں تاریخ کو

بھی سفر میں تھا۔ مگر بارہویں کو سورج ڈوبنے سے پہلے واپس وطن پہنچ گیا اس نے دوران سفر میں کسی جگہ صرف پندرہ دن ٹھہرنے یا مستقل قیام کی نیت کر لی تو اب مقیم ہو جانے کی وجہ سے اس پر بھی قربانی واجب ہوگی۔

۱۳۰۔ اگر مقیم شخص نے کسی بھی وجہ سے بارہویں تک قربانی کو

مؤخر کیا یا کوئی شخص مسافر تھا اور وہ بارہویں کو وقت پر گھر نہ پہنچ سکا حتیٰ کہ سورج ڈوب گیا تو شام کے بعد وقت فوت ہو جانے کی وجہ سے اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ البتہ مقیم آدمی کے لئے ضروری ہے کہ ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کر دے اور اگر جانور خرید چکا تھا مگر قربانی نہ کر سکا تو بعینہ وہی

جانور خیرات کر دے۔ کیونکہ قربانی کا جانور حکم قربانی اور نیت کی وجہ سے نذر اور منت کی طرح معین و مقرر ہو جاتا ہے اور ایسے جانور کو صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے کسی اور مصرف میں لانا جائز نہیں البتہ، تاخیر کے سبب فوت قربانی کا گناہ ہو گا تو یہ خیرات وقتی طور پر کفارہ گناہ ہو جائے گی۔

۱۳۱۔ اگر کسی شخص نے غفلت یا عمدہً کچھ مدت قربانی نہیں کی تو وہ

معاف نہ ہوگی بلکہ جب تک یکجا یا قسط وار سابقہ قربانی ادا نہ کر دے؟ اس کے ذمہ میں واجب رہے گی اور وہ مسلسل گناہ گار رہے گا۔

۱۳۲۔ ایک امیر آدمی نے جس پر شرعاً قربانی واجب تھی اس نے

قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہوا تھا وہ گم ہو گیا تو اس نے دوسرا خریدا لیا اور قربانی کا وقت آیا تو پہلا گم شدہ جانور بھی مل گیا تو چونکہ مالدار ہونے کی وجہ سے اس پر شرعی حکم کے مطابق ابتداء سے صرف ایک ہی قربانی واجب تھی اور اس نے پہلے جو جانور خریدا تھا وہ یہی شرعی واجب ادا کرنے کی نیت سے ہی خریدا تھا اور قربانی کے علاوہ اس نے کوئی نذر اور منت نہیں مانی تھی اس لئے اس پر کوئی دوسرا جانور ذبح کرنا لازم و واجب نہیں تھا اور پہلے جانور کی گمشدگی کے بعد اس نے دوسرا جانور بھی کسی نئی قربانی یا نذر کی نیت سے نہیں خریدا بلکہ اول وقت سے واجب شدہ قربانی ادا کرنے کے لئے ہی لیا تھا تو اس کے ذمہ میں حقیقتاً جو صرف ایک ہی جانور کو ذبح کرنا لازم تھا وہی اب بھی باقی ہے۔ لہذا اس کو اختیار ہے کہ اگر دونوں کی قیمت برابر ہے تو جسے چاہے ذبح کر دے! اور

اگر دوسرے کی قیمت پہلے سے کچھ زائد ہے تب بھی اسے ذبح کر دے اور اگر دوسرے کی قیمت پہلے سے کم ہو تو پھر پہلے کو ہی ذبح کر دے اور دوسرے کو جس طرح چاہے اپنے مصرف میں لے آئے! یعنی چاہے ذبح کر کے اس کا گوشت استعمال کر لے چاہے پکا کر کھلاوے چاہے فروخت کر دے چاہے کسی کو بدرستہ دے دے مذکورہ بالا ہر صورت میں اس کی قربانی بالکل جائز اور صحیح طور پر ادا ہو جائے گی۔

۱۳۳-

ایک غریب آدمی نے جس پر شرعاً قربانی واجب نہیں تھی لیکن اس نے شوق ثواب میں یا صرف تکلف کر کے قربانی کی نیت سے جانور خرید اتنا وہ گم ہو گیا تو اس نے دوسرا خرید لیا اور قربانی کا وقت آیا تو پہلا گم شدہ جانور بھی مل گیا تو چونکہ غریب ہونے کی وجہ سے اس پر شرعاً قربانی واجب ہی نہیں تھی۔ بلکہ اس نے تکلف کر کے از خود قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تھا اور چونکہ اس کی نیت نذر اور منت کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے غریب کا خرید کردہ جانور منت کے جانور کی طرح ذبح کے لئے بالکل معین اور مقرر ہو جاتا ہے اور اس کو قربانی کے علاوہ کسی بھی دوسرے مصرف میں استعمال نہیں کیا جاسکتا تو ایسے غریب پر اسی جانور کا ذبح کرنا لازم و واجب تھا۔ لیکن جب وہ جانور گم ہو گیا تو غریب کے ذمہ جو ذبح واجب تھا اس ذبح کا محل و مصداق ضائع ہو جانے کی وجہ سے قربانی کا وہ واجب عمل بھی غریب کے ذمہ سے ساقط اور کالعدم ہو گیا! مگر اس نے بلا ضرورت و بلا حکم شرعی اسی نیت سے جب دوسرا جانور بھی خرید لیا تو نئی قربانی کی مستقل نیت کرنے اور اس کی نیت کے نذر

اور منت کے ہم معنی ہونے کی وجہ سے اس دوسرے جانور کو ذبح کرنا بھی واجب ہو گیا۔ اور جب دوسرا خریدنے کے بعد پہلا گمشدہ جانور بھی مل گیا تو منت جیسی نیت کی وجہ سے لازم ہونے والا ذبح کا محل و مصداق کمر طور سے موجود ہو جانے کے باعث قربانی کے عمل کا ختم شدہ و جوب بھی شرعی قانون کے تحت دوبارہ واپس آجانے کا اور چونکہ منت جیسی نیت کے باعث دونوں جانور صرف قربانی کے لئے معین و مقرر ہو چکے ہیں اور اس کے علاوہ کسی بھی دوسرے مصرف میں استعمال نہیں ہو سکتے اور نہ خیرات میں دیئے جاسکتے ہیں نتیجتاً اس غریب کی اپنی نیت اور اپنے ہی عمل کے سبب سے مستقل طور پر دوبار خرید کردہ دونوں جانوروں کا ذبح کرنا اس پر لازم و واجب ہو جائے گا لہذا مذکورہ صورت کے مطابق یہ غریب شخص صرف ایک ہی جانور ذبح کر کے واجب سے سبکدوش نہیں ہو سکے گا؟ اور اس کے علاوہ کسی بھی دوسرے مصرف میں استعمال نہیں ہو سکتے اور نہ خیرات میں دیئے جاسکتے ہیں نتیجتاً اس غریب کی اپنی نیت اور اپنے ہی عمل کے سبب سے مستقل طور پر دوبار خرید کردہ دونوں جانوروں کا ذبح کرنا اس پر لازم و واجب ہو جائے گا لہذا مذکورہ صورت کے مطابق یہ غریب شخص صرف ایک ہی جانور ذبح کر کے واجب سے سبکدوش نہیں ہو سکے گا؟ بلکہ امیر کی بلا ضرورت ریس کرنے کے نتیجہ میں بیک وقت دونوں جانور ذبح کرنے سے ہی اس کی قربانی صحیح ادا سمجھی جائے گی۔ یہ مسئلہ پوری توجہ اور مکمل غور و فکر کے ساتھ پڑھ کر اچھی طرح سمجھ لیں تا کہ کوئی سادہ لوح یا جاہل آدمی اس قانون کو معاذ اللہ! امیر آدمی کی "بے جا رعایت" اور غریب پر بے جا حکم اور تشدد اور "تاوان اندازی" نہ قرار دیدے

: "کتبہ برقی کی جگہ پر۔"

- گزشتہ سیمینار کے بارے میں

[illegible]

۱- کتب معتبره - ۲- احادیث معتبره - ۳- تفاسیر معتبره - ۴- روایات معتبره - ۵- کتب معتبره

۱۰۰ - "فرض کن" - "فرض کن" - "فرض کن"

[illegible][illegible]

سختی کے ساتھ ساتھ ہی اس کی طبیعت بھی نرم ہو گئی۔

”خبر،“ استنبرج۔ ”یہی کہ کہانی“۔ ”تہذیب“۔ ”تہذیب“۔ ”تہذیب“۔

میں نے کہا، "جی، اور کیا ہے؟" اور انہوں نے کہا، "جی، میں نے ان کو دیکھا ہے۔"

- ج - و - ز - ح - ط - ث - د - ذ - ر -

انہ غریب و محتاج ہیں۔ ان کے لئے جو کچھ ضروری ہے اس کو فراہم کرنا ہمارا فرض ہے۔ ان کے لئے جو کچھ ضروری ہے اس کو فراہم کرنا ہمارا فرض ہے۔

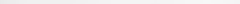
میں نے ان کو بھی دیکھا تھا، لیکن اس وقت وہ ابھی تک زندہ تھے۔

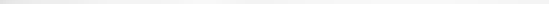
11 - ۱۳۹۷

٥٧١ -

[illegible]

100





ایک سے زیادہ کرنا شروع ہے۔

الحمد لله الذي جعل في كل شيء حكمة

میتاں لکھا ہے کہ ہرگز ان کے ہونے کا امکان نہیں ہے

[illegible]

فان في هذا الكتاب من فوائد كثيرة لا يمكن حصرها في هذا المكان

کے لئے جو کہ اس کے لئے ہے۔

وہ کہتا ہے کہ "میں نے اپنے آپ کو ایک نئے انسان بنایا ہے"

[illegible]

وہاں سے لوٹ کر آئے اور بتایا کہ وہاں کے لوگ بھی اس کی تعریف کرتے ہیں۔

[illegible]

وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک عجیب و غریب چیز ہے جس کی مدد سے ہم اپنے دل کو دیکھ سکتے ہیں۔

[illegible][illegible][illegible]

۱۱۱ -

المجلد الثاني - الجزء الثاني

استاد فخریہ

تو کہ تو نے جو کچھ کہہ دیا ہے وہ سب سچ ہے۔

الحمد لله الذي جعل في كل شيء حكمة

الحمد لله رب العالمين

الحمد لله الذي هدانا لهذا

خلود مثلاً خرگوش اور شتر مرغ وغیرہ دوسرے تمام چھوٹے بڑے حلال جنگلی جانوروں کو قربانی میں ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ (ان تینوں اجناس کے جواز اور تخصیص کی دلیل مرفوع صحیح احادیث وغیرہ میں جن کی تفصیل نصب الرایت للزیلعی ج ۳- ص ۳۱۶ کتاب الاضحية میں ملاحظہ فرمائیں۔)

۱۳۷۔ اگر کوئی حلال جانور کسی جنگلی اور مانوس شہری جانور سے

مخلوط طور سے پیدا ہوا ہو تو پھر سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم میں واردہ ہدایات و علامات اور شرائط کے مطابق یہ تفصیل ملحوظ رکھی جائے گی۔ کہ اس جانور کی ماں کس جنس اور نوع سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ شریعت میں قربانی کے لئے حلال جانوروں کی تعیین میں اس کی ماں کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اگر وہ ماں غیر جنگلی اور مانوس شہری ہوئی تو اس کا بچہ قربانی کے لئے جائز ہو گا۔ ورنہ نہیں کیونکہ جانور کا بچہ ماں کے پیٹ سے نکل کر ہی اس سے جدا ہوتا ہے اور قابل فروخت اور باقیمت مال بن جاتا ہے۔ جس پر بہت سے احکام جاری ہوتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں باپ کے وجود میں سے سوئی اس کے نطفہ کے جو مادرین کے رحم میں جا کر بچہ بن گیا اور کوئی قابل توجہ اور اجم چیز برآمد نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کی کوئی قیمت ہوتی ہے اور نہ اس پر خاص احکام ہی جاری ہوتے ہیں پھر اگرچہ نسب اور نسل کی پہچان کی غرض سے عرف عام اور شریعت دونوں میں بچہ کو باپ کی طرف ہی منسوب کر کے بلایا نیز عزت افزائی اور کسی قانون اور حکم کا محل و مصداق بنایا جاتا ہے، لیکن قربانی کے حلال جانوروں کی تعیین کا معاملہ انسانوں کی آزادی اور غلامی کے مسئلہ کے ساتھ

زبردست مشابہت رکھنے کی وجہ سے ماں کی حالت کے مطابق نمٹایا جاتا ہے۔ چنانچہ جیسے جنگلی قیدی یا خرید و فروخت کے ذریعہ حاصل ہونے والی کنیز اور باندی کے ساتھ آنے والا بچہ اپنی ماں کے تابع رکھا جاتا ہے کہ جب تک وہ باندی رہے گی۔ اس کا بچہ بھی غلام اور قابل خرید و فروخت رہے گا اور جب وہ کسی طرح بھی آزاد ہوگی۔ تو اس کا بچہ بھی ساتھ ہی آزاد ہو جائے گا بناء بریں اگر کوئی عام "شہری گائے" "جنگلی نیل گائے" کے ز سے ملی اور اس سے کوئی بچہ پھر پیدا ہو جائے تو چونکہ اس کی یہ ماں قربانی کے لئے شرعاً مقرر غیر جنگلی اور مانوس شہری جانور ہے۔ تو ز نیل گائے کے اس بچہ کو شہری گائے کے بچہ سے بچہ پھر کی طرح قربانی میں ذبح کرنا جائز ہو گا۔ ورنہ اس کے بالعکس اگر جنگلی نیل گائے کے ساتھ عام مانوس شہری بیل کا ملاپ ہونے سے کوئی بچہ پیدا ہوا۔ تو اگرچہ نیل گائے اصولاً بالکل حلال اور طیب جانور ہے۔ لیکن شریعت نے چونکہ اس کی قربانی کو ممنوع قرار دیا ہوا ہے۔ اس لئے نیل گائے سے عام شہری بیل کے پیدا شدہ بچے کی قربانی دینا جائز نہیں ہو گا۔

۱۳۸۔ اگر "جنگلی ہرن" کا شہری بکری" سے ملاپ ہوا اور بکری نے

اس سے بکری جیسا ہی بچہ جنا تو اس بچہ کو بکری ہی شمار کیا جائے گا۔ اور اس کی قربانی جائز ہوگی اور اگر بکری سے ہرن جیسا بچہ پیدا ہوا تو اسے ہرن ہی شمار کیا جائے گا اور اس کی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

"گھوڑا" حلال جانور "نہیں۔ اور نہ ہی قربانی کے لئے مقررہ جانوروں میں شامل ہے۔ لہذا اس کو نہ عام حالات میں ذبح کر کے کھانا جائز ہے؟ اور نہ اس کی قربانی جائز ہے۔"

۱۳۹-

اس سلسلہ میں بھی اصول کے مطابق دین کے تین بنیادی ماخذ "کتاب اللہ" "سنت رسول" "اجماع امت" سے مہیا شدہ دلائل ترتیباً ذکر کئے جاتے ہیں۔ تاکہ اس مسئلہ کی اصولی حیثیت اور عملی کیفیت بالکل قطعی و یقینی اور عوام و خواص کے لئے اطمینان بخش طور سے واضح اور آشکارا ہو جائے۔ چنانچہ امت کی واحد نمائندہ ننانوے فی صد قطعی اکثریت "اہل السنۃ والجماعت" "ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت" رحمۃ اللہ علیہ کے الہامی اجتہاد اور عالم گیر مسلک حق کے مطابق۔ کتاب و سنت اور اجماع امت کی بناء پر گھوڑے کا گوشت مکروہ تحریمی بلکہ حرام ہے۔ چنانچہ اسلامی قانون اور فقہ حنفی اسلامی کے عظیم ماہر و محقق ملک العلماء علامہ "ابو بکر ابن مسعود" کاشانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب "بدائع الصنائع" میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مضبوط و مدلل اجتہاد اور ہمہ گیر مسلک حق کو بڑے واضح و دل نشیں اور مدلل انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"أَمَّا الْكِتَابُ الْعَزِيزُ فَقَوْلُهُ جَلَّ شَانُهُ: وَالْخَيْلُ وَالْبُغَالُ وَالْحَمِيرُ لَمْ تَرْكَبُوا وَزِينَةٌ أَهْ وَوَجْهُ الْأُسْتِدْلَالِ بِهِ مَا حَكَمَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. فَإِنَّهُ رَوَى أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ لَحْمِ الْخَيْلِ فَقَرَأَ

بِهَذِهِ الْآيَةِ الشَّرِيفَةِ وَقَالَ: "لَمْ يَقُلْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى "لَتَأْكُلُوهَا" فَيَكْرَهُ أَكْلُهَا" وَتَمَامُ هَذَا الْأُسْتِدْلَالِ. إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ذَكَرَ الْأَنْعَامَ فِيمَا تَقَدَّمَ وَ مَنَّا فِعْهًا وَبَالِغَ فِیْ ذَلِكَ يَقُولُهُ تَعَالَى: "وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنْفَعٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تُرِيحُونَ وَحِينَ تَسْرَحُونَ ۝ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بِالْغِيَةِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ ۚ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَوْفٌ رَّحِيمٌ ۝ وَكَذَا ذَكَرَ فِيمَا بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ الشَّرِيفَةِ مُتَّصِلًا بِهَا مَنَافِعَ الْمَاءِ الْمُنَزَّلِ مِنَ السَّمَاءِ وَالْمَنَافِعَ الْمُتَعَلِّقَةَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالنُّجُومِ وَالْمَنَافِعَ الْمُتَعَلِّقَةَ بِالْبَحْرِ عَلَىٰ سَبِيلِ الْمُبَالَغَةِ بَيَانِ شِفَاءٍ لَا بَيَانَ كِفَايَةٍ وَذَكَرَ فِیْ هَذِهِ الْآيَةِ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى خَلَقَ الْخَيْلَ وَالْبُغَالَ وَالْحَمِيرَ لِلرُّكُوبِ وَالزَّيْنَةِ، ذَكَرَ مَنَفَعَةَ الرُّكُوبِ وَالزَّيْنَةِ وَلَمْ يَذْكُرْ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى مَنَفَعَةَ الْأَكْلِ فَذَلِكَ أَنَّهُ لَيْسَ فِيهَا مَنَفَعَةٌ أُخْرَى سِوَى مَا ذَكَرْنَاهُ وَلَوْ كَانَ هُنَاكَ مَنَفَعَةٌ أُخْرَى سِوَى مَا ذَكَرْنَاهُ؟ لَمْ يَحْتَمِلْ أَنَّ لَا يَذْكُرْهَا

عِنْدَ ذِكْرِ الْمَنَافِعِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِهَا عَلَى سَبِيلِ الْمُبَالَغَةِ وَالِاسْتِقْصَاءِ!

"کتاب عزیز میں سے ہماری دلیل اللہ جل شانہ کا یہ ارشاد ہے کہ: "اللہ نے گھوڑے اور خیر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور تمہاری زینت کے لئے۔" ان آیت شریفہ سے استدلال کی توجیہ وہ واقعہ ہے جو مفسر صحابہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے چنانچہ پختہ روایت کی گئی ہے کہ ان سے گھوڑے کا گوشت حلال یا حرام ہونے کے متعلق سوال کیا گیا۔ (کہ اس کا کیا حکم ہے؟) تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے یہی آیت شریفہ پڑھی اور فرمایا کہ: "اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں (گھوڑے، خیر اور گدھے کے ذکر میں سواری اور زینت کے کام آنے کے علاوہ "لتاکھوتا" تاکہ تم ان جانوروں کا گوشت کھاؤ۔" نہیں فرمایا؟ اس لئے ان کا کھانا (حرام کا ہم معنی) مکروہ تحریمی ہو گا۔" اس استدلال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مذکورہ آیت سے پہلے آیات میں کچھ چوپایہ جانوروں کا ذکر کیا ہے اور انسان کے لئے ان کے اندر جو فوائد و منافع رکھے گئے ہیں ان کو اپنے حسب ذیل ارشاد کے ذریعہ سے مستقل اور بھرپور طریقہ سے بیان فرمایا ہے کہ: اور اللہ نے پالتو چوپایوں کو پیدا کیا، تمہارے لئے ان کے اون اور بال کمال میں گرانش اور لباس کا سامان ہے اور (دودھ، سواری، بار برداری وغیرہ کے بہت سے فوائد ہیں، اور انہیں میں سے بعض کو (بکری، بھیر، دنب، گائے، بھینس اور اونٹ جو کھانے کے قابل ہیں ان کو) کھاتے بھی ہو اور تمہارے لئے ان میں رونق و عزت ہے۔ جب شام کے

وقت ان کو جھیل سے چرا کر واپس گھروں میں لاتے ہو اور صبح کے وقت جب ان کو چرانے کے لئے گھروں سے جھیل میں لے جا کر چھوڑ دیتے ہو، اور وہ اٹھالے جاتے ہیں تمہارے بوجھ بھی ان شہروں تک کہ جہاں تم پہنچ سکتے مگر جان مار کر؟ یقیناً تمہارا پالنا بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے، اور اس اللہ نے پیدا کئے گھوڑے اور خیر اور گدھے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور زینت و آرائش کے لئے اور تمہاری (غذا لباس اور سواری وغیرہ کے لئے) ایسی چیزیں بناتا ہے جو تم نہیں جانتے۔"

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ کے بعد مستقلاً آسمان سے اتارے گئے بارش کے پانی کے فوائد و منافع کا ذکر کیا ہے، اور رات اور دن اور سورن اور چاند اور ستاروں سے تعلق رکھنے والے فوائد اور سمندر سے وابستہ منافع صرف یہ قدر کفایت نہیں؟ بلکہ بڑے بھرپور اور روح و قلب کے اضطراب کو شفاء اور اطمینان و سکون بخشنے والے انداز کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اسی آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ "انہوں نے گھوڑے خیر اور گدھے۔ سواری اور زیبائش کے لئے پیدا کئے ہیں۔" تو یہاں انہوں نے ان جانوروں کے صرف دو منافع ذکر کئے ہیں۔ ایک سواری اور دوسرے زینت اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے گوشت کھانے کا تیسرا فائدہ اور نفع ذکر نہیں کیا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان تینوں جانوروں میں ہمارے ذکر کردہ منافع کے سوا کوئی فائدہ موجود نہیں! اور اگر ہمارے ذکر کردہ منافع کے سوا کوئی بھی اور نفع اور مفاد ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ احتمال اور خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ ان جانوروں سے متعلق منافع

بیان کرتے وقت اس تیسرے فائدہ اور نفع کا بھرپور اور مکمل انداز کے ساتھ ذکر نہ فرماتے۔

"وَقَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ: يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَ: وَلَحْمُ الْخَيْلِ لَيْسَ بِطَيِّبٍ بَلْ هُوَ خَبِيثٌ، لِأَنَّ الطَّبَاعَ السَّلِيمَةَ لَا تَسْتَطِيعُهُ، بَلْ تَسْتَخْبِئُهُ، حَتَّى لَا تَجِدَ أَحَدًا تَرَكَ بِطَبْعِهِ، إِلَّا وَتَسْتَخْبِئُهُ، يَسْتَقْبِي طَبْعَهُ عَنْ أَكْلِهِ، وَإِنَّمَا يُرْعَبُونَ فِي رُكُوبِهِ إِلَّا يُرْعَبُ طَبْعُهُ فِيمَا كَانَ مَجْهُولًا عَلَيْهِ! وَبِهِ تَبَيَّنَ أَنَّ الشَّرْعَ إِنَّمَا جَاءَ بِالْحَلَالِ مَا هُوَ مُسْتَطَابٌ فِي الطَّبْعِ لَا بِمَا هُوَ مُسْتَخْبِئٌ؟ وَلِهَذَا لَمْ يَجْعَلِ الْمُسْتَخْبِئَ فِي الطَّبْعِ غِذَاءَ الْيُسْرِ وَإِنَّمَا جَعَلَ مَا هُوَ مُسْتَطَابٌ بَلَغَ فِي الطَّيِّبِ غَايَتَهُ۔"

"اور کتاب اللہ سے ہی (گھوڑا حلال نہ ہونے کی) دوسری دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ: (وہ سچے مومن لوگ صحابہ کرام اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جس کی یہ بھی صفت ہے کہ) "اور وہ رسول اللہ کے منشاء اور حکم کے مطابق حلال کرتا ہے ان کے لئے سب پاک اور نفیس چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر پلید اور گندی چیزیں" اور گھوڑے کا گوشت پاک اور نفیس نہیں ہے بلکہ وہ گندہ اور غلیظ ہے اس لئے کہ فطری طور پر عقل اور ذوق کی کمزوریوں

سے محفوظ طبائع اس کو پاکیزہ اور نفیس نہیں سمجھتیں! چنانچہ جس شخص کو بھی تم دیکھو گے کہ اس نے گھوڑے کے گوشت کو اپنی طبیعت کی سلامت و نفاست کی وجہ سے کھانا چھوڑا ہے؟ تو وہ حقیقتہً اس کو گندہ اور غلیظ ہی سمجھتا ہے اس لئے اسے کھانا چھوڑتا ہے اور اس کی طبیعت اس گوشت کو کھانے سے بچتی اور پرہیز کرتی ہے۔ اور حقیقتہً یہی ہے کہ لوگ گھوڑے کی سواری میں رغبت رکھتے ہیں "ہاں جس جانور کی حقیقت سے کوئی شخص بے خبر ہو تو وہ اس کے کھانے کی رغبت کر لیتا ہے۔ اور اسی آیت کریمہ سے مستفاد مراد عقل و دلیل سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ یقیناً شریعت انہی چیزوں کو حلال کر کے انسانوں کے سامنے لاتی ہے جو حقیقتہً پاکیزہ اور نفیس ہیں۔! جو چیزیں پلید اور غلیظ ہیں اس نے انہیں حلال بنا کر پیش نہیں کیا اور اسی الہامی اور فطری بنیاد پر شریعت نے کسی بھی پلید اور غلیظ چیز کو عام حالات میں انسانی غذا نہیں بنایا، بلکہ اس نے ہر اس پاکیزہ اور نفیس چیز ہی کو عام غذا بنایا ہے جو ناقابل تردید تجربات و مشاہدات کے مطابق پاکیزگی اور نفاست میں اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی۔"

۱۴۰ - اس سے بالکل واضح اور مدلل طور پر معلوم ہو گیا کہ جب اللہ

تعالیٰ نے گھوڑے، خیر اور گدھے کی تخلیق میں سواری و بار برداری اور زینت و زیبائش کے سوئی کھائے جانے کے قابل ہونے کی خصوصیت اور منفعت ہی نہیں رکھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے منشاء اور حکم کے مطابق حلال کردہ پاکیزہ اور نفیس چیزوں کی فہرست میں ان کو شامل ہی نہیں

کیا، تو یہ جانور بنیادی طور پر حلال نہیں ہیں اس لئے ان کا گوشت کھانا بھی حرام اور ناجائز ہے اور اگر حلال بھی ہوئے تو چوں کہ قربانی کے لئے جو جانور اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کے واسطے سے امت کے لئے قیامت تک معین و نامزد اور مقرر کر دیئے ہیں ان میں گھوڑے، خیر اور گدے کو ہرن اور نیل گائے وغیرہ دوسرے بہت سے حلال جانوروں کی طرح شامل نہیں کیا جاسکتا تھا؟ اس لئے ان کو قربانی کے لئے پھر بھی ذبح کرنا باطل جائز نہیں ہو سکتا تھا۔ لہذا گھوڑے کی قربانی بھراں ناجائز ہے۔

"وَأَمَّا السُّنَّةُ" فَمَا رَوَى عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ يَوْمٌ خَيْرٌ أَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ فَأَخَذُوا الْحُمْرَ الْأَهْلِيَّةَ فَذَبَحُوهَا فَحَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لُحُومَ الْحُمْرِ الْأَنْسِيَّةِ وَالْحُومَ الْخَيْلِ وَالْبُغَالِ. وَكُلَّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ وَكُلَّ ذِي مُخَلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ، وَحَرَّمَ الْخَلْسَةَ، وَالنَّهْبَةَ. (رواہ الطحاوی باسناد حسن)

اور سنت رسول علیہ السلام سے گھوڑا، خیر اور گدھا حلال نہ ہونے کی دلیل وہ احادیث ہیں جو مختلف صحابہ سے روایت کی گئی ہیں۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: "جب (مہرم ۷۷ میں) غزوہ خیبر کا موقع آیا تو صحابہ کے لشکر کو کھانے پینے کے سامان کی قلت کی وجہ سے فائدہ کی صورت پیش آگئی۔ تو لوگوں نے شہری گدھے پکڑ لئے اور ذبح کر لئے۔ اس کا

علم ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے منشاء اور حکم کے مطابق سواری اور بار برداری کے پالتو شہری گدھوں کے گوشت اور گھوڑوں اور خیروں کے گوشت اور تمام کچلی دانت والے درندوں اور سب شکاری پنجہ والے پرندوں کے گوشت حرام قرار دینے کا اعلان فرما دیا تھا اور ایسے ہی کسی سے اچانک جھینے اور بلا جہاد لوٹے ہوئے مال و مویشی کو بھی حرام قرار دے دیا تھا۔

۲. وَعَنْ خَالِدِ ابْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: "تَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْخَيْلِ وَالْبُغَالِ وَالْحَمِيرِ"

(رواہ الامام احمد ابن حنبل، والنسائی والدار قطنی)

سب سالار است، مجاہد و فاتح اعظم، سیف اللہ المسلول، سیدنا حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے اور خیر اور گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا۔"

۳. وَعَنْ الْمُقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرَبَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ: حُرِّمَ عَلَيْكُمْ الْحِمَارُ الْأَهْلِيُّ وَخَيْلُهَا" (رواہ الطبرانی)

("بدائع الصنائع" کتاب الذبائح والصيد. ج ۵. ص ۳۸)

مشہور صحابی حضرت مقدام ابن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ۔ "تم پر پالتو شہری گدھا اور گھوڑے حرام کر دیئے گئے ہیں۔!"

۴. وَعَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ "الْخَيْلُ لثَلَاثَةٍ فَهِيَ لِرَجُلٍ يَسْتَرُّهُ، وَلِرَجُلٍ أُجِرُّهُ، وَلِرَجُلٍ - وَرَزَّ -" (رواه البخاری و مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "گھوڑے تین کاموں کے لئے جوتے ہیں۔ سو یہ ایک سفید پوش شائق شسواری اور اجرت پر چلانے والے آدمی کے لئے پردہ پوشی کا ذریعہ ہیں اور ایک مجاہد و غازی آدمی کے لئے باعث اجر ہیں اور ایک (خلاف شریعت مشاغل اور جوئے کی شرط لگانے اور ریس کھیلنے والے) آدمی کے لئے موجب گناہ ہیں۔"

علیہ کاشافی رحمۃ اللہ علیہ اس آخری حدیث کی عقلی توجیہ و توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

وَلَوْ صَلَّحَتْ لِلْأَكْلِ؟ لَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "الْخَيْلُ لِأَرْبَعَةٍ: لِرَجُلٍ يَسْتَرُّهُ، وَلِرَجُلٍ أُجِرُّهُ، وَلِرَجُلٍ وَرَزَّ، وَلِرَجُلٍ طَعَامٌ"

اور گھوڑے کھانے کے قابل ہوتے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے صرف تین مصرف نہ گنواتے بلکہ (ان کا چوتھا مصرف یعنی کھانے کے قابل ہونا گنواتے ہوئے) ایوں فرماتے کہ "گھوڑے ایک آدمی کے لئے پردہ پوشی کا ذریعہ اور ایک آدمی کے لئے باعث اجر ہیں اور ایک آدمی کے لئے موجب گناہ ہیں اور ایک آدمی کے لئے خوراک ہیں۔!"

تو جب آپ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے گھوڑے، خیر اور

گدھے کے صرف دو فوائد و منافع بیان کرنے پر اکتفاء فرمایا ہے اور ان کو انسانی خوراک اور غذا ہونے کی تیسری منفعت کی نفی کر دی ہے۔ ویسے ہی نبی علیہ السلام نے بھی ان جانوروں کے صرف تین انسانی مصرف بیان کرنے پر اکتفاء فرمایا ہے اور انسانی غذا بننے کا چوتھا مصرف جو ہو سکتا تھا اس کی نفی فرمادی ہے۔ لہذا یہ جانور نہ عام حالات میں حلال ہیں اور نہ قربانی کے لئے جائز ہیں۔

"اجماع الامت":

۱۴۱۔ علامہ کاشانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا دَلَالَةُ الْإِجْمَاعِ. فَهِيَ أَنَّ الْبَغْلَ حَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ وَهُوَ وَلَدُ الْفَرَسِ، فَلَوْ كَانَتْ أُمُّهُ حَلَالًا. لَكَانَ هُوَ حَلَالًا لَا أَيْضًا. لِأَنَّ حُكْمَ الْوَلَدِ حُكْمُ أُمِّهِ لِأَنَّهُ مِنْهَا وَهُوَ كَبَعْضِهَا الْأَتْرَى أَنَّ حِمَارَ وَحْشٍ لَوْ تَرَى عَلَى حِمَارَةٍ أَهْلِيَّةٍ فَوَلَدَتْ؟ لَمْ يُؤْكَلْ وَلَدُهَا. وَلَوْ تَرَى حِمَارَ أَهْلِيٍّ عَلَى حِمَارَةٍ وَحْشِيَّةٍ فَوَلَدَتْ؟ يُؤْكَلْ وَلَدُهَا، لَيَعْلَمَنَّ أَنَّ حُكْمَ الْوَلَدِ حُكْمُ أُمِّهِ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمَةِ دُونَ الْفَحْلِ. فَلَمَّا كَانَ لَحْمُ الْفَرَسِ حَرَامًا كَانَ لَحْمُ الْبَغْلِ كَذَلِكَ."

اور اجماع امت کے طور پر گھوڑا حرام ہونے کی دلیل یہ ہے کہ "خیر" پوری امت

کے اجتماع کے مطابق حرام ہے۔ حالانکہ وہ (گدھے کے ساتھ ملاپ کے ذریعہ) گھوڑی کا بچہ ہے؟ سو اگر اس کی ماں۔ گھوڑی حلال ہوئی! تو خیر بھی ضرور حلال ہوتا۔ کیوں کہ کسی جانور کے بچہ کے حلال یا حرام ہونے کا حکم اس کی ماں کے حلال یا حرام ہونے کے حکم کے مطابق ہوتا ہے اس لئے کہ بچہ اپنی ماں سے پیدا ہوتا ہے، اور اس کا ایک جز ہے تو جو حکم کل کا ہو گا وہی اسی کے جز کا ہو گا۔ تم نے دیکھا نہیں کہ اگر ایک وحشی جنگلی گدھا جو شرعاً بالکل حلال ہے اور کئی صحابہ نے اس کا شکار کر کے کھایا ہے۔ ایک شہری پالتو گدھی سے ملاپ کر لے اور وہ پالتو شہری گدھی بچہ جن دے تو اس کے بچہ کا گوشت اس کی ماں پالتو شہری گدھی کا گوشت حرام ہونے کی وجہ سے نہیں کھایا جائے گا اور (اس کے مقابلہ میں) اگر ایک پالتو شہری گدھا (وحشی جنگلی گدھی سے ملاپ کر لے اور وہ وحشی جنگلی گدھی بچہ جن دے؟ تو اس کے بچہ کا گوشت (اس کی ماں جنگلی گدھی کا گوشت حلال ہونے کی وجہ سے) کھالیا جائے گا۔؟ تاکہ یہ خوبی معلوم ہو جائے کہ کسی بھی جانور کے بچہ کے حلال اور حرام ہونے کا حکم اس کی ماں کے حلال اور حرام ہونے کے مطابق ہوتا ہے۔ کسی زربانور کے متعلق یہ منابط نہیں ہے۔ سو جب گھوڑی کا گوشت حرام ہوا تو (اس کی اولاد) خیر کا گوشت بھی ایسے ہی حرام ہو گا۔

ان نصوص قطعیہ کے پیش نظر چند امور کو یہ طور توجیہ و دلیل ملحوظ

رکھنا لازم ہے۔!

اولاً: یہ مذکورہ بالا تمام احادیث گھوڑے، خیر اور گدھے کا گوشت حرام ہونے پر

نفس قطعی ہیں، اور ان سے اصل مسئلہ کی حقیقت مکمل گئی کہ حضرت جابر کا ایک دوسری روایت اور حضرت انس بن مالک اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم اور سیدہ اسماء بن ابی بکر رضی اللہ عنہم کی جن بعض روایات میں گھوڑے کا گوشت کھانے کھلانے کا ذکر ہے۔ وہ محرم ۷ھ میں ان کے حرام قرار دینے سے پہلے کے واقعات ہیں، کیوں کہ ابتداء اسلام میں ابھی حرام و حلال جانوروں کی تفصیل بیان نہیں کی گئی تھی اور جب نزول قرآن کریم کے بعد بھی معمول کے مطابق حسب ضرورت احکام نازل ہوتے ہوئے غزوہ خیبر کا موقع آیا تو جیسے وہاں عرب میں دوسرے کئی غلط طریقہ ہائے نکاح کی طرح خاص طور سے مروی "نکاح متع" علی الاعیان حرام قرار دے دیا گیا تھا؟ اور جن صحابہ نے ابتدائی دور کے مطابق متع کیا ہوا تھا؟ انہوں نے اس ذریعہ سے حاصل کی ہوئی عارضی بیویوں کو فوراً جدا کر دیا تھا۔ ایسے ہی وہاں مستقل حکم کے ذریعہ سے گھوڑے، خیر اور گدھے کا گوشت حرام ہونے کا بھی اعلان کر دیا گیا تھا۔ تو صحابہ نے فوری تعمیل کرتے ہوئے شہری گدھوں وغیرہ کے پکے ہوئے گوشت والی بانڈیاں الٹ وی تھیں اور نئے سرے سے دوسرا متبادل سالن پکا کر روٹی کھائی تھی۔ کتاب اللہ کے بعد سنت رسول علیہ السلام کی رو سے بھی ان احادیث شریفہ کی روشنی میں ثابت ہو گیا کہ گھوڑا، خیر اور گدھا حلال جانور نہیں ہیں اور اگر حلال بھی ہوتے؟ تو چوں کہ ان کو قربانی کے لئے ضروراً مقررہ حلال جانوروں میں مضن قیاس کے ساتھ شامل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ (اس لئے ان کو قربان کرنے کے لئے یہ بھی ذبح کرنا جائز نہیں ہو سکتا تھا۔ لہذا اب گھوڑے کی قربانی بہر حال ناجائز ہے۔

ثانیاً: یہ کہ اگر ممانعت کے بعد بھی دور صحابہ میں گھوڑے کا گوشت کھانے کا ثبوت مل جائے تو اس کی وضاحت مشہور عالم راوی حدیث جناب "ابن شہاب زحری تابعی" رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:-

مَا عَلِمْنَا الْخَيْلُ أَكَلَتْ؟ إِذَا فِي حِصَارٍ!

"ہمیں گھوڑے کے کھانے جانے کے متعلق اس کے سوا کچھ معلوم نہیں کہ وہ جب بھی کھائے گئے تو اسلامی لشکر کے معصور اور بے رسد ہو جانے کے باعث ہی کھائے گئے ہیں ورنہ نہیں"

ایسے ہی مشہور جلیل القدر تابعی بزرگ حضرت "حسن بصری" رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:

"كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُونَ لَحْمَ الْخَيْلِ فِي مَغَارِئِهِمْ."

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ گھوڑوں کا گوشت غزوات اور جنگوں میں انتہائی مجبوری کے وقت کھایا کرتے تھے!"

تو صحابہ کے بعد تابعین کی گواہی سے بھی ثابت ہو گیا کہ گھوڑا بنیادی طور پر حلال جانوروں میں شامل نہیں بلکہ صحابہ کو حالت ضرورت و اضطرار میں مجبوراً کبھی اس کا گوشت کھانا پڑ گیا تھا اور ظاہر ہے کہ یہ تو مردار اور خنزیر کی طرح حرام اور نجس جانور نہیں اور مجبوری میں جان بچانے کے لئے جب ان کا گوشت کھا لینا بھی جائز ہے تو پھر اگر گھوڑے جیسے ممدوح و مقبول جانور کا گوشت کبھی مجبوراً کھالیا گیا یا کھانا پڑ جائے تو اس میں شرعاً کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

ثالثاً: یہ کہ اگر کبھی گھوڑے کا گوشت استعمال بھی کیا گیا ہے تو کھانے والوں نے جن چند احادیث میں بعض صحابہ کے یہ گوشت کھانے کا ذکر ہے۔ ان کی دلیل شرعی سمجھ کر ہی استعمال کیا ہو گا؟ لہذا اصولاً کوئی اعتراض نہیں!

رابعاً: یہ کہ جب کسی چیز کے جائز اور غیر جائز ہونے میں اختلاف پیدا ہو رہا ہو اور دونوں کے متعلق دلائل نظر آئیں تو پھر اصول فقہ کے مسلم قانوں اور ضابطہ کے مطابق میح اور جائز و حلال بتانے والی حدیث کے مقابلہ میں آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدین کے قیاس شرعی کے مطابق حاضر و ناہی یعنی روکنے اور منع کرنے والی اور ناجائز و حرام بتانے والی حدیث کو از روئے احتیاط و لتقویٰ ترجیح دے کر اختلافی چیز کو ممنوع اور غیر جائز اور حرام قرار دیا جائے گا۔ تو چونکہ مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ بعض دوسری روایات میں گھوڑے کا گوشت کھانے کا ذکر ہے اور وہ اس کو مباح اور جائز و حلال بتانے والی نظر آتی ہیں؟ اور ہماری مذکورہ احادیث صراحۃً اور وضاحتہً قطعی اور یقینی انداز کے ساتھ گھوڑے کے گوشت کو ممنوع و غیر جائز اور حرام بتا رہی ہیں۔؟ تو مسلمہ ضابطہ فقہیہ کے مطابق ان احادیث کو ترجیح دے کر گھوڑے کے گوشت کو حرام قرار دے دی جائے گا۔ لہذا اس کا نام طور پر کھانا بھی قطعاً ناجائز ہو گا اور قربانی کے لئے مقررہ حلال جانوروں میں شرعاً شامل نہ کئے جانے کے باعث اس کی قربانی بہ درجہ اولیٰ ناجائز ہو گی۔

خامساً: یہ کہ اصول حدیث کے مطابق تحقیق کے بعد گھوڑے کا گوشت کھانے

کا جواز بتانے والی روایات اس کو مکروہ تحریمی اور حرام بتانے والی احادیث کو ترجیح دے کر گھوڑے کو حرام جانور اور اس کے عام ذبح یا قربانی کے لئے ذبح کو لازماً ناجائز قرار دیا جائے گا۔ لہذا ہر قسم کے دلائل کے مطابق گھوڑا، خیر اور گدھے کی طرح ممنوع الاستعمال جانور ہے اس سے پرہیز واجب ہے۔ چوں کہ قربانی کے لئے مذکورہ احادیث صحیحہ کی نصوص قطعہ کے مطابق جانور کا حلال اور شریعت کے مقرر کردہ۔ بکری، بھیر، دنب، گائے، بھینس، اونٹ، چھٹے جانوروں میں ایک ہونا ضروری ہے؟ اور چوں کہ یہ عبادت ہے اور عبادت میں کسی کی رائے اور قیاس یا پسند کا کوئی دخل قابل تصور اور قابل قبول نہیں ہو سکتا اس لئے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے ان نصوص سے ثابت مسئلہ کو ایک منابط اور قانون کی شکل میں ذکر کیا ہوا ہے۔ چنانچہ ابو حنیفہ ثانی، فقہیہ اعظم، علامہ شیخ ابن نجیم، حنفی مصری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور اور مستند کتاب "البحر الرائق" میں فرماتے ہیں:

"وَالْأُضْحِيَّةُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ. لِأَنَّ جَوَارِ التَّضْحِيَّةِ بِهَذِهِ الْأَشْيَاءِ عَرِفَتْ شَرْعًا بِالنَّصِّ خِلَافَ الْقِيَاسِ. فَيُقْتَضَرُ عَلَى مَا وَرَدَ."

(البحر الرائق، ج ۸، ص ۲۰۱ و الفتاویٰ الہندیہ، "عالم گھیری" ج ۵، ص ۴۹۷، "ورد المحتار"، "الشامی" ج ۵، ص ۱۹۸)

قربانی اونٹ اور گائے اور بکری میں سے دی جاسکتی ہے کیوں کہ قربانی کا جواز صرف ان جانوروں میں ہے جو محض عقل و قیاس کی جگہ شرعی طور پر نص قطعہ کے ساتھ ثابت ہیں۔ لہذا قربانی کا عمل صرف انہی حلال جانوروں تک محدود

رہے گا جن کے جواز کے متعلق نص وارد ہے (ان کے علاوہ ہرن اور نیل گائے اور گھوڑے وغیرہ کسی دوسرے جانور کی قربانی قطعاً ناجائز ہے)۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْحَرُ يَوْمَ الْأَضْحَى بِالْمَدِينَةِ قَالَ: وَكَانَ إِذَا لَمْ يَنْحَرْ ذَبَحْ

(مسند الامام احمد، ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ج ۹ ص ۱۹۸)
حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: "بلا شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید قربان کے دن گائے کی جڑ میں نیزہ مار کر اونٹ کو قربانی کیا کرتے تھے۔ نیز فرمایا کہ "جب اونٹ قربان نہ کرتے تو بکرے پینڈھے وغیرہ کسی دوسرے جانور کو ذبح فرمادیتے تھے۔"

"قربانی کے جانوروں کو پیشگی خرید کر پورے اہتمام کے ساتھ پالنا اور خوب کھلایلا کر موٹا تازہ کرنا مستحب و مسنون ہے:"

۱۴۲ - قربانی اللہ کی بارگاہ میں جہاد یا غیر جہاد کے ہر موقع پر اپنی

جان کا نذرانہ پیش کرنے کی تمثیل ہے نیز زندگی و صحت اور دوسری ہر نعمت کا انفرادی اور اجتماعی انداز سے شکر ادا کرنے کا اظہار و اعلان ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب کسی کو ہدیہ دینا ہو تو چنی چنی سے اچھی، ضخیم، وزنی اور باحیثیت و قابل قدر چیز ہی پیش کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ سب سے بڑے اور پوری کائنات کے خالق و مالک ہیں۔ ان کی شان کے مطابق تو دونوں جہاں بھی ہدیہ پیش کرنے

قابل نہیں۔ اور یہ ان کا خاص فضل و کرم ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے انسانی "وجود جیسی متاع عزیز اور بے بدل نعمت کی" محض چند حلال جانوروں کی قربانی پیش کر دینے پر اپنی پسندیدگی اور رضامندی کا اظہار و اعلان فرما دیا ہے تو اب امت کے ہر فرد کا فرض ہے کہ اپنے مالک و مولیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے حسین سے حسین، بہتر سے بہتر، تندرست و صحت مند، خرب و تازہ، طاقت ور، قد آور پر گوشت اور نفع مند جانور تلاش کر کے بدیہ قربانی پیش کرے۔ بے ٹکا، کمزور و لاغر، بے گوشت مریل اور ناکارہ و ناقابل انتفاع جانور ذبح کر کے اپنے ایمان و تقویٰ اور جذبہ ایثار کی قویں نہ کرے اور کفر ان نعمت کا انداز اختیار کر کے، زندگی کو بے برکت نہ بنائے۔ ہر باشعور اور ذی فہم مسلمان کو اتنی معمولی اور معقول ترین وجہ و دلیل خود بخود سوچ کر پوری خون ل اور حوصلہ مندی کے ساتھ جذبہ عبودیت و اطاعت کے تقاضی کی امکانی حد تک تکمیل کر دینی چاہیئے۔ بلکہ اور کمزور جانور سے رسم قربانی تو ادا ہو جائے گی لیکن صحت مند اور خرب قربانی پیش کرنے کا جو ثواب بتایا گیا ہے وہ حاصل نہ ہو سکے گا۔ اس لئے دنیا داری کے غلط تصور کے تحت "خُب مال" اور "بخل" کے منہوس مظاہرہ سے ہر حال میں بچنا لازم و واجب ہے۔ ہر کیف اللہ تعالیٰ کے تقدیری فیصلہ و منشاء اور انہی وابدی فرمان کے مطابق دوسرے اعمال حسنہ کی طرح عید الاضحیٰ کے موقع پر چند خاص حلال جانوروں کا زیادہ سے زیادہ خون بہانا ہی قربانی کا اصل مقصد و مدعی قرار دیا گیا ہے۔ تو واضح رہے کہ جتنی قربانی دی جائے گی اتنا ہی زیادہ خون بہے گا۔ اور جانور جتنے زیادہ پلے ہوئے اور صحت مند ہوں گے۔ ان میں اتنا ہی خون بھی زیادہ ہو گا جو زیادہ اچھی پرورش

اور زیادہ سے زیادہ عمدہ غذاء پر موقوف ہے۔ لہذا قربانی کے موقع پر پوری ذرا خ دلی اور شکر نعمت کا ہر پور مظاہرہ کرتے ہوئے عید سے کافی دن پہلے مالی گنجائش کے مطابق زیادہ سے زیادہ اور اچھے سے اچھے اور بے عیب جانور خریدنے میں سبقت کرنی چاہیئے۔

اور وقت ذبح تک اپنے گھر کے آدمیوں کی طرح پوری توجہ اور محبت کے ساتھ ان کو کھلانے پلانے، نہلانے دھونے اور آخر دم تک بیماری اور زخم و غیرہ سے بچا کر اور خوب اچھی طرح سے پال کر محفوظ و مضبوط بنانے کا انتظام و اہتمام جاری رکھنا چاہیئے اور بہتر سے بہتر حالت میں قربانی کرنی چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بدیہ جو ہمارے پاس ایک مقدس امانت ہے۔ ان کی بارگاہ میں پہنچنے کے لئے امکانی حد تک صحیح اور بہتر حالت میں موجود رہے۔ اور جب مقرر وقت میں اسے پیش کیا جائے تو اپنا ضمیر بھی مطمئن ہو، اور دیکھنے والے بھی رشک کریں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اس کی قبولیت کے آثار ظاہر ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں عام رہنمائی کے لئے ایک حدیث شریف ملاحظہ کریں۔

قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ "سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ "كُنَّا نُسَمِّنُ الْأُضْحِيَّةَ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ. يُسَمِّنُونَ"۔

(البخاری "كتاب الاضاحی" "باب الاضحی والمنحر بالمصلی".

ج ۲، ص ۸۳۳، طبع دہلی انڈیا)

مشہور جلیل القدر تابعی اور امام حدیث حضرت یحییٰ ابن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ۔ "میں نے صحابی رسول علیہ السلام حضرت ابوامامہ اسعد ابن

سہل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا تھا انہوں نے فرمایا کہ۔

"ہم صحابہ رسول قربانی کے جانوروں کو پال کر خوب موٹا تازہ کیا کرتے تھے اور دوسرے سب مسلمان بھی جانوروں کو خوب پال کر موٹا تازہ کیا کرتے تھے۔"

قربانی کے جانوروں کی کیا عمر ہونی چاہیے؟

۱۴۳۔ قربانی کے لئے مقررہ تمام جانوروں کی عمر کی مقدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق حسب ذیل تفصیل و ترتیب کے ساتھ ملحوظ رکھ کر جانور ذبح کرنا واجب ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يَغُشَّرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا. جَذَعَةً مِّنَ الصَّانِ".

(صحیح مسلم کتاب الاضاحی ج ۲، ص ۱۵۵)

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "ایک سال (یعنی سامنے والے نچلے دودانت گرے ہوئے) سے کم عمر کا بکرا بکری ذبح نہ کرو، ہاں اگر تمہارے لئے وقت پر مٹنا مشکل ہو جائے۔ تو پھر بھیڑ، دنبہ میں سے چھٹے مہینے سے زیادہ عمر کا بچہ ذبح کر دو۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اوپر والی حدیث شریف کے علاوہ یہ بھی منقول

ہے کہ:

ضحوا بالثنایا. (او کما قال)

دودانت ہو جانے والے جانور کی قربانی کیا کرو۔

۱۴۴۔ بکرا بکری پورے ایک سال کے اور دودانت والے ہونا لازم

و واجب ہے، عام حالات میں بھیڑ، بھیڑ اور ونبی دنبہ بھی ایک سال کے ہونے چاہئیں لیکن اگر اتفاقاً پورے ایک سال کا بھیڑ یا دنبہ نہ ملے تو پھر بھیڑ اور دنبہ کا چھ مہینے سے زائد عمر کا ایسا تندرست، موٹا تازہ اور قد آور بچہ کہ جسے سال بھر والے بھیڑوں اور ونبیوں میں چھوڑا جائے تو ان دونوں میں کوئی فرق معلوم نہ ہو تو ایسے شش ماہہ بھیڑ دنبہ کی قربانی پھر جائز ہوگی ورنہ ایسا بچہ نہ ملے تو پھر حسب ہدایت شمر غنیہ ان کی عمر بھی پوری ایک سال ہی ہونی چاہیے۔

۱۴۵۔ بیل گائے اور بھینس، بھینسا پورے دو سال کا اور سامنے

والے گرے ہوئے دودانت والا ہونا لازم و واجب ہے۔ اور آغاز دنیا سے آج تک کے تمام انسانوں کا یہ ناقابل تردید تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ بھیڑ، دنبہ ایک سال کے بعد، گائے، بیل بھینس اور بھینسا دو سال کے بعد اور اونٹ، اونٹنی پانچ سال کے بعد لازماً دودانتے ہو جاتے ہیں۔ یعنی ان کے دودھ والے نچلے دانت گر جاتے ہیں اور چونکہ وصف یثینی ہے اس لئے فقہاء نے جانوروں کی عمر کے متعلق زیادہ تر ان کے دودانتا ہونے کی شرط کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ عام حالات میں تو ماں باپ کی جہالت یا غفلت کی وجہ سے بے شمار انسانوں کی بھی صحیح

عمر معلوم نہیں ہوا کرتی تو پھر جانوروں کی عمر کی حد بندی کو کیسے صد فی صد یقینی کہا جاسکتا ہے لہذا ان کی عمر کی تعیین کے لئے اکثر و بیشتر دو اناہوں نے کی صفت کو ہی قربانی کا مدار بنایا جائے گا بناء بریں اونٹ اور اونٹنی پورے پانچ سال کا اور دو اناہوں لازم و واجب ہے۔

۱۴۶۔ قربانی کا جانور اگر کچھ دبلا ہو تو جائز ہے لیکن ایسا کمزور اور مریل جانور جس کی بڈیوں میں گودا نہ ہو اور بے چارہ کو سہارا دے کر چلایا اور کھینچا جائے اس کو ذبح کرنا جائز نہیں۔

۱۴۷۔ قربانی کا جانور بے عیب ہونا چاہیے اگر خریدنے کے بعد اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے قربانی درست نہیں ہوتی تو دیکھیں کہ مالک جانور کی حالت کیا ہے اگر وہ امیر آدمی ہے تو اس پر لازم ہے کہ معیوب ہو جانے والا جانور ہر گز ذبح نہ کرے، بلکہ نیا خرید کر قربان کرے اور اگر مالک ایسا غریب ہو کہ جس پر ضرعاً قربانی واجب نہ تھی مگر اس نے شوق سے جانور خرید لیا تو اس کے لئے یہی معیوب جانور باوجود مجبوری غربت کے قربانی کی نیت کے اثر سے نذر اور منت کے جانور کی طرح معین ہو جائے گا۔ لہذا چاہیے کہ اب وہ اس جانور کو کسی اور مصرف میں نہ لائے بلکہ قربانی ہی کے لئے ذبح کر دے۔ (الذّر المختار)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . قَالَ :
إِبْتَعْنَا كَبْشًا نَضَّجِي بِهِ . فَأَصَابَ الذِّئْبُ مِنْ الْيَتِيهِ

وَأَذْنِيهِ فَسَأَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنَا
أَنْ نَضَّجِي بِهِ (رواہ ابن ماجہ۔ "تذاجہ" ج ۲۔ ص ۲۱۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ: "ہم نے قربانی کے ارادہ سے ایک بینڈھا خریدا تو اپنا نک اس کے سرین اور کان پر سے بھڑیے نے کچھ گوشت کاٹ کھایا۔ اس پر ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا۔ تو آپ نے ہمیں اسی کی قربانی کا حکم دے دیا۔"

"قربانی کے جانوروں کا فوری ضرورت سے زائد گوشت بچا لینا،" سکھا کر ذخیرہ کر لینا، اور ایام عید کے بعد حسب منشاء مدت تک اسے استعمال کرتے رہنا بالکل جائز ہے۔"

۱۴۸۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے تو ڈیڑھ سال بعد شوال یا ذوالقعدہ کی کسی تاریخ کو تیسویں پارہ کی سورۃ "الکوثر" نازل ہوئی اور اس کی آیت "فصل لربک وانحر"۔ (آپ اپنے پانہار کے لئے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے) کے ذریعہ سے "نماز عید الاضحیٰ اور قربانی" واجب ہوئے کا حکم نافذ ہوا، تو اس حکم کے نفاذ کا اعلان ہونے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ماحول کے سب مسلمانوں کو قربانی کے گوشت کے ہر طرح سے استعمال کے متعلق مکمل آزادی حاصل تھی۔ چنانچہ وہ حضرات حسب ضرورت استعمال کے بعد کچھ گوشت بچا کر سکھاتے اور ذخیرہ کر لیتے تھے اور عید الاضحیٰ

کے بعد کافی دنوں تک اسے استعمال کرتے رہتے تھے۔

۱۴۹- "خضی" یعنی بدھیا اور کچلے ہوئے "فوط" والے جانور کی قربانی بالکل درست اور افضل بلکہ نبی علیہ السلام کی پسندیدگی اور آپ کے شانہ عمل کے باعث مستحب و مسنون بھی ہے ("الدر المنثور" القامی)۔ "خضی" ہونا عیب نہیں بلکہ اس عمل سے جانور خوب پختا پھولتا اور فربہ ہو جاتا ہے۔

۱۵۰- خارش جانور کی قربانی جائز ہے لیکن اگر اس مرض سے بہت لاغر ہو گیا تو پھر جائز نہیں۔

۱۵۱- جس جانور کے پیدائش میں ہی سینگ نہ ہوں یا تھے مگر ٹوٹ گئے لیکن بالکل جڑ سے نہیں ٹوٹے یعنی سینگ تو اندر سے محفوظ ہوں مگر ان کے اوپر والاخول اور غلاف اکھڑ جائے تو اس کی قربانی جائز ہے۔

۱۵۲- جس جانور کے پیدائش میں ہی کان نہ ہو یا پھلے تھے مگر بعد میں ایک کان کا تہائی یا تہائی سے زائد حصہ کسی طرح کٹ گیا تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اور اگر کان قدرۃً بالکل ذرہ ذرہ اور چھوٹے چھوٹے ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے۔

۱۵۳- جانور بالکل اندھا یا کانابو یا اس کی ایک آنکھ کی تہائی یا تہائی سے زائد روشنی ضائع ہو جائے تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

۱۵۴- جس جانور کا ابتداء سے ہی کوئی دانت نہ ہو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر پہلے دانت تھے اور بعد میں کچھ گر گئے لیکن جتنے گرے ہیں ان سے زائد باقی موجود ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے۔

۱۵۵- جس جانور کی تہائی یا تہائی حصہ سے زائد دم کٹ جائے اس کی قربانی جائز نہیں۔

۱۵۶- جو جانور کسی مرض یا چوٹ وغیرہ کے سبب اتنا لنگڑا ہو کہ صرف تین پاؤں پر چلے اور چوتھا پاؤں زمین پر بالکل نہ رکھ سکے یا رکھ سکے مگر اس سے چل نہ سکے بلکہ اس کو گھسیٹنا رہے تو اس کی قربانی جائز نہیں! اور اگر چلتے وقت چوتھا پاؤں زمین پر ٹیکے اور چلنے میں اس سے کچھ سہارا لے کر لنگڑاتا رہے تو اس کا ذبح جائز ہے۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ ، رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ مَا ذَا يُتَقَى مِنَ الصَّحَابِ؟ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَقَالَ أَرْبَعُ. الْعَرَجَاءُ الْبَيِّنُ ظِلْعُهَا وَالْعَوْرَةُ الْبَيِّنُ عَوْرُهَا وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا، وَالْعَجْفَاءُ الَّتِي لَا تُنْقَى (رواه مالك و احمد، والترمذی، وابوداؤد، والنسائی، وابن ماجه، والدارمی، والطحاوی، زجاجة المصابيح، ج. ۲، ص ۴۱۱)

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ: "قربانی کے کن جانوروں سے بچا جائے؟ تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا چار جانوروں سے، (۱) جس کا ٹنگڑا پن ظاہر ہو (۲) جس کا کاناپن ظاہر ہو، (۳) جس کا بیمار ہونا ظاہر ہو۔ (۴) اور ایسا کمزور اور مریل جانور کہ اپنی بڑھی سے گودا نہ دے (یعنی جو کھوکھلا ہو چکا ہو)

۱۵۷۔ اگر مادہ جانور بھیڑ بکری دنبی یا گائے یا اونٹنی خریدی جس کے تھنوں میں دودھ تھا تو اس کا دودھ پی پلا لیا یا بیچ دیا یا اون اور پشم والا جانور خریدا تو اون اور پشم استعمال کر لی یا بیچ ڈالی تو جائز نہ تھا لہذا تھنی کے لئے اس دودھ اور اون اور پشم کی قیمت کے برابر پیسے فقراء میں بطور صدقہ تقسیم کر دے۔

"حاملہ بکری گائے اور اونٹنی کی قربانی بکروہ ہے:"

۱۵۸۔ اگر کوئی مادہ جانور بکری گائے یا اونٹنی خریدی اور وہ حاملہ

تھی تو اس کی قربانی مکروہ ہے، لیکن اگر وہ ذبح کر دی گئی تو قربانی ادا ہو جائے گی۔ پھر اگر اس کے پیٹ سے بچہ زندہ نکل آئے تو اس کو بھی ذبح کرنا ضروری ہے اور قربانی کے عام گوشت کی طرح اس کو استعمال میں لانا بھی درست ہے۔ لیکن قربانی کے لئے عمدہ حاملہ جانور خریدنے سے بالکل احتراز کرنا چاہیے کیونکہ اکثر اوقات پیٹ کے بچے اوجورے ہوتے ہیں۔ ذبح سے محنت میں ان کا نقصان ہوتا ہے۔ اور یہ فعل پسندیدہ نہیں اس لئے تھوڑی قیمت کے لالچ میں ایک ذبح سے دوسری ناقابل ذبح جان کو بلاوجہ ضائع کرنا بہت بری بات اور بڑی سنگدلی و بے رحمی ہے۔ بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں، ان کو ثواب میں گناہ کی

آسیرش سے بچنا چاہیے۔

"بکری، بھیڑ، دنبہ، صرف ایک آدمی کی طرف سے ذبح کیا جاسکتا ہے اور گائے، بھیینس، اونٹ میں سات آدمی شریک ہو کر قربانی کر سکتے ہیں:"

۱۵۹۔ بکری، بھیڑ اور دنبہ کو صرف ایک آدمی ہی اپنی طرف سے ذبح کر سکتا ہے۔ اس میں شرکت جائز نہیں۔ البتہ گائے، بیل، بھیینس، بھیینے اور اونٹ، اونٹنی میں بیک وقت سات آدمی زن و مرد اور خرد و کمال شریک ہو کر قربانی دے سکتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کسی بھی شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے ذرا بھی کم نہ ہو یعنی سب کے حصص برابر ہوں۔ نیز سب کی نیت قربانی کی ہو۔ ورنہ اگر کسی کا حصہ کچھ بھی کم ہوا یا کوئی شخص اس ذبح میں محض گوشت کھانے یا اس گوشت کی تجارت کے خیال سے شریک ہوا تو پورے یا کم حصہ والوں میں سے کسی ایک کی قربانی بھی درست نہیں ہوگی۔ بلکہ دوبارہ سب کو مستقل جانور قربان کرنا پڑے گا۔ اب گائے اور اونٹ کی قربانی اور اس میں سات افراد کے حصہ دار بننے کے ثبوت کے لئے حسب ذیل حدیث مبارک ملاحظہ کریں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "الْبَقَرَةُ عَنْ

سَبْعَةٍ. وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ

(رواہ "مسلم" ابوداؤد، واللتظله "ابوداؤد" کتاب الاضاحی ج ۲.

ص ۲۱۸ طبع کراچی، زجاجہ ج ۲. ص ۴۰۸)

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قربانی میں گائے، بھینس سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے اور اونٹ بھی سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔

۱۶۰۔ اگر کوئی شمس اپنی خوشی سے کسی کو ثواب پہنچانے کے

لئے نفل قربانی کرے؟ مثلاً نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، ازواج و اولاد رسول، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اولیاء امت یا اپنے مال باپ، بھائی، بہن، استاد اور پیرو مرشد، دوستوں میں سے کسی ایک یا سب کے لئے ایصال ثواب کی نیت سے قربانی کرے تو اس کے گوشت میں سے اپنی قربانی کے گوشت کی طرح خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا بائیل درست ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص مرنے سے پہلے اپنے تہائی مال میں سے قربانی کی وصیت کر گیا اور وصیت کے مطابق اس کے مال میں سے جانور ذبح بھی کر دیا گیا تو اب وہ صدقہ واجبہ کے حکم میں ہے۔ لہذا اس کا تمام گوشت فقہ آہ اور مساکین پر خیرات کر دینا واجب ہے کیونکہ صدقات کے اصل مستحق وہی لوگ ہیں۔

۱۶۱۔ ایک آدمی نے اگر گائے اور اونٹ وغیرہ کسی بڑے جانور

میں سے کسی غائب شخص کی اطلاع و اجازت اور حکم کے بغیر اس کا حصہ ڈال دیا

تو غائب کی ناراضی کے سبب بقیہ تمام حصہ داروں کی قربانی بھی ناجائز ہو جائے گی۔

۱۶۲۔ اگر بڑے جانور میں سات سے کم مثلاً چھ یا پانچ آدمی شریک

ہوئے اور کسی کا حصہ بھی ساتویں حصہ سے کم نہ ہو تو بھی سب کی قربانی درست ہو جائے گی اور اگر سات کی مقررہ تعداد سے زائد مثلاً آٹھ یا اور زیادہ آدمی شریک ہوئے تو کسی کی قربانی بھی اداء نہ ہوگی۔ اور ان سب کو اپنی اپنی مستقل قربانی کے لئے نیا جانور ذبح کرنا پڑے گا۔

۱۶۳۔ جس جانور میں سات آدمی شریک ہوں اس کا گوشت سب

کو برابر مقدار میں بانٹنا چاہیے۔ ورنہ ایک دوسرے کے حصہ میں کمی بیشی کی وجہ سے زائد لینے والے کے لئے وہ گوشت سود کی طرح ناجائز اضافہ اور نفع بن جائے گا اور اس کا لینا گناہ ہو گا البتہ اگر کسی نے گوشت تو کم لیا مگر ساتھ ہی سری پائے اور کھال بھی لے لی تو پھر گوشت کی کمی سے کوئی حرج نہیں ہوگا۔ بلکہ سری پائے اور کھال سے کم حصہ کی کسر پوری ہو جائے گی۔ لیکن جس نے فالتو گوشت لے کر پھر سری پائے اور کھال بھی منجھال لی تو پھر سودی اضافہ ہے اور اس کا لینا گناہ ہوگا۔

۱۶۴۔ اگر سات شریک آدمی ذبح کے بعد گوشت بچائے خود لینے

کے بالاتفاق تمام کا تمام فقرہ و مساکین اور احباب و متعلقین کو دینا یا پکا کر کھلانا چاہیں تو جائز ہے لیکن اگر آپس میں تقسیم کرنا ہو تو پھر وہی برابری ضروری

ہے۔

۱۶۵۔ ایک شخص نے بڑا جانور خریدا اور ساتھ ہی کسی کو شریک کرنے کی نیت کر لی! اب اگر کچھ لوگ شریک ہوں تو قربانی درست ہے اور اگر جانور خریدتے وقت کسی کو شریک کرنے کی نیت نہیں تھی بلکہ صرف اپنی ہی طرف سے ذبح کا ارادہ تھا! تو اب کسی کو شریک کرنا بہتر نہیں۔ لیکن اگر شریک کر لیا تو پھر یہ جانور خریدنے والا اگر امیر آدمی ہے تو قربانی درست ہوگی اور اگر اتنا غریب ہو جس پر شرعاً قربانی واجب نہیں ہوتی تو پھر قربانی جائز نہیں ہوگی۔ بلکہ اس پر یہ تاوان ہوگا کہ اگر قربانی کا کچھ وقت باقی ہو تو جتنے حصص اس نے دوسروں کو دیئے تھے اتنے ہی مزید قربانی کرے اور اگر وقت ختم ہو چکا ہو تو پھر سانچہ پر دیئے ہوئے حصص کی قیمت فقراء و مساکین کو دے دے۔ باقی جن کو شریک کیا تھا ان کی قربانی بہر حال درست ہو جائے گی۔

۱۶۶۔ قربانی کے لئے سب سے افضل وقت اور دن دسویں تاریخ ہے پھر گیارہویں اور پھر بارہویں تاریخ کو عصر کے آخر وقت میں جب تک سورج کا کنارہ نظر آتا رہے قربانی کرنا جائز ہے اور اگر ارادہ کرتے کرتے ہی سورج ڈوب گیا تو اب قربانی کا وقت ختم ہو جائے گا اس لئے شام کے وقت جانور ذبح کرنا درست نہیں۔ ان تینوں تواریخ میں دن اور رات میں ہر وقت قربانی کرنا جائز ہے۔ البتہ رات کو ذبح کرنا مناسب اور بہتر نہیں کیونکہ اندھیرے میں

رگیں صحیح نہ کٹ سکنے کے شبہ سے قربانی خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے دن کو ذبح کرنا افضل اور بہتر ہے۔ لیکن اگر رات کو کافی روشنی کا انتظام ہو جائے جیسا کہ اب ترقی یافتہ سائنسی اور مشینی دور میں شہروں اور قصبات بلکہ آج کل بہت سے دیہات تک میں بجلی پہنچ گئی ہے اور پچھلے زمانہ کے مقابلہ میں بہت ہی زیادہ اور مسلسل روشنی کا انتظام ہو گیا ہے تو ایسی روشنی کی صورت میں رات کے وقت جانور ذبح کر لینا بالکل درست ہوگا اور قربانی پوری طرح اداء ہو جائے گی۔

۱۶۷۔ اگر امام اور خطیب نماز و خطبہ اور قربانی کی شرعی ترتیب کو لازماً قائم رکھنے اور ماحول کے جاہل اور بے خبر دیہاتی یا شہری لوگوں کو اصل مسکد کی حقیقت بتانے اور ان کو عملاً واقف کرنے کے لئے نماز عید کے بعد عید گاہ کے پاس ہی اپنی قربانی ذبح کر دے تو یہ جائز اور مقصد کے لحاظ سے بہ وقت ضرورت زیادہ بہتر ہے۔ مگر ہمارے ہاں مدت بائے دراز سے اس کا قطعاً کوئی رواج نہیں ہے۔ بہر حال یہ طریق ضروری نہیں بلکہ نبی علیہ السلام کی ایک اداء ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر مسکد جانے کے ایسا کرنا چاہے تو وہ محض رسم نہیں بلکہ حقیقتاً ایک سنت ہوگی۔ اگرچہ عوام و خواص معمول نہ ہونے کے باعث حسب عادت اس کو اوپر کام ہی سمجھیں تو اس کی پروا نہ کی جائے۔ بلکہ دل چاہے اور خیال آجائے تو ائمہ اور خطباء کبھی کبھی یہ عمل بھی کر لیں۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِاَلْمُصَلَّى

(رواہ البخاری زجاجہ "ج. ۲ ص ۲۰۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ میں بکرے، بینڈھے اور گائے کو ذبح اور اونٹ کو نیزہ سے حلال کیا کرتے تھے۔"

۱۶۸۔ اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا افضل اور سنت و مستحب ہے۔

علوہ ازیں اس سے ذبح کی مشق ہوتی ہے اور وحشت باقی رہتی ہے۔ اس لئے خود اور تمام گھروالوں کو اس کی عادت ڈالنی چاہیے۔

ایک پہلے گزری ہوئی حدیث میں ہے کہ

(فِي حَدِيثٍ مَرَّقَبْلُ حَتَّى إِذَا خَطَبَ النَّاسَ وَصَلَّى .
أَتَى مِنَ الْكَبْشَيْنِ بِأَحَدٍ هِمَا وَهُوَ قَائِمٌ فِي مَصْلَاهُ
فَذَبَحَهُ بِيَدِهِ) (رواہ الطحاوی) ("زجاجہ" ج. ۲ ص ۲۰۶)

یہاں تک کہ نبی علیہ السلام جب خطبہ و نماز سے فارغ ہو جاتے تو آپ کے خریدے ہوئے دو بینڈھوں میں سے ایک کو لایا جاتا۔ حالانکہ آپ ابھی اپنے مصلى پر کھڑے ہوتے تھے۔ تو آپ اپنے دست مبارک سے اسے ذبح فرمادیتے تھے۔

"اگر کوئی شخص کسی وجہ سے خود ذبح نہ کر سکے؟

تو کسی دوسرے سے ذبح کرانا جائز ہے:"

۱۶۹۔ اگر صاحب قربانی سفر، کاروبار، بیماری یا ذبح کا طریقہ نہ

جانتے کے عذر سے یا عادت نہ ہونے کے باعث کچھ جھجک کی وجہ سے یا طبی کمزوری کی بناء پر ڈر سا ممسوس کرنے کی وجہ سے پھر کسی دوسرے فرد یا کسی واقف سے کہ کر یا قصاب کے ذریعہ سے ذبح کرا سکتا ہے۔

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا .
صَحَّى مَرَّةً بِالْمَدِينَةِ "قَالَ نَافِعٌ فَأَمَرَنِي أَنْ أُشْتَرِيَ
لَهُ كَبْشًا فَحَيَّلًا أَقْرَنَ ، ثُمَّ أَذْبَحَهُ يَوْمَ الْأَضْحَى فِي
مُصَلَّى النَّاسِ ، قَالَ نَافِعٌ . "فَفَعَلْتُ ! ثُمَّ حُمِلَ إِلَى
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ . وَكَانَ مَرِيضًا لَمْ يَشْهَدْ الْعِيدَ مَعَ
الْمُسْلِمِينَ . !

(الموطا . للإمام مالک رحمۃ اللہ علیہ . ص ۱۸۷)

ابن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام جناب نافع رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ "حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ مدینہ میں قربانی کی، نافع کہتے ہیں۔

"ابن عمر نے مجھے حکم فرمایا کہ: "میں ان کے لئے ایک ز پورے سینگوں والا بینڈھا خریدوں اور پھر اسے عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کے میدان میں ذبح کر دوں "نافع کہتے ہیں کہ: "میں نے ایسا ہی کیا پھر وہ مذبح بینڈھا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں پہنچا دیا گیا۔ اور ابن عمر بیمار تھے حتیٰ کہ نہ وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ شریک نہ ہو سکے۔

۱۷۰۔ اگر کوئی شخص خود ذبح نہ کر سکے یا نہ کرنا چاہے تو کوئی بر

نہیں کسی دوسرے آدمی یا قصاب کے ذریعہ سے ذبح کرا لے تاہم ذبح کے وقت قربانی کے پاس موجود رہنا بہتر ہے تاکہ اس عبادت میں جو خود نیت کر کے کسی کے ذریعہ ادا کرائی جاسکتی ہے اگر اس میں اپنا براہ راست عمل نہیں ہے تو کم از کم قرب کے ذریعہ ذبح کے عمل کے ساتھ مشابہت پیدا کی جاسکے اور اگر کسی وجہ سے پاس موجود بھی نہ رہ سکے تو بھی کوئی نقصان نہیں، قربانی بر حال میں صحیح اور ادا ہو جائے گی۔

"اپنا جانور خود ذبح نہ کرتے ہوئے بھی ذبح کے وقت پاس کھڑے رہنا مستحب ہے:"

۱۷۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الاغلب سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قربانی اپنے دست مبارک سے ذبح کی تو حضرت سیدہ کو خاص طور پر بلا کر ذبح کے وقت پاس ٹنہرنے کا حکم دیا۔ جس سے عورتوں کے لئے بطور خاص اور مردوں کے لئے عموماً اپنی قربانی خود ذبح نہ کرنے کی صورت میں اس کے پاس موجود رہنے کا مستحب ہونا معلوم ہو گیا۔ چنانچہ دار نبوت کے بہت بڑے واقف حال اور اس موقع کے خاص اور مضبوط ترین گواہ کے طور پر سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ملاحظہ کریں۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَةَ: يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ: قَوْمِي فَأَشْهَدِي صَحِيَّتِكَ فَإِنَّهُ يُغْفَرُ لَكَ

بِأَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا مَغْفِرَةٌ لِكُلِّ ذَنْبٍ أَمَّا إِنَّهَا يُجَاءُ بِدَمِهَا وَلَحْمِهَا فَيُوضَعُ فِي مِيزَانِكَ وَسَبْعُونَ ضِعْفًا.

(اوکما قال) (بدائع الصنائع کتاب التضحیہ ج ۵، ص ۷۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے موقع پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا کہ: "اے فاطمہ محمد کی بیٹی! اٹھ اور اپنی قربانی کے ذبح ہونے کے وقت اس کے پاس موجود رہ۔ کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ چپکنے پر ہی ہر گناہ سے تیری بخشش ہو جائے گی اچھی طرح سن لو کہ قیامت کے دن اس قربانی کا خون اور گوشت لایا جائے گا اور اسے تیرے میزان میں رکھا جائے گا اور اس کا ستر گنا زیادہ ثواب دیا جائے گا۔"

دوسری روایت میں بھی یہ ارشاد ہے۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحَصِينِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا فَاطِمَةُ؟ قَوْمِي فَأَشْهَدِي صَحِيَّتِكَ فَإِنَّهُ يُغْفَرُ لَكَ بِأَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا. كُلُّ ذَنْبٍ عَمِلْتِيهِ. وَقَوْلِي: إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ. (رواه "الحاكم" وابن مردويه والبيهقي) بدائع الصنائع کتاب التضحیہ ج ۵، ص ۷۹ تفسیر القرطبی ج ۷، ص ۵۵، تفسیر فتح القدیر، للشوکانی ج ۲، ص ۱۷۶)

حضرت عمر ان ابن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار قربانی کے موقع پر اپنی چوتھی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ سے فرمایا کہ "اے فاطمہ! اٹھو اور (ذبح کے وقت) اپنی قربانی کے پاس موجود رہو، تو یقیناً اس کے خون کا جو پہلا قطرہ ٹپکے گا۔ اس کی برکت سے تم نے جو گناہ بھی کیا ہو گا؟ اس کی مکمل مغفرت ہو جائے گی اور جب جانور ذبح ہونے لگے تو قرآن کریم کی آیت کے یہ الفاظ کہ لو!۔" کہ: "بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے وقف ہے، جو جانوروں کے پروردگار ہیں ان کا کوئی سانجھی اور شریک نہیں ہے۔"

"عورت کا حلال جانوروں کو اور اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا بالکل جائز بلکہ بہتر اور افضل ہے۔"

۱۷۲۔ عورت اپنی قربانی کو خود ذبح کر سکتی ہے۔ کوئی مضائقہ نہیں بلکہ افضل و مستحب ہے۔ جاہل عوام کو جاہل واعظین نے یہ "دھمکا" بنا رکھا ہے کہ مرغ، بکری، وغیرہ کوئی جانور عورت سے ذبح نہیں کرانا چاہیے۔ معاذ اللہ عورت ناپاک اور اس کام کے لئے نااہل ہے، اس لئے عورت کا ذبح جائز نہیں "مگر دلیل پوچھو تو جواب میں یا شرمناک خموشی ہوگی، یا خرافات، حال آنکہ اگر کوئی بات قرین عقل و قیاس ہو سکتی تھی تو یہ کہ "چونکہ عورتیں فطری اور طبی کمزوری کی بناء پر اکثر ذبح وغیرہ کا کام نہیں کرتیں اور انہیں

مہارت نہیں ہوتی تو خیال ہوتا ہے کہ کہیں ذبح کے وقت ان کا ہاتھ صحیح نہ چلے یا حل جانے کی وجہ سے قربانی ناقص نہ ہو جائے اس لئے عام حالات میں آسان اور محتاط یہی سمجھا گیا کہ مرد خود ہی ذبح کر لیں، لیکن عموماً زانی اور کذب بیانی جن کا شیوہ ہو تو وہ صحیح بات کیسے سمجھیں اور بتائیں، اب اس دھمکے کے مقابلہ میں اصل مسئلہ اور اگراہم کا عمل ملاحظہ کیجئے۔

أَمَرَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بَنَاتِهِ أَنْ يَصْخِرْنَ بِأَيْدِيَهُنَّ (البخاری) باب من ذبح ضحية غيره (ج ۲، ص ۸۳۴ طبع دہلی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لہن داؤدی والے پیارے مؤذن صحابی حضرت ابو موسیٰ عبداللہ ابن قیس اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹیوں کو حکم فرمایا کہ "وہ اپنے ہاتھوں سے قربانیوں کو ذبح کیا کریں۔"

۱۷۳۔ معلوم ہوا کہ عورت کا ذبح کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ایک

جلیل القدر صحابی کے حکم کی روشنی میں عورتوں کے لئے سنت، منشاء رسول علیہ السلام کا آئینہ دار اور افضل و مستحب ہے۔ نیز اسی روایت کی روشنی میں کہ جب عورتیں تو کجا دین سے جہالت اور بے پناہ غفلت کے سبب سے مسلمان مرد تک اپنی قربانی کو ہاتھ لگانے سے بھی ڈرتے اور ہانگتے ہیں اور ان کی جگہ کوئی دوسرا ذبح کرتا ہو تو کپڑوں پر خون کے چھینٹے پڑنے کے خطرہ سے بچنے کے لئے کئی گز دور ہٹ کر جا کھڑے ہوتے ہیں، یہ جز قصاب کے ان کی قربانی کی مشکل حل نہیں ہو سکتی۔ حال آنکہ دنیا کے سراپا مصیبت و بلاکت جھنجھٹوں اور

جگڑوں کے وقت ہماری قوم کے ایسے بے شمار "خرضی" متناظر اور فیشن ایبل مستحق "کئی بے گناہ اور گناہ گاروں کے قتل کا نظارہ دیکھتے ہوئے کبھی نہیں گھبراتے اور بسا اوقات "پاکدامنی کے ایسے حامل لوگوں" کے کپڑے تو ان کے علم اور منشاء کے مطابق بلکہ کسی وقت خود ان کے ہاتھوں سے قتل ہونے والوں کے "خون" سے واغدار بلکہ گلزار بھی ہو جاتے ہیں تو وہاں ان کی جس احتیاط و نفاست اور "جذبہ رقت و رحم دلی" کو کبھی حرکت تک نہیں ہوتی، لیکن اللہ اور رسول کے لحاظ سے منقول و مصدقہ اور اہل دینی احکام پر عمل کا تصور آتے ہی ان کے پسینے چھوٹنے لگتے ہیں اور ان کی زبان و قلم سے دنیا بھر کے کفار و مرتدین کے اُگلے ہوئے شیطانی احتمالات و تصورات اور اعتراضات "کے گندے نالے" اُبل پڑتے ہیں، آراوی فکر و عمل "کے دہل و تلبیس آمیز عنوان کے ساتھ عورت کو یورپ امریکا اور روس والی "سراپا بغاوت مادر پدر آراوی" دے کر "خرم و حیا اور حفاظت عصمت و عفت کے قتل عام کا لائسنس" دینے اور دلوانے والے "رقیبانِ شریعت" اور "علیقانِ شیطان" جو دن رات "حقوقِ نسواں" کا خرضی رونا روتے ہوئے علماء، مفسرین و محدثین و فقہاء کی بلا واسطہ نیز تبع تابعین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بالواسطہ توبہیں و تکذیب کا خبیث مشغلہ جاری رکھ کر دنیا بھر کے کفار و مرتدین کو خوش اور اسلام کے خلاف ان کے دہائی محاذ کو مضبوط بناتے ہوئے جسم کی بیش از بیش آباد کاری کا فریضہ ادا کر رہے ہیں؟ اور اس پر ان کو زندگی کے کسی موڑ اور مرحلہ پر ایک منٹ کے لئے بھی اپنے انجام بد کے متعلق کوئی سوچ نہیں آتی اور ضمیر کی حقیقی آواز سن کر بھی ان کے ماتھے پر پسینہ ندامت کے چند قطرات تک نمودار نہیں ہوتے جب

ان کو شریعت کی طرف سے عورتوں کو مہامات سے لیکر فرائض تک میں عطاء کی ہوئی مراعات اور سپرد کئے ہوئے حقوق بتائے جائیں تو بلا تاخیر احکام کتاب و سنت کی "الہامی پابندیوں" کے تصور سے ان کو جو نفاق آمیز وحشت و نفرت ہے اس کے زیر اثر بلا تاخیر و توقف سارا وین "ذقیا نوسیتہ" اور "ملائیتہ" کے "ابلیس ساختہ الفاظ و اصطلاحات کا نمونہ" بنا ہوا معلوم ہونے لگتا ہے۔ تو ایسے لوگوں کے لئے نصیحت و غیرت کی غرض سے مذکورہ بالا مسائل کا بیان اور ان کی تبلیغ و ترویج وقت کا ایک اہم ترین موضوع ہے۔ اور معاشرہ کے نصف حصہ یعنی عورتوں کی صحیح تعلیم و تربیت کے لئے ایک ناقابل تردید دائمی دینی و قومی ضرورت کا درجہ رکھتی ہے اور عورتوں کے لئے ان مسائل پر عمل اس لئے بھی انتہائی ضروری ہے کہ بسا اوقات جنگی دیہاتی علاقہ میں ہی نہیں بلکہ شہری زندگی میں بھی یہ صورت پیش آ جاتی ہے کہ کسی گھر میں مرغی، بکری اور گائے بھینس جیسا کوئی نہ کوئی جانور موجود رہتا ہے اور اچانک بیمار ہو کر یا کسی حادثہ کا شکار ہو کر موت کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اب اگر کسی وقت ماحول میں قصاب یا ذبح کرنے والا کوئی شخص موجود بھی ہو لیکن گھر میں عورتوں کے سوا کوئی ایسا مرد موجود نہیں ہوتا جو اس جانور کے گلے پر بسم اللہ، اللہ اکبر کہ کر جلدی سے چھری پھیر دے تاکہ وہ حرام موت مرنے سے بچ جائے اور اس کا گوشت و پوست کسی نہ کسی حد تک کارآمد ہو جائے تو اس وقت گھر میں اگر مرغی بکری کا ذبح سیکھی ہوئی ایک عورت بھی موجود ہوگی تو وہ محلہ کے قصاب یا اپنے گھر کے کسی مرد کا انتظار کئے بغیر یہ شرعی اور اخلاقی فریضہ انجام دے کر مردوں کے لئے عموماً اور عورتوں کے لئے خصوصاً ایک بہترین اور قابل تقلید مثال قائم

کر دے گی اور اگر وہ جملہ کی غلط تلقین اور گھمروالوں کی غفلت و جہالت اور اپنی فطری کمزوری اور دائمی غفلت کا شکار بن کر اس کام سے بے پرواہ اور جاہل رہ گئی تو ظاہر اور یقینی ہے کہ ایسے بنگای موقع پر، یا گھر میں اپنے لئے، یا مہمان وغیرہ کے لئے مرغی کیا ایک، شیر، تک ذبح کرنے سے قاصر و عاجز رہے گی اور مرتے ہوئے حلال جانور کی جان کو شریعت کے مطابق آسانی سے ٹکٹے اور اس کے گوشت و پوست کو حلال اور کارآمد رکھنے سے محروم رہ جائے گی۔ اور یہ کیفیت بڑی افسوس ناک ہے اور سب مردوں کے لئے اسلامی نقطہ نظر سے بڑی شرمناک اور عبرت انگیز ہے۔ لہذا عورتوں کو جانور ذبح کرنے کی مشق کرا کر اس کا مداوی کرتے رہنا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں محدث نعت کے طور پر اپنے گھر کا کچھ حال اور معاملہ بتاتا ہوں کہ بچپن کے دور مدہوشی سے لے کر دور حکومت کے آغاز تک میں نے اپنی سراپا صلح عمل مخدومہ اماں جی مدظلہا کو بار بار دیکھا کہ امرتسر کی رہائش کے وقت جب گھر میں حضرت امیر شریعت یا ماموں جان سید عبدالحمید بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں سے کوئی موجود نہیں ہوتا تھا اور گھر کے آس پاس بھی کوئی صحیح ذابح نظر نہیں آتا تھا تو وہ کبھی شیر یا کبوتر اور اکثر مرغ کو بدست خود ذبح کر کے کام چلا لیتی رہیں۔ اور تقسیم کے بعد ملتان میں آکر بھی جب حضرت امیر شریعت اور راقم دونوں گھر میں موجود نہیں ہوتے تھے تو اکثر اماں جی اور ہمیشہ عزیزہ سیدہ ام کفیل سلمہ اللہ ذبح کر لیتی تھیں۔ ورنہ اکثر حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ خود ذبح کر لیا کرتے تھے۔ بلکہ قربانی کے جانور اکثر و بیشتر سنت کے مطابق حضرت اور راقم خود اپنے ہاتھوں سے ذبح کر کے دل خوش اور ایمان تازہ کیا کرتے تھے۔ ہمارے علاوہ میرے خاندان

میں سیری حقیقی اور اکلوتی خالہ صاحبہ جن کا کئی سال کی علالت کے بعد پچھلے برس آبائی گاؤں موضع ناگڑیاں ضلع گجرات میں انتقال ہو گیا وہ اور نانی صاحبہ مرحومہ اکٹھی رہتی تھیں تو بہ وقت ضرورت مرغی اور بکری وغیرہ ذبح کرنے کا بلکہ گوشت بنانے کا سارا کام بھی وہ خود انجام دیا کرتی تھیں۔ ایک بار ضلع گجرات سے ملتان میں ملنے کے لئے تشریف لائیں اور جانور پالنے اور عید کے موقع پر ذبح کرنے کا ذکر کیا تو بتایا کہ: "اس بار میرے پاس اپنی پالی ہوئی گائے کی بچیا تھی تو میں نے بحمد اللہ اس کی قربانی دے دی"۔ اس پر میں نے سوال کیا کہ: "بچیا آپ نے کس سے ذبح کرائی؟" تو فرمانے لگیں: "کسی سے کیا ذبح کرائی تھی۔ وہاں گاؤں میں قصاب کی کوئی دکان تو ہے ہی نہیں۔ اور جو آدمی کبھی جانور ذبح کرتا ہے اس کو تلاش کرنا بھی مشکل تھا اس لئے میں نے خود بہت کی اور اسے بچھاڑ کر ذبح کر دیا۔ جو دو، تین عورتیں یا قرآن شریف پڑھنے والی لڑکیاں، وہاں گھر پر موجود تھیں۔ اور وہاں کی جفاکش عورتیں ذبح سے پہلے وہ بھی پریشان ہو کر پوچھ رہی تھیں کہ: "بی بی جی اسے آپ خود ذبح کریں گی! تو میں نے ان سے کہا کہ: "یہ بھی کوئی مشکل کام ہے جو میں نہیں کر سکتی۔ تم میرا ساتھ دو میں ابھی تمہارے سامنے خود ہی سارا کام منشا دوں گی۔ چنانچہ میں نے ان کے دیکھتے دیکھتے بچھیا ذبح کی اور ان عورتوں کو ساتھ لگا کر گوشت بنا کر تقسیم بھی کر دیا۔" تو میں نے جواباً بڑی تحسین اور تائید کرتے ہوئے عرض کیا کہ: "ماسی جی آپ نے یہ کام کر کے دل خوش کر دیا ہے، کیونکہ شریعت میں اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ ہر آدمی اپنی قربانی خود ذبح کرے لیکن ہمارے زمانہ میں لاکھوں مسلمان مرد اس کو مصیبت سمجھ کر چھوڑ بیٹھے ہیں تو بچاری عورتیں

اس کو کیسے نہائیں۔؟ اور آپ کا یہ کام تو نہ صرف ہمارے خاندان بلکہ پورے گھاؤں اور سارے متعلقین کے لئے ایک بہترین اور قابل تقلید عمل ہے۔" تو فرمایا: "حافظ جی! میں بے بے جی (ہماری مخدومہ نانی صاحبہ) کی وفات کے بعد یوں بھی گھر میں اکیلی ہوتی ہوں اور بچوں اور عورتوں کے سوئی میرا ہاتھ بٹانے والا کوئی نہیں ہے؟ اس لئے سب کام خود ہی کرتی رہتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ بسمت دے دیتے ہیں اور وقت گزر جاتا ہے۔" اور واقعہ ان کے بعد اب اس طرح عام ذبح یا قربانی کرنے والی کوئی عورت ہمارے خاندان میں بھی باقی نہیں رہی رحمہ اللہ علیہا۔ تو آج یورپی فرنگی، برطانوی امریکی اور روسی باہلیت کے اس پر فتن اور خطرناک دور میں عورتوں کو خاص طور سے کہ کر عام حلال جانوروں کے ذبح اور ذبح قربانی کی مشق کرانا اور بھی ضروری اور لازم و واجب معلوم ہوتا ہے تاکہ عورت کے متعلق ایک غلط خیال اور ڈھکوسلا جو جملہ میں عقیدہ کی حد تک پھیلا ہوا ہے اور مشہور ہے۔ اس کی عملی تردید اور شریعت کی اصلی اجازت اور اس کے حقیقی منشاء کی عملی تبلیغ ہوتی رہے۔ اگر قصاب یا کسی اور آدمی سے ہی ذبح کرانا ہو تو اس کے لئے کوشش کر کے صحیح العقیدہ موجد سنی اور نیک شخص کو تلاش کرنا چاہیے "کافر"، "مشرک"، "مرتد"، "مرزائی"، "یہودی"، عیسائی، سہائی، رافضی، تبرائی، پرویزی، منکر حدیث، ملحد دھرمی، کمیونسٹ، و قبر پرست بدعتی، اور مہمات النبی کے توہین آمیز عنوان کے ساتھ امت میں فتنہ برپا کرنے والے گستاخ رسول کا ہاتھ ہرگز نہ لگوائیں۔ ورنہ نیکی برباد اور گناہ لازم ہوگا۔ کیونکہ ذبح اور قصاب کا "مسلم" ہونا شرط ہے لہذا اس بارہ میں سخت احتیاط کرنا چاہیے۔

"ذبح سے پہلے چھری تیز کر لینی چاہیے۔"

۱۷۴۔ ہر ذی روح۔ خواہ وہ طبعی موت مرتے؟ یا حادثہ شکار ہو کر؟ یا اس کو بلا مقصد اور بلا جواز قتل کیا جائے، یا انسانی ضرورت اور شرعی اجازت کے ساتھ اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے سب سے زیادہ آسان، بہتر اور کم سے کم اذیت اور تکلیف والے طریقہ سے ذبح کیا جائے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جسم و جان میں پیدا کئے ہوئے فطری اور طبعی تعلق کے ٹوٹنے سے لازماً اور بہر حال سخت تکلیف ہوتی ہے اور انسان کی بنیادی غذائی ضروریات کے لئے ہر روز اور ہر وقت حلال جانوروں کو بغیر ذبح کئے ہوئے کوئی چارہ کار نہیں۔ وہیں نوع بشر کی اعتقادی و فکری اور اخلاقی و عملی تعلیم و تربیت اور اصلاح کے لئے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے ذریعہ الہامی تعلیمات اور ان کے معلمین کا ازلی و ابدی انتظام بھی فرما دیا تھا۔ چنانچہ آغاز کائنات سے لیکر "شرع عیسوی" کے خاتمہ تک ہر دور کے انسانوں کی پوری زندگی کی رہنمائی اور اصلاح کے لئے احکام و ہدایات نازل کئے جاتے رہے اور عملی تربیت کے لئے انبیاء علیہم السلام کے اخلاقی و اعمال کو ہمیشہ اسوہ و نمونہ بنا کر ہر امت پر ظاہری و باطنی لحاظ سے مکمل طور پر اتمام حجت کیا جاتا رہا اور ظاہر ہے کہ جب پوری دنیا کی دائمی رہنمائی کے لئے کائنات کے سب سے بڑے اور سب سے آخری قائد اعظم، خاتم النبیین و المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا گیا تو ہمیشہ کے لئے ایک کامل و اکمل دین، جامع نظام حیات اور منشور کی ضرورت بھی یہ طریق احسن و اکمل پوری کر دی گئی، چنانچہ عبد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آغاز سے

لیکر مستقبل میں قیامت تک آنے والی نسل انسانی کو قرآن کریم و حدیث مبارک اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کی صورت میں زندگی کے ہر شعبہ اور گوشہ کے لئے مکمل ہدایت و رہنمائی فرمادی گئی اور انسانی آخری حد تک جامع و مانع، مربوط، مضبوط، مدلل و مفصل، واضح و معین اور قطعی و یقینی دستور و قانون مہیا کر کے اس کی موجودہ اور ممکنہ و متوقع تمام مشکلات کا بہترین اور سکون و اطمینان بخش حل پیش کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ شعبہ عبادات میں عام ذبیحہ اور ذوالحجہ میں قربانی کے خاص ذبح کے متعلق نبی علیہ السلام کے قول و عمل سے ماخوذ و مستفاد اور معقول طریقہ کو ایک قانونی شکل کے ساتھ ازواج و اصحاب رسول علیہم السلام کے ذریعہ امت کو بتا دیا گیا ہے۔ مفید طریقہ آج تک کوئی داعی منسب اور کوئی قوم نہ بنا سکے نہ بتا سکے اور نہ تجربہ و مشاہدہ میں ثابت کر سکے۔ ذبح جانور کے سلسلہ میں ابتدائی ہدایت کے طور پر نبی علیہ السلام کا حسب ذیل ارشاد ملاحظہ کریں۔

عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: "إِثْنَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَأِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ. وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ. وَلْيُحَدِّثْ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ"۔ (صحیح مسلم" باب الامر باحسان الذبح

والقتل و تحديد الشفرة ج ۲. ص ۱۵۲)

حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: "میں نے دو خاص دینی باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کی ہوئی ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: "بلا شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز اچھے انداز سے تصرف کرنے کا حکم لکھ دیا ہوا ہے۔ اس لئے جب تم کسی (دشمن دین کو با واجب القصاص شخص) کو قتل کرو، تو اس کا قتل بھی (بار بار اور مسلسل اذیت پہنچانے کی جگہ فوری اور یکبارگی طور پر) اچھی طرح انجام دو۔ اور جب تم کسی حلال جانور کو ذبح کرو تو اس کے ذبح کو بھی ایسے ہی اچھی طرح انجام دو، اور تم میں سے کوئی آدمی بھی ذبح کرنے لگے تو ضروری ہے کہ وہ اپنی چھری کو تیز کر لیا کرے (تاکہ واجب القتل انسان یا مذبوح جانور کسی کو بھی بلا جواز اور بلا ضرورت اذیت اور تکلیف نہ پہنچے)۔"

نبی علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی سے نہ صرف جانوروں بلکہ عام معاشرتی ضرورت کے تحت قصاص میں قتل کئے جانے والے اور دین کی اجتماعی اور قومی ضرورت کے مطابق میدان جنگ میں لگے جانے والے کفار اور بغاوت کے بعد قابو آ جانے والے سرکش انسانوں کی جان لینے کے لئے بھی بہترین ہدایت فرمائی گئی ہے۔ علماء حدیث نے لکھا ہے کہ "یہ ارشاد نبوی اسلام کے قواعد و ضوابط اور احکام کے سلسلہ میں جامع ترین حدیث رسول علیہ السلام ہے۔"

اس کے بعد ایک اور حدیث شریف ملاحظہ کریں جس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیان کردہ منابطہ پر خاص حکم دیکر اس کے ذریعے سے یہ طور خاص عمل کرایا تھا۔

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ. رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَافِي سَوَادٍ وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ فَأَتَتْ بِهِ لِيُصْحِيَ بِهِ قَالَ لِعَائِشَةَ: هَلِمِي الْمُدِيَّةَ، ثُمَّ قَالَ: أَشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ فَقَعَلْتُ ثُمَّ أَخَذَ هَاوًا أَخَذَ الْكَبْشَ فَأَصْبَعَهُ ثُمَّ ذَبَحَهُ ثُمَّ قَالَ: بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ" ثُمَّ صَحِّي بِهِ.

(صحیح مسلم، کتاب الاضاحی ج ۲، ص ۱۵۶)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بڑی بیٹی سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے نبی علیہ السلام کی سوتیلی بہنوپی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے جلیل القدر مومن فرزند حواری رسول سیدنا زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ کے فرزند اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کے بہانجے مشہور جلیل القدر عالم و فقیہ تابعی حضرت عروہ ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ سیدہ عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ: "اُمّ المؤمنین نے بیان کیا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عید الاضحیٰ کے موقع پر) "ایک بڑے سیگل والے بکرا کو ذبح کیا، جس کے چاروں پاؤں سیاہ ہوں اور جس کی آنکھوں کا ماحول بھی سیاہ ہو۔" چنانچہ ایسا بکرا خرید کر لایا گیا تاکہ اسے قربان کیا جاسکے، پھر آپ نے سیدہ عائشہ کو فرمایا کہ "چھری لاؤ" پھر فرمایا کہ: "میں نے تعمیل حکم میں چھری تیز کر کے آپ کو دی تو آپ نے

چھری ہاتھ میں پکڑ لی اور سینڈھے کو پکڑ کر زمین پر پھینک دیا اور پھر اسے ذبح کرنے لگے تو یہ فرمایا: "میں اللہ کے نام سے ذبح کر رہا ہوں۔ اے اللہ! یہ سینڈھا محمد اور محمد کے بیوی بچوں اور خاندان والوں کی طرف سے قبول فرمائیے۔" پھر آپ نے اسے قربان کر دیا۔"

اس حدیث مبارک کی روشنی میں تمام مسلمانوں کو اپنی قربانی خود ذبح کرنی چاہیئے اور اس کے لئے حکم و عمل رسول علیہ السلام کے مطابق ذبح سے پہلے چھری کو خوب اچھی طرح تیز کر لینا چاہیئے تاکہ جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔

ایک شبہ کا ازالہ اور ضروری تشریح:

۱۷۵۔ اونٹ کی قربانی میں شریک ہو سکنے والوں کی اصل تعداد تو سات ہی ہے لیکن چونکہ ایک حدیث میں دس افراد کی شرکت کا بھی ذکر ہے اس لئے عوام اور بعض خواص کو بھی مغالطہ اور پریشانی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ لہذا اس کی ضروری تشریح ملاحظہ کر لیں۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل روایت پیش کی جاتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَصَرَ الْأَضْحَى. فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقَرَةِ سَبْعَةً وَفِي الْبَعِيرِ عَشْرَةً. (رواه الترمذی والنسائی و ابن ماجہ وقال الترمذی: هذا حديث حسن غريب" الترمذی، کتاب الاضاحی ص

۲۳۶. شافعی مشکوٰۃ المصابیح. ج ۱. ص ۱۲۰ طبع دہلی
حضرت عبداللہ ابن عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے
انہوں نے فرمایا کہ: ”ہم صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر
میں تھے کہ عید الاضحیٰ آگئی تو ہم لوگ گائے میں سات سات اور اونٹ میں دس
دس آدمی شریک ہو گئے تھے۔“

اس حدیث شریف میں بھی گائے کے اندر تو سات آدمیوں کے ہی
شریک ہونے کا ذکر ہے صرف اونٹ میں دس کی شرکت بتائی گئی ہے مزید یہ
کہ اس میں صرف حضرت ابن عباس اور ان کے کئی صحابہ کا مجمل سا عمل مذکور
ہے۔ خود نبی علیہ السلام کا کوئی اعلان اور حکم یا مصدقہ عمل منقول نہیں جس
سے یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع شروع سے آخر تک نبی علیہ السلام اور
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی مسلسل یہی عمل جاری رہا تھا۔ لیکن حقیقت اس
کے خلاف ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں ایک مستقل اور صحیح قولی حدیث مبارک
منقول ہے ملاحظہ کریں۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْجَزُورُ
عَنْ سَبْعَةٍ" رواه "مسلم" و ابوداؤد" واللفظ له (ابوداؤد) کتاب
الاضحیٰ ج ۲ ص ۳۸۸

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: تحقیق
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ: ”گائے سات آدمیوں کی طرف سے
کافی ہے اور اونٹ بھی سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔“

اولاً: یہ کہ اس حدیث مبارک نے گائے اور اونٹ میں شریک ہونے والوں کی وہ
تعداد واضح اور معین کر دی ہے جس پر اُنت کی اکثریت کا اتفاق ہے۔ اور امام
اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث پہلی حدیث کے لئے ناسخ ہے
لہذا اگر پہلے کسی وقت اونٹ میں دس آدمی کی شرکت جائز بھی تھی تو اب اس
حدیث کے بعد کہ جس میں نبی علیہ السلام نے سابق عمل کے خلاف باطل واضح
اور معین انداز کے ساتھ دونوں جانوروں میں سات سات افراد کی شرکت
کا اعلان فرما دیا ہے۔ اونٹ میں دس آدمی کی شرکت والا حکم منسوخ اور کالعدم ہو
گیا ہے۔

ثانیاً: یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث میں اونٹ کے اندر
دس آدمیوں کی شرکت کا صرف ذکر کیا گیا ہے نبی علیہ السلام کی طرف سے اس
کی پابندی کا کوئی صریح و واضح اور معین حکم مذکور و منقول نہیں ہے صرف
صحابہ کا عمل بیان کیا گیا ہے! جس سے خیال ہوتا ہے کہ ان سب حضرات نے
بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ سن کر یاد رکھ کر ہی اونٹ میں دس آدمیوں کی
شرکت پر عمل کیا ہو گا؟ اور ظاہر ہے کہ مجمل امر کے مقابلہ میں اعلان نما
مفصل حکم کو ترجیح حاصل ہوگی۔ لہذا سمجھا جائے گا کہ حضرت ابن عباس رضی
اللہ عنہ کو اونٹ میں دس آدمیوں کی شرکت معین ہونے کے سلسلہ میں نبی علیہ
السلام کا کوئی واضح اعلان اور حکم نہیں مل سکا اور ان کے سمیت چند صحابہ نے
اندازہ کے طور پر اونٹ میں دس آدمیوں کے شریک ہونے کا عمل اختیار کر لیا
ہو گا اور ایسا ہونا ممکن ہے۔

مثلاً: یہ کہ بڑے جانور میں سات آدمیوں کی شرکت پر توأنت کا اتفاق ہے، صرف اونٹ میں تین زائد یعنی دس افراد کی تعداد ہونے میں کچھ اختلاف ہے اور ظاہر ہے کہ "متفق علیہ" امر کو اختیار کرنا محفوظ و بے خطر عمل ہے اور اختلافی امر کو اختیار کرنا غیر محتاط اور محذوف عمل ہے لہذا احتیاط و حفاظت کے نقطہ نظر سے گائے کی طرح اونٹ میں بھی تقریباً اجماعی اور متفق علیہ مسلک کے مطابق سات افراد کی شرکت کے فتویٰ اور فیصلہ پر ہی عمل کیا جائے گا۔ تاکہ ذہنی غلطی اور عملی انتشار سے بچا جاسکے۔

قربانی کی نیت:

۱۷۶- نماز کی طرح ذبح کے وقت بھی "نیت" اور "دعاء" کے الفاظ زبان سے پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر دل میں اپنی طرف سے قربانی کا خیال کر کے صرف بسم اللہ واللہ اکبر کہ کر چھری پھیر دی تو قربانی بالکل جائز اور صحیح ہوگی۔ لیکن نیت اور دعاء یاد ہو تو پھر پڑھ لینا بہتر ہے، ذبح کے وقت جانور کو زمین پر اس طرح پچھاڑیں اور لٹائیں کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف، سر دائیں طرف رہے اور پاؤں بائیں جانب رہیں۔ اور اپنا گھٹنا یا پاؤں اس کے بائیں شانہ پر رکھ کر یہ طور نیت یہ کلمات پڑھیں۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا ۖ مَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ط إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا

شَرِيكَ لَهُ وَيَذَلِكْ أَمَرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ.
اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ پھر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

بے شک میں نے اپنا منہ موڑ لیا ہے اس مالک کی طرف جس نے آکاثر اور دھرتی بنائے۔ سب سے بڑا کر اور نہیں ہوں میں سا بھی بنانے والوں میں سے! بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہے جو پالندہ ہے سب جہانوں کا۔ اس کا کوئی سا بھی نہیں اور یہی مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے حکم ماننے والوں میں ہوں۔!
"اے اللہ! یہ قربانی آپ ہی کی طرف سے عطاء ہوئی اور آپ ہی کے لئے اداء ہو رہی ہے۔"

"میں اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔!"
کہ کر جانور کے گلے میں مقررہ جگہ پر ہاتھ مضبوط رکھ کر خوب تیز کی ہوئی چھری پھرتی سے چلا دیں جس سے زرخرا اور دائیں بائیں کی شانہ رگ پوری کٹ جائیں۔ اس سے قربانی مکمل ہو جائے گی۔ جب ذبح ہو جائے تو پھر یہ دعاء پڑھیں
اَللّٰهُمَّ! تَقَبَّلْهُ مِنِّي!

"اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے پسند اور منظور کر لیجئے۔"

اور اگر اپنے سوئی کسی اور کی طرف سے یہ طور اداء فرض و واجب یا بہ غرض ثواب نقل قربانی دینا ہو تو پھر "منی" کی جگہ "من" کے حرف کے بعد اس شخص کا نام لے دیں۔ اور پھر آگے یہ کلمات کہیں

كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيبِكَ مُحَمَّدٍ وَ خَلِيلِكَ اِبْرَاهِيمَ

عَلَيْهِمَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

یہی کہ آپ نے اپنے پیارے حضرت محمد اور اپنے خاص دوست حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام سے قربانی، پسند اور منظور فرمائی۔

"چرم قربانی اور قیمت چرم قربانی کا مصروف:"

۱۷۷۔ جانور جب ٹھنڈا ہو جائے تب کھال اتاریں، کھال اتار کر

قصاب وغیرہ کو مزدوری میں دینا جائز نہیں۔ لہذا یا تو کھال ہی خیرات کر دیں یا بیچ کر اس کی جو قیمت ملے اس رقم کو بغیر بدلے یا خرچ کے بعینہ وہی رقم زکوٰۃ و صدقہ کے مستحق فقراء و مساکین کو دے دیں۔ اگر کھال کے پیسے بدل کر دیئے تو بری بات ہے، مگر صدقہ ادا ہو جائے گا تاہم احتیاط کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جرم قربانی کی رقم اگرچہ زکوٰۃ نہیں لیکن نذر کی حیثیت سے وہ بھی معین ہو کر صدقات واجبہ میں شامل اور زکوٰۃ کے حکم میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور معلوم ہے کہ صدقات واجبہ کی رقم رقم زکوٰۃ کے حکم میں آجاتی ہیں۔ اور انہیں اصل مال سے الگ کرنے کے بعد بعینہ خرچ کرنا ضروری ہے، بدنامی صحیح نہیں اس لئے مسد کا پورا لحاظ کرنا چاہیئے۔!

۱۷۸۔ جن لوگوں کو زکوٰۃ نہیں لگتی، ان کو کھال کی قیمت بھی

نہیں دینی چاہیئے۔ کیونکہ کھال یا اس کی قیمت حکم زکوٰۃ میں ہے۔ لہذا مستحقین زکوٰۃ ہی کو دینا واجب ہے خصوصاً اپنے نادار عزیز و اقارب، اور مدارس عربیہ کے غریب طلباء اور ذکر و فکر کرنے والے خائفانہ نشین کے سچے فقراء اور درویش سب

سے زائد مستحق ہیں۔

"صدقات واجبہ کے مصارف:"

۱۷۹۔ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةٌ

مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (اس. النبیۃ آیت ۶۰، ۶۱، ۶۲)۔
"بے شک تمام صدقات ایک دو وقت کی روزی والوں کے لئے اور بالکل خالی ہاتھ عاجز لوگوں کے لئے اور بیت المال کے کارندوں اور تحصیل کرنے والوں کے لئے اور جن کے دل جوڑے اور پرچائے جا رہے ہوں ان نو مسلموں کے لئے اور جہاد کے دوران میں قابو آنے والے مرد و زن جنگی قیدیوں اور عام لونڈیوں غلاموں کے لئے اور قرض سے زیر بار لوگوں کے لئے اور آئندہ جہاد بے سر و سامان غازیوں کے لئے اور محتاج ہو جانے والے مسافروں کے لئے ہیں۔ مقرر و فرض حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ ہر چیز کا علم اور حکمت رکھنے والا ہے۔"

۱۸۰۔ صدقات واجبہ میں سے صدقۃ الفطر "زکوٰۃ، عشر، قیمت

چرم مہائے اور نذر کی نقد رقم، یا نقد، یا کپڑے اور کتب و رسائل کی طرح صدقۃ الفطر کے مستحق بھی وہی لوگ ہیں جن کا ذکر قرآن کریم اور حدیث مبارک میں واضح طور پر موجود ہے یعنی ایک دو وقت کے روٹی کے سامان والے فقراء، بالکل خالی ہاتھ اور عاجز مساکین اسلامی حکومت کے بیت المال کے کارندے اور

تھیں۔ دار، وہ زیر تبلیغ لوگ جن کے اسلام لانے کی غالب امید ہو یا وہ اسلام تو لا چکے ہوں لیکن ابھی دین میں کمزور ہوں، اسلامی جہاد میں قابو آنے والے مرد و زن، جنگی قیدی اور لونڈی غلام، مقروض، آلودہ جہادگر بے سروسامان غازی اور مسافر وغیرہ شامل ہیں۔

مگر سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کی توجہ و تحقیق پر صحابہ کے اجماع کے تحت اس مد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد منسوخ قرار دے دیا جانے کے باعث امت کے اکثر مجتہدین و فقہاء کے نزدیک یہ مد باقی نہیں رہی۔

۱۸۱ - ایک آدمی کا صدقہ ایک محتاج کو دینا یا کئی فقراء میں بانٹنا یا کئی

اشخاص کا صدقہ ایک ہی فقیر و محتاج اور مستحق کو دے دینا ہر طرح جائز ہے۔

وَجَازَ دَفْعُ كُلِّ شَخْصٍ فِطْرَتَهُ إِلَى مَسْكِينٍ
أَوْ مَسَاكِينَ عَلَى الْمَذْهَبِ كَمَا جَازَ دَفْعُ صَدَقَةٍ

جَمَاعَةٍ إِلَى مَسْكِينٍ وَاحِدٍ. ("شرح التنویر" ص ۱۲۵ ج ۲)

اور ایک شخص کی طرف سے ایک مسکین (مستحق) یا بہت سے مساکین کو صحیح حنفی مذہب و مسلک کے مطابق صدقۃ الفطر دینا جائز ہے جیسا کہ ایک پورے خاندان اور گروہ کا ایک ہی مسکین کو سارا صدقۃ الفطر دے دینا جائز ہے۔

"رشتہ داروں میں آپاؤ اجداد اور اولاد احفاد (پوتوں نواسوں) کو اور میاں بیوی ایک دوسرے کو صدقہ و زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔"

۱۸۲. وَلَا يَدْفَعُ الْمُرْكَبِيُّ زَكَاةَ مَالِهِ إِلَى أَبِيهِ

وَجَدِّهِ وَإِنْ عَلَا وَلَا إِلَى وَلَدِهِ وَوَلَدِ وَلَدِهِ وَإِنْ سَفَلَ
وَلَا إِلَى امْرَأَتِهِ وَلَا تَدْفَعُ الْمَرْأَةُ إِلَى زَوْجِهَا.

("شرح البدایہ" ج ۲ ص ۸۸)

زکوٰۃ اداء کرنے والا۔ اپنے باپ اور دادا اور (اگر فرض کر لیں کہ اوپر بھی کسی داد سے زندہ ہیں تو) تمام اوپر کے اجداد کو زکوٰۃ نہ دے اور نہ ہی اپنے بیٹے اور پوتے کو اور اگر فرض کر لیں کہ بچے کے کئی پوتے دادا پردادا کے سامنے موجود ہیں تو بچے پوتوں کی تمام اولاد کو بھی زکوٰۃ نہ دے اور نہ اپنی بیوی کو زکوٰۃ دے اور نہ بیوی اپنے خاوند کو زکوٰۃ دے۔!

۱۸۳ - یعنی رشتہ داروں میں حقیقی دادا، دادی، ماں، باپ، بیٹا،

بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، اور نواسی میں سے کسی کو صدقہ زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔!

۱۸۴ - اس کے علاوہ اپنے دیگر محتاج و مسکین عزیز و اقارب میں سے

سوتیلے دادا، دادی، سوتیلی ماں اور سوتیلے باپ، حقیقی چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ، حقیقی بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی اور اپنے سرس، ساس، سالی اور سالی سب کو زکوٰۃ و عشر کی طرح صدقۃ الفطر دینا جائز ہے۔ کیونکہ احکام کتاب و سنت کے مطابق "ذمی القربی" ہونے کی بناء پر یہ لوگ سب دوسروں سے زیادہ مستحق ہیں۔!

وَقَيَّدَ بِالْأَوْلَادِ لِحَوَازِهِ لِبَقِيَّةِ الْأَقَارِبِ كَالْأَخَوَاتِ

وَالْأَعْمَامِ وَالْأَحْوَالِ الْفُقَرَاءِ بَلْ هُمْ أَوْلَىٰ لِأَنَّهُ صَلَٰةٌ
وَصَدَقَتُهُ. (رد المحتار) (الشامی) ج ۲، ص ۱۰۱)

اور (مصنف در مختار) نے (زکوٰۃ) اولاد کو نہ دینے کی قید اس لئے لگائی ہے کہ ان کے سوا محتاج بھائیوں، چچوں، مائیں جیسے تمام رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ بل کہ یہ لوگ اس کے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ یہ زکوٰۃ ان کے لئے بیک وقت خاندانی قرب کی بھمدادی اور صدقہ و خیرات کی مشترکہ حیثیت رکھتی ہے۔

”سادات قریش و بنی ہاشم کی پانچ شاخوں کو صدقہ
اور قیمتِ چرمِ قربانی دینا جائز نہیں“:

۱۵۸۔ پورے قبیلہ قریش اور اس کی سب سے زیادہ معزز و محترم

شاخ بنو ہاشم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب اور خاندانی تعلق اور رشتہ مندی کی وجہ سے اُمت کے مقابلہ میں کئی خصوصیات اور مراعات نصیب ہوئی ہیں۔ جن میں سے ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ قریش اور بنی ہاشم کی پانچ شاخوں پر صدقات واجبہ حرام کر دیئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں اصولی رہنمائی کے لئے حسب ذیل حدیث مبارک ملاحظہ کریں۔

عَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
قَالَ: إِذَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ

هَذِهِ الصَّدَقَاتِ؟ إِنَّمَا هِيَ أَوْ سَاخُ النَّاسِ لَا تَحِلُّ
لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِأَلِ مُحَمَّدٍ. (رواہ مسلم کتاب "حنفی
مشکوٰۃ۔ زجاجہ المصابیح۔ ج ۱، ص ۵۱۲۔ شافعی مشکوٰۃ
المصابیح" ج ۱، ص ۱۶۱۔ طبع دہلی)

حضرت عبدالمطلب ابن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: یقیناً یہ (واجبہ اور نفیہ) صدقات یہ تو لوگوں کے (اموال) کی میل کجیل کے سوئی کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے اور بلاشبہ یہ صدقات نہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے حلال ہیں اور نہ آل محمد کے لئے حلال ہیں۔“

اس شرعی بنیاد اور دلیل کی وجہ سے اور بعض دوسری امادیت میں بھی نبی علیہ السلام کی طرف سے متبوعہ مکمل و مناحت اور تفصیل کے مطابق ”قریش اور بنی ہاشم کے چند خاص گھرانے آپ کے ارشاد کا مصداق ہونے کی وجہ سے ”آل محمد“ میں شامل ہیں اور ان پر صدقات حرام ہیں۔ چنانچہ نبی علیہ السلام کی حیات طیبہ میں ہی صحابہ کرام نے ان خاندانوں کو اموال صدقہ دینے بند کر دیئے تھے۔ تو نبی علیہ السلام کا اعلان و عمل اور صحابہ کا معمول دیکھ کر اور سمجھ کر اس دور کی اُمت کو خلافت اسلامیہ کی آخری حدود تک ”آل محمد“ کے لئے صدقات کی حرمت دائمہ کے مسئلہ کا بخوبی علم ہو گیا تھا اور ہر جگہ اسی کی تعلیم و تبلیغ شروع تھی اور تقسیم اموال میں اسی کے مطابق عمل درآمد جاری تھا حتیٰ کہ اسلامی قانون کی باقاعدہ تدوین و ترتیب کے وقت محدثین، ائمہ مجتہدین اور فقہاء اسلام نے متعلقہ امادیت کے مضمون مطابق اس مسئلہ کو ایک مستقل

ضابطہ شرعی کی حیثیت سے کتب حدیث و فقہ اور فتاویٰ میں درج اور شامل کر دیا تھا چنانچہ کتب فقہ میں لکھا ہے:

وَلَا تُدْفَعُ إِلَى بَنِي هَاشِمٍ وَهُمْ آلُ عَلِيٍّ وَالْعبَّاسِ
وَالْجَعْفَرِ وَالْعَقِيلِ وَالْأَحَارِثِ وَمَوَالِيهِمْ.
(شرح البدایہ ج ۲ ص ۱۸۸)

اور (صدقۃ الفطر) سمیت یہ تمام صدقات بنی ہاشم کو نہ دیئے جائیں اور وہ بنی ہاشم (پانچ خاندان) ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اہل ہیں۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہل ہیں۔ اور حضرت جعفر کی اہل ہیں اور حضرت عقیل کی اہل ہیں اور حارث ابن عبد المطلب کی اہل ہیں اور ان سب کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

۱۸۶ - مذکورہ بالا حدیث شریف میں دیئے گئے قطعی حکم اور فقہ میں

اس کی مذکورہ قانونی حیثیت و وضاحت کے مطابق نبی علیہ السلام کے خاندان میں سے آپ کی سب سے چھوٹی اور چوتھی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک سے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد "سادات حسنیہ" و "حسینیہ" کے علاوہ نبی علیہ السلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دادی سے سوتیلے چچا سیدنا ابو الفضل عباس ابن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد "بنو عباس" اور آپ کے سب سے بڑے دادی سے سوتیلے تایا۔ حارث ابن عبد المطلب کی اولاد "بنو حارث" اور حضرت علی سے دس سال بڑے ان کے حقیقی عظیم شجاع اور مجاہد و شہید، بجائی، نبی علیہ السلام کے ساتھ مشابہ چہرہ والے۔ قدیم الاسلام، السابقون الاولون کے رکن رکین مکہ سے حبشہ اور حبشہ سے

مدنہ تک دو بار ہجرت کا شرف رکھنے والے جلیل القدر صحابی سیدنا "ابو عبد اللہ" "جعفر" ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد "بنو جعفر" اور حضرت علی سے بیس سال بڑے ان کے حقیقی بڑے بجائی جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی و معاون اور رفیق، دفین شام۔ صحابی۔ حضرت "ابو یزید" عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد "بنو عقیل" اور ان سب شاخوں کے آزاد کردہ غلام لوگوں پر صدقۃ الفطر، زکوٰۃ، عشر، نذر، منت وغیرہ صدقات واجبہ کی طرح جرم قربانی۔ یا قیمت جرم قربانی دینا بالکل غیر جائز ہے، جو لوگ ان بزرگوں اور آج کے دور میں ان کی مصدقہ آل و اولاد۔ صحیح النسب سادات اور بنی ہاشم کی مذکورہ چاروں شاخوں کے ساتھ محبت رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ غریب اور ضرورت مند سادات اور بنی ہاشم کو اپنے مال کا میل کچیل اور حرام کھلا کر ان کی مذہبی حیثیت، اخلاقی کیفیت اور معاشرتی حالت نہ بگاڑیں اور اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ بلکہ اپنی حلال کی کھائی میں سے خالص عطیہ کی نیت سے نقد ہدیہ یا غلہ اور کپڑے وغیرہ کا تحفہ دیکر نبی علیہ السلام کے حکم کی تعمیل اور آپ کی آل و اولاد اور اہل خاندان کے ساتھ محبت اور حسن سلوک کے دو گونہ ثواب اور اس پر اللہ تعالیٰ اور نبی علیہ السلام کی رضاء اور خود گزشتہ اہل خاندان نبی کی ارواح کی خوشنودی اور زندہ اصحاب کی پر خلوص دعاء خیر و برکت جیسی نعمت و سعادت حاصل کر کے اپنے دین و دنیا کی بہتری کا سامان کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب اہل اسلام کو حکم شریعت کی تعمیل اور نبی علیہ السلام کے منشاء مبارک کی تکمیل کی مکمل اور مسلسل توفیق عطا فرمائے رکھیں۔ آمین ثم آمین۔

۱۸۷۔ مؤذن امام و خطیب، دینی مکتب کے مدرس اور ملازم کی تنخواہ، مسجد و مدرسہ کی تعمیر و مرمت اور اس کے عام اخراجات، میت کے کفن و دفن اور اس کا قرض اتارنے کے لئے نیز رفاہ عامہ کے لئے کنواں کھودنے، حوض اور تالاب بنانے سبیل لگانے، مسافر خانہ یا ہسپتال اور پل بنانے یا کسی ادارہ اور جماعت کے دفتر وغیرہ کے لئے موٹر۔ مشین مختلف آلات و سامان خریدنے، یا "گشتی شفا خانہ" اور "سفری ہسپتال" کے لئے ادویہ وغیرہ طبی سامان خریدنے، یا ان کے کاروبار اور دنیا دارانہ تقریری اور تحریری پروپیگنڈے کے لئے؟ صدقۃ الفطر، نذر، زکوٰۃ، عشر اور صدقات نفلیہ کی طرح حرم قربانی یا قیمت حرم قربانی دینا بھی بالکل ناجائز ہے۔ کیونکہ قیمت حرم وغیرہ صدقات واجبہ میں شامل ہے۔ جس کے لئے صحیح معنی میں غریب اور فقیر و مسکین کی باقاعدہ تملیک ضروری ہے اور مذکورہ بالا تمام امداد میں کوئی زندہ مستحق شخص یا افراد موجود نہیں ہیں بلکہ احکام شرعیہ کی قید اور پابندی سے فارغ مردہ شخص ہے اور یا پھر بے جان اشیاء اور مقامات ہیں جو انسان اور مستحق صدقات غریب مسلمان نہیں۔ لہذا ان پر قیمت حرم خرچ کرنے سے شرعی تملیک کی کوئی صورت نہیں بنتی۔ بلکہ بالکل خلاف موقع و محل استعمال ہوگی۔ جو قطعاً حرام اور غیر جائز ہے۔ لہذا دوسرے صدقات واجبہ کی رقوم کی طرح یہ قیمت حرم کی رقم بھی مذکورہ بالا مردہ افراد اور مقامات پر خرچ کرنا جائز نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ صدقات واجبہ کے مصرف کی توضیح کرتے ہوئے سب سے بڑے صدقہ واجبہ زکوٰۃ کے متعلق فقہاء فرماتے ہیں۔

هِيَ شَرْعًا تَمْلِكُكَ جُرْءٌ مَّا لِ عَيْنِهِ الشَّارِعُ مِنْ مُسْلِمٍ فَقِيرٍ

یہ زکوٰۃ شرع میں مسلم فقیر کو مال کے اس حصہ کا مالک بنانے کا نام ہے جس کی مقدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معین فرمادی ہے۔ پھر اس مال کے مصارف پر لکھتے ہیں کہ!

يُصْرَفُ إِلَى كُلِّهِمْ أَوْ بَعْضِهِمْ تَمْلِكًا لَا إِبَاحَةً

یہ مال، زکوٰۃ کے (قرآن میں بیان شدہ) تمام یا بعض مستحقین کو اس کا مالک بنا کر دینا چاہیے؟ محض استعمال کے لئے رسمی اجازت دیکر نہیں! پھر خلاف مصرف اشیاء و مقامات کے لئے ہدایت فرماتے ہیں کہ

وَلَا يُصْرَفُ إِلَى بِنَاءِ نَحْوِ مَسْجِدٍ،

("تنویر الابصار" کتاب الزکوٰۃ)

یہ مال مسجد جیسی کسی وقف تعمیر پر خرچ نہ کیا جائے۔

پھر اس کی مزید تفصیل فرماتے ہیں کہ وہ مسجد جیسی تعمیرات اور خلاف مصرف مقامات کون سے ہیں؟

كِبْنَاءِ الْقَنَاطِرِ وَالسَّقَايَاتِ وَإِصْلَاحِ الطَّرِيقَاتِ وَكِرْيِ الْأَنْهَارِ وَالْحَجِّ، وَالْجِهَادِ. وَكُلِّ مَا لَا تَمْلِكُكَ فِيهِ ("رد المحتار" الشامی)

جیسے پلوں اور پانی کی سقاویوں اور سبیلوں کی تعمیر، اور راستوں اور سڑکوں کی درستی اور نہروں کی کھدائی اور صفائی اور حج اور جہاد کی طیاری میں اور ہر وہ چیز

جس میں کسی کو اس مال کا مالک نہ بنایا جاسکے اس میں زکوٰۃ خرچ کرنا ناجائز ہے۔!

صدقات واجبہ کے ساتھ ساتھ اب خاص طور پر حرم قربانی کی قیمت کا حکم بھی سن لیجئے کہ:

فَوَجَبَ التَّصَدُّقُ (الکافی فی حاشیۃ "الہدایۃ" . کتاب الاضحیۃ، ج ۲، ص ۲۳۲)

(اس قیمت حرم قربانی کو اصل مصارف اور مستحقین میں) اور صدقہ کر دینا واجب ہے۔

البتہ اگر یہ مال اور قیمت حرم پہلے کسی مستحق کو دے دیا جائے اور وہ مالک بن کر اپنی مرضی و اختیار سے مذکورہ گزشتہ مصارف و مقامات میں خرچ کر دے تو جائز ہے، کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص بھول کر یا غلط فہم کی وجہ سے ان اشیاء و مقامات پر خلاف حکم خرچ کر چکا ہو تو اس کی زکوٰۃ اور حرم و قیمت حرم کا صدقہ قطعاً اداء نہیں ہوگا بلکہ دوبارہ اداء کرنا لازم ہوگا۔ اور آئندہ کے لئے متناظر بننا ضروری ہوگا۔ بناء بریں جو لوگ غوام سے صدقات واجبہ اور اور قربانی کی رقوم وغیرہ لیکر ناجائز اشیاء و مقامات پر بغیر کسی مستحق کو مالک بنائے خرچ کر دیتے ہیں۔ انہیں خدا اور رسول سے شرم کرنا چاہیے اور موت، قبر، حشر اور عدل کی ترازو سے ڈرتے ہوئے حقوق العباد کے زیان کا وبال اپنے سر لینے کی مجمانہ جرات سے باز رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فہم و قبول حق اور اعتدال کی توفیق عطا فرمائیں آمین ثم آمین۔!

۱۸۸۔ حرم قربانی کی طرح جانور کی رسی، زنجیر اور جھول۔ کپڑا

وغیرہ سب چیزیں یا تو بعینہا خیرات کر دیں؟ یا پھر کھال کی طرح فروخت کر کے ان کی قیمت بھی مستحقین زکوٰۃ کو دے دی جائے، کھال اور جانور کی ان متعلقہ اشیاء میں سے کوئی چیز یا ان کی قیمت قصاب اور ذبح وغیرہ کو اُجرت میں دینا جائز نہیں۔ بلکہ ہر حال میں ان کا صدقہ کرنا ہی ضروری ہے۔!

۱۸۹۔ کھال کی طرح قربانی کے گوشت، چربی اور چھپچھرے بھی

قصاب وغیرہ کو اُجرت میں دینا جائز نہیں۔ اس کی مزدوری اپنی گردے سے الگ دیں۔ قصابوں کے لالچ اور مطالبہ سے متاثر ہو کر غلط عمل سے قربانی کے ثواب میں خلل نہیں ڈالنا چاہیے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ کھال خود رکھ لیں اس کو جائے نماز، مشک، ڈول، چمیلی، جوتا وغیرہ بنا کر استعمال جائز ہے۔ دلیل کے لئے حسب ذیل حدیث مبارک ملاحظہ کریں۔

عَنْ مُجَاهِدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ: أَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ: أَنْ يَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ وَأَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لِحُومِهَا وَجُلُودِهَا وَجِلَالِهَا. وَلَا يُعْطَى فَنِي جِرَارَتِهَا شَيْئًا.!

(البخاری) کتاب المناسک الحج. باب لا يعطى الجزار من

الہدی شیناً ج ۱، ص ۲۳۲ طبع دہلی، انڈیا

مشہور جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا: "کہ مجھے تابعی امام حضرت عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ نے بتایا تھا وہ کہتے تھے کہ: "مجھے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا تھا کہ: "حجۃ الوداع کے موقع پر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا تھا کہ۔ "وہ آپ کے ذبح کئے ہوئے اونٹوں کے منتظم بن جائیں اور سب اونٹ اپنے تمام اجزاء اور متعلقہ اشیاء سمیت تقسیم کر دیں۔ (یعنی) ان کے گوشت۔ ان کی کھالیں۔ اور ان کی جھولیں۔ سب کچھ بانٹ دیں اور اونٹ ذبح کرنے کی اجرت کے طور پر قصاص کو ان میں سے کوئی چیز نہ دیں۔"

اس حکم کی مزید وضاحت میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی کی وہ سری روایت بھی ہے جس میں آپ نے نبی علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں قربانی کی تمام مذکورہ چیزیں بہ طور صدقہ واجبہ تقسیم کرنے کی براہ راست اپنی طرف نسبت کی ہے۔

يَقُولُ (مُجَاهِدٌ) حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي لَيْلَى. أَنَّ عَلِيًّا حَدَّثَهُ قَالَ أَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ بَذَنِي فَأَمَرَنِي بِلَحْوِهَا. فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ أَمَرَنِي بِجَلَالِهَا فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ رَجَلُودَهَا. فَقَسَمْتُهَا.

(البخاری) کتاب المناسک، باب يتصدق بجلود الهدى. و باب يتصدق بجلال البدن ج ۱، ص ۲۳۲. طبع دہلی انڈیا

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "میرے پاس عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ

نے بیان کیا کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے حدیث سنائی تو فرمایا کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ کے نام سے ذبح کئے لئے مقررہ جانور کے طور پر) ایک سوا اونٹ قربان کئے۔ پھر مجھے ان کے گوشت کے متعلق حکم دیا تو میں نے "ان کے گوشت صدقہ تقسیم کر دیئے، پھر مجھے ان کی جھولوں کے متعلق حکم دیا تو میں نے وہ جھول بھی بانٹ دیئے۔ پھر مجھے ان کی کھالوں کے متعلق حکم دیا تو میں نے وہ کھالیں بھی خیرات میں دے دیں!"

مزید دو احادیث میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قربانی کے جانور کے گوشت کھال، جھول، مہار اور ریشی وغیرہ کے مصرف کی وضاحت کی ہے کہ انکو اپنی ذات کے لئے پہنانا ناجائز ہے۔

رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَصَدَّقْ بِجَلَالِهَا وَخِطَامِهَا

(بدائع الصنائع) کتاب التضحية، ج ۵، ص ۸۱

وَرَوَى عَنْ سَيِّدِنَا عَلِيٍّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَّهُ قَالَ. إِذَا صَحَّيْتُمْ فَلَا تَبِيعُوا لَحُومَ صَحَائِيَاكُمْ. وَلَا جُلُودَهَا. وَكُلُّوا مِنْهَا. وَتَمَتَّعُوا (بدائع الصنائع ج ۵، ص ۸۱)

یہ روایت کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا کہ۔ "ذبح شدہ اونٹوں کی جھولیں اور ان کی مہار کی رسیاں صدقہ کر دو۔ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "جب تم قربانی کرو تو اپنی قربانیوں کے گوشت اور ان کی کھالیں مست بیچا کرو، اور ان کے گوشت

میں سے کھاؤ اور فائدہ اٹھاؤ"

۱۹۰۔ قربانی کا گوشت خود کھائیں، رشتہ داروں اور دوستوں کو دیں اور فقراء میں تقسیم کر دیں، البتہ بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصص کر کے ایک حصہ اپنے لئے رکھیں، دوسرا متعلقین کو دیں یا بھجوا دیں۔ اور تیسرا محتاج لوگوں اور فقراء میں بانٹ دیں بہر حال خیرات والا حصہ تہائی سے کم نہ ہونا چاہیئے۔ اگر بھول کر یا جان بوجہ کر بھی تہائی سے کم خیرات کر دیا تو گناہ نہیں۔ غیر بہتر اور عدل و ادب کے خلاف ہے۔ پھر تین حصہ کرنے میں بھی صرف اندازہ ٹھیک نہیں بلکہ تو نا ضروری ہے۔

۱۹۱۔ قربانی کا گوشت ملک میں بسنے والے اپنے واقف اور ہمسایہ و نادار غیر مسلم رعایا مثلاً ہندو و نصاریٰ مجوس، ہندو، سکھ، کمبو نٹ دھرمیہ ایران کے بابائی بھائی ہندو پاکستان کے لاہوری اور کادیانی، مرزائی اسماعیلی قرمٹی باطنی، وغیرہ "ذی کفار" کو بھی بدستہ دینا جائز ہے۔ مگر شرط یہی ہے کہ ان کو بھی کسی کام کی مزدوری میں نہ دیا جائے!

"عید الاضحیٰ کے موقع پر ایک "دآفہ" یعنی غربت و فاقہ زدہ ہنگامی مہاجرین کے قافلہ" کی مدینہ میں اچانک آمد اور ان کی خصوصی امداد کی غرض سے ایام عید کے بعد گوشت کھانے کی عارضی اور ہنگامی ممانعت۔"

۱۹۲۔ ایک سال اچانک بالکل نئی صورت حال پیدا ہوئی کہ ماحول

مدینہ منورہ کے صحراء میں رہنے والے بہت سے لوگ مختلف اسباب کے تحت غربت و تنگدستی اور فقر و فاقہ میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے اپنی صحیح سوچ اور مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ "بادیہ نشین" بن کر بیٹھے ہوئے کسی اور طرف سے امداد کے انتظار میں مزید مصیبت اور موت کا شکار ہو جانے سے بہتر ہے کہ "ہنگامی مہاجرین" بن کر حقیقی سید المہاجرین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر اور ان کے نافذ کئے ہوئے نظام عدل و فریاد رسی سے فیض یاب ہونے کے لئے آپ سے عنایت و مہربانی اور مواسات و غم خواری کی درخواست کریں چنانچہ محاورہ عرب کے مطابق کسی شور و فساد کرنے والے ہنگامی جلوس کی بگہ انہوں نے "دآفہ" یعنی "ایک خاموش اور سست رفتار قافلہ" کی شکل اختیار کر لی اور اپنی "خیمہ بستوں اور "عارضی دیہاتی گھروندوں" سے نکل کر ہلکی رفتار کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے عین عید الاضحیٰ کے بارونق دن شہر مدینہ میں آئے اور ٹھیک اس وقت جب کہ ہزار باصحابہ نماز عید کے لئے عید گاہ میں حاضر ہو چکے تھے اور نبی علیہ السلام علی الاغلب خطبہ عید ارشاد فرما رہے تھے۔ ایک مصیبت زدہ اور پریشان حال مگر اسلامی تعلیم کے اثر اور اس کی برکت سے پھر بھی پر امن و سکون اور باوقار ہجوم کی شکل اختیار کر کے آپ کے سامنے صحابہ کے مجمع میں آ پہنچے اور اپنی قابل رحم خستہ حالت بیان کر کے آپ سے فوری توجہ اور امداد کے لئے متمنی ہوئے۔ اب یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ نبی علیہ السلام نے غریب پروری اور مہمان نوازی والی فطرت و سنت انبیاء علیہم السلام اور اپنی عادت شریفہ کے مطابق اپنے "خاص ذاتی توشہ خانہ" سے کہ جس کے لئے سید المہاجرین یعنی مقبول الہی و محبوب رسول حضرت "بلال حبشی" رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتظم مقرر فرما رکھا

تھا۔ یا "قومی بیت المال سے یا حسب معمول" نماز عید کے بعد عوامی چندہ کے ذریعہ سے ان فریادی بھنگائی مہاجرین کو ضروری اور فوری امداد مہیا فرمائی یا نہیں۔ مگر ظن غالب یہ حد یقین یہی ہے کہ آپ جیسے رحیم و کریم، درد مند و غم خوار، غرباء و فقراء کے ملجاؤ ماویٰ اور بستنی و مساکین کے سب سے بڑے پناہ دہندہ محسن و مہربانی کے دربار سے وہ لوگ ہرگز ہرگز خالی دامن واپس نہیں ہوئے ہوں گے۔ بلکہ یقین کامل ہے کہ انہیں کچھ نہ کچھ مالی امداد ضرور حاصل ہوئی ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صفت جو دو کرم اور شان عطاء و غناء کا مظہر اتم بنایا تھا اور مافوق الفطرت سخاوت و شہامت آپ کی فطرت و طبیعت میں دویت فرمائی ہوئی تھی بلکہ اس کے بے مثال اور لازوال اثرات کے حامل مظاہرات کو دیکھ سن کر دنیا بھر کے بڑے بڑے سخی بادشاہ شہدر تھے۔ بہر کیفیت نبی علیہ السلام نے ان غریب فریادی اہل اُمت کے لئے غیر نقدی امداد مہیا کرنے کا ایک عجیب اور ہا معنی طریقہ اختیار فرمایا کہ قربانی کے متعلق اپنی عادت شریفہ اور حاضرین صحابہ کی توقع کے خلاف اچانک یہ اعلان فرمادیا کہ "تم لوگ آج کی قربانی کا گوشت صرف تین دن تک کھاؤ اور جو بچ جائے اس کو صدقہ کر دو"

چنانچہ اس اعلان نبوی کو بہت سے صحابہ نے حسب معمول مختلف الفاظ اور مختلف انداز کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ایک مختصر مگر واضح روایت حسب ذیل ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ . عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ. "لَا يَأْكُلُ أَحَدٌ مِنْ

لَحْمٍ اِصْحَاتِيْهِ. فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ".!

(مسلم، کتاب الاضاحیٰ ج ۲۔ ص ۱۵۸۔ طبع دہلی انڈیا)

شیخ الضحاجہ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "کوئی شخص اپنی قربانی کا گوشت تین دنوں سے زیادہ عرصہ تک نہ کھائے"۔!

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے جید تابعی عالم و محدث فرزند حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام کے اس اعلان کے بعد۔

"فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَأْكُلُ لَحْمًا اِلَّا ضَاحِيَةً فَوْقَ ثَلَاثٍ" (مسلم ج ۲۔ ص ۱۵۸)

"پھر ابن عمر قربانیوں کا گوشت تین دنوں کے بعد نہیں کھاتے تھے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا ہی مجمل اعلان کیا اور شان و منشاء نبوی کے مطابق اس ممانعت کی فوراً اسی وقت کوئی غلت اور حکمت بیان نہیں فرمائی تو صحابہ نے بھی فرائض و واجبات تو کجا عام مستحبات اور مباحات سے متعلق احکام شریعت میں "تفتیش و تحقیق" اور کھود کرید سے بچنے کے قرآنی حکم اور آپ کے مستقل حکم کے مطابق حسب معمول بالکل خاموشی اختیار کی اور خطبہ عید میں اچانک یہ خلاف امید و توقع "نیا حکم" سن کر گھروں میں واپس آئے اور قربانی کے بعد گوشت کے فوری اور بیش از بیش ضروری استعمال اور بقیہ کے صدقہ کا اہتمام کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اور تین دن تک جتنا گوشت کھا اور کھلا سکتے تھے وہ پورا کر لیا اب یقینی بات تھی کہ پہلے برسوں کے مقابلے میں نسبتاً کم اور

محدود استعمال کی وجہ سے کافی وافی مقدار میں زائد گوشت بچ گیا جسے انہوں نے حسب منشاء غنوی لازماً مستحق لوگوں میں صدقہ و خیرات کے طور پر بانٹنا تھا۔ چنانچہ اپنے اعزہ و اقارب کو دے دلا کر بھی جو گوشت وافر مقدار میں موجود تھا وہ قدرتی طور پر صحراء سے آنے والے خاموش اور بیٹھائی قافلہ والے غرباء اور مصیبت و فاقہ زدہ مسلمان بھائیوں میں خوب تقسیم کیا۔ تو ان کی بھوک مٹی اور صحابہ کی جگہ ان کو ضرورت سے زائد گوشت کا ذخیرہ کرنے اور عید سے کافی بعد تک تنگی کے دنوں میں اسے کھاتے رہنے کا موقع مل گیا چنانچہ اس فوری غذائی امداد کے اثر سے ان غرباء کو قدرۃً زبردست سہارا ملا۔ ان کے اوسان بحال ہوئے اور وہ پہلے سے بہت اچھی حالت کے ساتھ مطمئن ہو کر گھروں کو واپس چلے گئے۔ اس سلسلہ کی تمام احادیث کے مضمون اور واقعاتی اشارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی طرف سے غیر معلومہ مالی امداد اور اوپر تصریحاً بیان شدہ سراپا حکمت و مصلحت مصدقہ فوری غذائی امداد ملنے سے اور بعد میں خالص اسلامی نظام کے مطابق بیت المال کے ذریعہ سے مختلف مدت کی امداد مہیا ہوتے رہنے کے نتیجہ میں ان لوگوں کی حالت سدھر گئی۔ چنانچہ پورے عہد نبوی کے اندر ان لوگوں پر دوبارہ پھر کبھی ایسی غربت و مصیبت نہیں آئی اور خلافت و حکومت کو ان کے لئے کبھی اور کسی جگہ سے بڑھتی امداد کا انتظام کرنا پڑا اور نہ ہی اس سلسلہ میں پھر کوئی بیٹھائی قانون نافذ کرنے کی نوبت آئی۔ بلکہ اسلام کی آسمانی اور الہامی اور قطعی اور یقینی برکات میں سے نہ صرف وہ لوگ بلکہ پورا جزیرۃ العرب ہی ایسی آفت و مصیبت سے محفوظ رہا اور اس کے لئے حکومت و خلافت کی طرف فریاد و داد رسی اور غذائی یا مالی امداد کے لئے بیٹھائی

التجاء سے بھی بے نیاز اور مستغنی ہو گیا۔

عید الاضحیٰ کے اس اجتماع میں حسب معمول ہزار ہا صحابہ شریک تھے اور بہت سے حضرات اپنی ضروریات کے باعث دیہات سے شہر میں آہی نہیں سکے اور بہت سے بزرگ مختلف وجوہ سے سفر پر رہے۔ اس لئے حاضرین کو نبی علیہ السلام کے اس پُر حکمت اور مجمل اعلان اور آپ کی طرف سے اس کی حکمت و علت اور اس کے بقاء کی مدت بیان نہ کرنے کی وجہ سے یہی یقین ہوا کہ اب تازندگی قربانی کا گوشت صرف قربانی کے تین دنوں تک ہی کھایا جاسکے گا۔ اور اس کے بعد کھانا مکروہ بلکہ قطعاً غیر جائز اور حرام ہی ہو گا اور اللہ کی عجیب شان ہے کہ عرصہ تک ان لوگوں میں سے کسی نے بھی آپ کی طرف رجوع کر کے اپنی غذائی ضرورت اور اقتصادی مجبوری بیان کر کے اس پابندی میں کچھ نرمی اور کمی کے لئے عرض معروض کرنے کی جرأت ہی نہیں کی لیکن اندر ہی اندر اس سلسلہ میں کچھ متردد ہو رہے تھے؛ ادھر جو صحابہ آپ کا اعلان سن کر سفر پر چلے گئے یا دیہات میں اپنے گھروں کی طرف واپس ہو گئے تھے وہ بھی اس مجمل اور تاکید ہی حکم اور آپ کے بیان کے انداز سے اسے مستقل اور دائمی سمجھتے ہوئے گئے تھے۔ چنانچہ جو لوگ عید سے پہلے سفر پر تھے اور مدینہ منورہ میں عید کے دوسرے تیسرے دن واپس آئے جب ایام عید کے بعد نئے اعلان سے بعض بے خبر ساتھیوں یا رشتہ داروں نے قربانی کا گوشت کھانے کے لئے پیش کیا تو انہوں نے چکھنے سے صاف انکار کر دیا کہ: ”ہم نے سن لیا ہے اب گوشت ان کے لئے کھانا جائز نہیں رہا۔“ اور جو لوگ آپ کا خطبہ عید سن کر سفر پر گئے تھے ایام عید کے بعد کسی جگہ اس اعلان سے بے خبر دیہاتی لوگوں نے ان کے سامنے

قربانی کا گوشت پیش کیا تو انہوں نے وہاں یہی کہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ اس کے متعلق تو اس سال نبی علیہ السلام نے اعلان فرمایا و یا ہے کہ قربانی کے تین دنوں کے بعد یہ گوشت ہرگز نہ کھایا جائے حتیٰ کہ فرزند ان فاروق اعظم محدث و مبتد و صحابہ، مہمب نبی و عاشق مہمت رسول حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کے بعد حج یا عمرہ پر مکہ میں تشریف لے گئے تو آپ نے ممانعت کے حکم کو دائمی جان کر ارزاہ انتقاء کامل مہمتی میں مذکورہ جانوروں سمیت ماحول میں قربانی کے ذبیحہ جانوروں کا گوشت کھانا بالکل ترک کر دیا اور حدیث میں تصریح ہے کہ وہاں کے عرصہ قیام میں:

"كَانَ يَأْكُلُ بِالزَّيْتِ"

آپ (ابن عمر) ان دنوں صرف زیتون کے کچے تیل کے ساتھ روٹی کھایا کرتے تھے۔۔۔۔۔ اللہ اکبر۔! نبی علیہ السلام کو خدا کا سچا نمائندہ مان کر عبدیت اور اطاعت کا جو حق صحابہ نے اداء کیا اور ایک صدی تک جب تک وہ زندہ رہے اس تکمیل بند کر کے ایمان بالغیب کی حقیقت کو اپنے قول و فعل سے ظاہر و ثابت کرنے کے لئے انہوں نے "بے مثال اتباع کامل" اور لازوال عشق صادق کا جو دائمی مظاہرہ کیا؟ انسان تو کیا فرشتے بھی ہزار بار شک کرتے ہوئے انہیں بدیہ تحسین و تبریک پیش کرتے اور ان کے لئے وہم و خیال میں نہ آسکنے والے نعماء جنت اور درجات عالیہ حاصل ہونے کی لاتعداد دعاء کرتے ہوں گے۔ تو یہ حالات تھے کہ نبی علیہ السلام کے اس اعلان کی وجہ سے باوجود اطاعت کاملہ اور عہد دائمی عمل کے بھی اہل شہر اور اہل بادیاہ سب میں..... عرب..... اور لفظ سب..... اقوام سے بڑھ کر گوشت کے شائق،

خصوصاً اونٹ کے گوشت کے عاشق ہونے کی وجہ سے نیز ذبیحہ جانوروں کی چربی اور کھانوں کی بہت سی مصنوعات میں بے حد ضرورت کے باعث ایک میبانی لہر چل رہی تھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ جو شہری حضرات خود اعلان سن گئے تھے وہ سفر میں راہگیروں اور دیہات کے رہنے والوں کو اس سے باخبر کر رہے تھے اور جو سفر پر جا چکے تھے اور ایام عید کے اندر یا بعد عید، مدینہ میں واپس آئے وہ وقفہ وقفہ کے ساتھ عام ساکنین شہر، احباب اور اہل خاندان سے سن سن کر محتاط ہو رہے تھے۔ چنانچہ صبح بخاری میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے کہ انہیں سفر سے واپسی پر اس ممانعت کا مجمل علم ہوا تو انہوں نے اپنے خاص اعزہ سے اس کی تحقیق کی اور قربانی کا جو گوشت ایام عید کے بعد پیش کیا گیا تھا انہوں نے وہ نہیں کھایا۔

عَنِ الْقَاسِمِ (ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) أَنَّ ابْنَ خَبَّابٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يُحَدِّثُ أَنَّهُ كَانَ غَائِبًا فَقَدِمَ فَقَدِمَ إِلَيْهِ لَحْمٌ فَقَالَ: هَذَا مِنْ لَحْمِ صَحَابِيَا نَا؟ فَقَالَ: أَخْرَوهُ لَا أَذُوقُهُ" قَالَ: "ثُمَّ قُمْتُ فَخَرَجْتُ حَتَّى أَتَيْتُ أَخِي أَبَا قَتَادَةَ ابْنَ النُّعْمَانِ. "وَكَانَ أَخَاهُ لِأُمِّهِ وَكَانَ بَذْرِيًّا" فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ: "إِنَّهُ قَدْ حَدَّثَ بَعْدَكَ أَمْرٌ"

(البخاری) کتاب الاضاحی ج ۲ ص ۸۳۵. طبع دہلی انڈیا.)

سیدنا صدیق اکبر سلام اللہ ورضوانہ علیہ کے آخری چھوٹے فرزند محمد (مقتول

مصر) کے بیٹے یعنی آپ کے پوتے، فقیہ مدینہ حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ: مجھے قدیم و سابق الاسلام جلیل القدر صحابی حضرت خباب ابن آرت کے فرزند حضرت عبداللہ ابن خباب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ: میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا تھا وہ بیان فرماتے تھے کہ: میں عید الاضحیٰ کے موقع پر گھر سے باہر سفر پر تھا۔ مدینہ میں واپس آیا تو میرے سامنے گوشت رکھا گیا اور پیش کرنے والے نے کہا کہ: "یہ ہماری قربانیوں کا گوشت ہے۔" تو میں نے کہا کہ: "اسے پیچھے ہٹا رکھو۔ میں اسے پکھوں گا بھی نہیں؟" پھر فرمایا کہ: "پھر میں اٹھا اور گھر سے نکلا، تاکہ ملاقات اور تحقیق حال کے لئے اپنے بھائی قتادہ ابن نعمان کے پاس پہنچوں" اور حضرت قتادہ ابن نعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو سعید خدری کے ماں شریک (اخینامی) "سوتیلے" بھائی تھے اور غزوہ بدر میں شرکت جہاد کی سعادت سے سرفراز اور اس کا اعزاز رکھنے والے صحابی تھے فرمایا: "میں نے وہاں پہنچ کر ان سے قربانی کے گوشت کے متعلق نہی پابندی کا ذکر کیا تو قتادہ نے فرمایا: "ہاں یہ بالکل سچی بات ہے کہ تمہارے سفر میں جانے کے بعد یہاں یہ پابندی والا نیا مسکہ اور معاملہ پیدا ہو گیا ہے۔"

"حکم ممانعت کے بعد کچھ صحابہ کی شکایت حال اور نہی علیہ السلام کی طرف سے پابندی کے عارضی ہونے کی اطمینان بخش وضاحت:"

۱۹۳- یہ صورت حال چل رہی تھی اور صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما

جیسے مزاج شناس و رازداران نبوت بھی امتثال امر اور تعمیل حکم کے بعد بالکل خاموش اور طبقاً حسب معمول اس حکم میں کسی ترمیم و تبدیل کے منتظر تھے کہ اتنے میں پورے خلوص و حسن نیت کے ساتھ اپنی غذائی ضروریات اور کاروباری مجبوریات ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کی خدمت میں عرض معروض کی جرأت کر لی چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ جو خود عید کے بعد سفر سے واپس آئے اور جنہوں نے ممانعت کے تحت قربانی کا پیش کیا گیا گوشت کھانے سے انکار کر دیا تھا؟ حکم ممانعت کے بعد اپنی ضرورت و مجبوری کے تحت آپ کی خدمت میں شکایت حال پیش کر کے پابندی کے عارضی ہونے کا اطمینان بخش جواب پانے والوں کا قصہ مختصر خود بیان کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.
قَالَ: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ! لَا تَأْكُلُوا لَحْمَ الْأَصَاحِبِ فَوْقَ ثَلَاثٍ" وَقَالَ ابْنُ مُثَنَّى: ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ. فَشَكُّوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ لَهُمْ عِيَالًا وَحَشَمًا وَخَدَمًا" فَقَالَ: "كُلُوا وَأَطْعِمُوا وَأَحْسِنُوا وَادَّخِرُوا" ("مسلم" كتاب الاضاحی، ج ۲ ص ۱۵۸، ۱۵۹)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خطبہ عید الاضحیٰ میں) ارشاد فرمایا کہ: اے مدینہ والو قربانیوں کا گوشت تین دنوں سے زیادہ عرصہ تک نہ کھاؤ" تو حکم کے

نفاذ اور اس پر عمل سے کچھ عرصہ بعد کچھ لوگوں نے اپنی تنگی و مجبوری کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ: "ہمارے کافی ہال سچے ہیں بیرونی کام کاج کرنے والے ملازم ہیں اور بروقت گھریلو خدمات بجالانے والے نوکر چاکر ہیں تو اس حکم سے ان کے اخراجات میں تنگی پیدا ہو رہی ہے لہذا کوئی رعایت فرمائیں" تو آپ نے (ان کے حالات سن کر فوراً فرمایا: (یہ پابندی عارضی تھی) اب گوشت کھاؤ اور کھلاؤ اور بچا کر رکھو اور ذخیرہ بناؤ!" (عام اجازت ہے)!"

عرض شکایت اور اس کے جواب میں حصول رعایت و اجازت کے سلسلہ میں اس سے زیادہ مفصل اور حکم ممانعت کی اصل علت کو واضح کرنے والی ایک اور حدیث ملاحظہ کریں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ "فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعُمَرَةَ. فَقَالَتْ: "صَدَقَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: "دَفَّ أَهْلُ أُبَيَاتٍ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ حَضَرَتَ الْأَضْحَى زَمَنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "ادْخِرُوا ثَلَاثًا ثُمَّ تَصَدَّقُوا بِمَا بَقِيَ، فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ قَالُوا: "يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنْ النَّاسَ

يَتَّخِذُونَ الْأَسْقِيَةَ مِنْ ضَحَايَاهُمْ وَيَحْمِلُونَ فِيهَا الْوَدَكَةَ" فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوا: نَهَيْتَ أَنْ تُؤْكَلَ لُحُومُ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ؟" فَقَالَ: "نَهَيْتُكُمْ مِنْ أَجْلِ الدَّافَةِ الَّتِي دَفَّتْ فُكُلُوا وَادْخِرُوا وَتَصَدَّقُوا".

(مسلم کتاب الاضاحی ج ۲، ص ۱۵۸)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے تابعی محدث "پوتے" حضرت عبداللہ ابن واقد ابن عبداللہ ابن عمر رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے گوشت تین دنوں کے بعد کھانے سے منع فرمایا ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پہلی اہلیہ سے قدیم و سابق، مجاہد و مہاجر، ثلیل القدر فرزند، حضرت عبداللہ ابن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: "میں نے اس حکم کے متعلق مشورہ تابعیہ عالمہ اور محدثہ اور اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خاص اور ثقہ شاگرد خاتون "حضرت عمرہ" رحمۃ اللہ علیہا سے استفسار کیا تو انہوں نے کہا کہ: "عبداللہ ابن واقد نے نبی علیہ السلام کا جو حکم بیان کیا ہے وہ سچ کہا ہے میں نے اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے خود سنا وہ فرماتی تھیں کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بار صحراء کی خیمہ بستیوں کے رہنے والے غربت و فاقہ زدہ لوگوں کا ایک قافلہ عید الاضحیٰ کے مجمع میں پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حال دیکھ سن کر خطبہ میں

ارشاد فرمایا کہ: "لوگو! قربانی کا گوشت صرف تین دنوں تک جمع کر کے استعمال کرو پھر جو تمہاری ضرورت سے زائد بیچ جائے اس کو صدقہ کرو" تو اس حکم کے نفاذ اور اس پر عمل کے کچھ عرصہ بعد لوگوں نے اپنی ضرورت اور مجبوری بیان کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ: "یا رسول اللہ! عام لوگ اپنی قربانی کے جانوروں کی کھالوں سے مشکیزے بنایا کرتے ہیں اور مشکیزوں میں چربیاں پگھلا کر رکھتے ہیں (اور اس ممانعت کی وجہ سے دافر گوشت ہی نہیں بچے گا تو چربیاں بھی حاصل نہیں ہوں گی۔ لہذا کوئی رعایت فرمائی جائے) تو آپ نے اس مجمل اور ذو معنی کلام کا مفہوم اور اصل مقصد فوراً معلوم نہ ہو سکنے کی وجہ سے بد ظاہر کچھ تعجب و حیرت کے ساتھ جواباً پوچھا کہ: "یہ تم کیا کہ اور بتا رہے ہو؟ تو لوگوں نے دوبارہ وضاحت عرض کیا کہ: "جناب نے تین دنوں کے بعد قربانیوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا (تو اس سے مشکلات پیدا ہو رہی ہیں ان کے حل کے لئے) رعایت فرمانے کے لئے درخواست کر رہے ہیں۔" تو آپ نے (پورا معاملہ سمجھ کر عام پیدا شدہ خدشہ کی تردید کرتے ہوئے) فرمایا کہ: "میں نے تم کو اس قافلہ غریاء و فاقہ زدگان کی وجہ سے گوشت کھانے سے منع کیا تھا جو اچانک عید کے دن صحراء سے مدینہ میں آگیا تھا ورنہ حقیقتہً یہ ممانعت ہمیشہ کے لئے نہیں تھی تو اب مطمئن ہو کر گوشت کھاؤ اور اس کا ذخیرہ بھی کر لو اور (حسب توفیق اس میں سے کچھ) صدقہ بھی کرو۔"

"یہ ممانعت حقیقتہً عارضی اور صرف ایک سال تک کے لئے تھی تاکہ غربا کی غذا عام ہو جائے، پھر گوشت کو ہر

طرح استعمال کرنے کی عام اجازت دے دی گئی:"

۱۹۴- اگرچہ مذکورہ بالا احادیث سے عید کے بعد گوشت کھانے پر

پابندی کی اصل علت و حکمت اور اس کی مدت محدودہ کی اصولاً وضاحت ہو چکی ہے، تاہم اس کی مزید توضیح و تشریح اور مستقبل میں اجازت کے لئے اور بھی مراحات کے ساتھ نبی علیہ السلام کے ارشادات ملاحظہ کریں۔

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ صَحَّ مِنْكُمْ؟ فَلَا يُصْبِحَنَّ فِي يَتِيهِ بَعْدَ ثَلَاثَةِ شَيْئًا فَلَمَّا كَانَ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ قَالُوا: "يَا رَسُولَ اللَّهِ! نَفْعَلُ كَمَا فَعَلْنَا عَامَ أَوَّلٍ؟ فَقَالَ: "لَا! إِنَّ ذَالِكَ عَامُ كَانَ النَّاسُ فِيهِ بِجَهْدٍ فَأَرَدْتُ أَنْ يَفْشَوْ فِيهِمْ!"

(مسلم کتاب الاضاحی ج ۲، ص ۱۵۹، طبع دہلی انڈیا)
صحابہ میں کرامت کی حد تک پہنچی ہوئی بے مثال تیز رفتاری کے ذریعہ گھوڑوں سے آگے نکل جانے والے شجاع و شہسوار صحابی، حضرت سلمہ ابن اکوع۔ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: "تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خطبہ عید الاضحیٰ کے ضمن میں ارشاد فرمایا کہ: "تم میں سے جو شخص قربانی کرے تو اس کے گھر میں تیسرے دن کے بعد قربانی کے گوشت

میں سے کوئی چیز بھی باقی نہیں رہنی چاہیے!" پھر جب اگلا سال آیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ: "یا رسول اللہ! کیا اس سال بھی ہم ویسے ہی تین دن کے بعد گوشت نہ کھانے کے حکم پر عمل کریں جیسے کہ پہلے سال کیا تھا؟" تو آپ نے فرمایا: "نہیں! اس مانعت کی وجہ یہ تھی کہ وہ سال ایسا تھا کہ اس میں (بہت سے صحرائی) لوگ مُشَقَّت و مصیبت میں مبتلا تھے! اس لئے میں نے پابندی لگا کر ارادہ کیا کہ قربانی کا گوشت (غذا کی کمی دور کرنے کے لئے) ان میں عام ہو جائے۔"

۱۹۵۔ یہی مضمون حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں مزید توضیحی اضافہ کے ساتھ بھی منقول ہے جس میں مانعت کا سبب اور اس کی حکمت اور اس کا اصل مقصد بیان کرنے کے بعد آئندہ کے لئے پابندی نہ ہونے کے بعد قربانی کے گوشت کے حسبِ منشاء عام استعمال کی باقاعدہ اجازت بھی دی گئی ہے۔

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ-
"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- "مَنْ
صَحَّحَ مِنْكُمْ- فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةِ وَبَقِيَّ فِي
بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ" فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ قَالُوا- يَا
رَسُولَ اللَّهِ! نَفْعَلُ كَمَا فَعَلْنَا الْعَامَ الْمَاضِيَ؟ قَالَ:
"كُلُوا وَاطْعَمُوا وَادْخُرُوا فَإِنَّ ذَلِكَ الْعَامَ كَانَ
بِالنَّاسِ جَهْدٌ. فَأَرَدْتُ أَنْ تُعِينُوا فِيهَا"- (البخاری)

کتاب الاضاحیٰ". ج ۲. ص ۸۳۵، طبع دہلی انڈیا

حضرت سلمہ ابن اکوع اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خطبہ عید الاضحیٰ میں) ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے جو شخص قربانی کرے۔ اس پر تیسرا دن طلوع نہیں ہونا چاہیے کہ اس کے گھر میں اس گوشت میں سے کوئی چیز بھی باقی ہو۔" پھر جب اگلا سال آیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ۔ "یا رسول اللہ! کیا ہم اس پابندی پر اب بھی ویسے ہی عمل کریں جیسے گزشتہ برس میں کیا تھا۔" آپ نے فرمایا نہیں وہ عارضی پابندی ختم ہے اب عید کے بعد بھی گوشت کھاؤ اور لوگوں کو کھلاؤ اور آئندہ کے لئے اس کا ذخیرہ بھی کر لو! پابندی تو اس لئے تھی کہ "اس پچھلے سال میں لوگوں پر (غربت و فاقہ کی) مصیبت آئی ہوئی تھی تو میں نے فیصلہ کیا کہ تم بھی اس مصیبت میں ان لوگوں کی مدد کرو۔"

۱۹۶۔ اس کے بعد ایک ایسی حدیث مبارک بھی یہ طور دلیل محفوظ کر لیں جس میں اندازِ بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مانعت کے حکم کے بعد عوام میں غذائی اور اقتصادی لحاظ سے جو پریشانی پیدا ہوئی تھی۔ اور اس کے ازالہ کے لئے لوگوں نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض معروض کر کے عارضی پابندی ختم کرائے اور مستقل اجازت لینے میں کامیابی حاصل کر لی تھی، نبی علیہ السلام اس صورت حال سے خود بھی بہت متاثر ہوئے تو آپ نے عوام کی غلط فہمی دور کرنے اور انہیں قربانی کے گوشت کے آزادانہ استعمال کے متعلق حسبِ سابق عمل جاری رکھنے کا از خود ہی دوسرا اعلان اور حکم بھی صادر

فرمایا تھا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرِيدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَرُورُوا: وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لَحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَوَقَّ ثَلَاثًا: فَأَمْسِكُوا مَا بَدَأَ لَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ الْحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَوَقَّ ثَلَاثًا. فَأَمْسِكُوا مَا بَدَأَ لَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ السَّبِيذِ إِلَّا فِي سِقَاءٍ. فَاشْرَبُوا فِي الْأُسْقِيَةِ كُلِّهَا، وَلَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا." (مسلم" کتاب الاضحی ج ۲، ص ۱۵۶، طبع دہلی انڈیا)

حضرت عبداللہ ابن بریدہ اپنے والد ماجد مشہور صحابی حضرت بریدہ ابن حبیب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: "حضرت بریدہ نے بیان کیا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عید الاضحیٰ کے خطبہ میں اعلان ممانعت کی طرح ہی ایک مستقل خطبہ میں ممانعت کے خاتمہ اور عام اجازت کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ: لوگو! میں نے کچھ عرصہ پہلے تمہیں قبورِ مومنین کی زیارت سے روک دیا تھا؟ تو اب اجازت دیتا ہوں کہ (دعاء مغفرت اور حصول عبرت کے لئے) قبور کی زیارت کیا کرو! اور ایسے ہی میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت پاس رکھنے اور ذخیرہ کرنے سے روک دیا تھا؟ تو اب اجازت دیتا ہوں کہ وہ جتنا گوشت تم اپنے گھروں میں جمع رکھ سکو رکھ لیا کرو اور ایامِ عید کے بعد بھی جب تک چاہو کھا لیا کرو! اور ایسے ہی میں نے تم کو بجائے برتنوں کے صرف مشکیزہ میں بنے ہوئے نبیذ۔ (یعنی کھجور اور چھوہار سے

کا خیساندہ اور کچا شربت) پینے سے روک دیا تھا تو اب اس کی بھی اجازت دیتا ہوں کہ ہر برتن اور ہر مشکیزہ وغیرہ میں بنی ہوئی کچی نبیذ پی لیا کرو۔ اور جس نبیذ میں نشہ پیدا ہو جائے "وہ کبھی نہ پینا"

۱۹۷۔ ان تمام احادیث نے واقعہ کی اصل صورت حال، ممانعت کی علت و حکمت اور حقیقت نیز بعد میں قربانی کے متعلق حسب سابق آزادانہ عمل جاری رکھنے کی مستقل اجازت و رخصت مل جانے سے بعد از عید گوشت کا استعمال بالکل جائز و درست ہونے کے مسئلہ کی مکمل تشریح اور تائید کر دی ہے تاہم کئی فقہاء حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور بعض دوسرے صحابہ کی ہنگامی ممانعت والی مجمل روایات کے پیش نظر بھی اس کے استعمال کو مکروہ لکھ چکے ہیں۔ لیکن جہادِی نقل کردہ مفصل اور مستقبل میں قطعی اجازت پر مشتمل احادیث سے اس مسئلہ کا چند وجوہ سے فیصلہ ہو گیا ہے۔

"اولاً" یہ کہ ممانعت والی احادیث "مجمل" ہیں اور اجازت والی احادیث "مفصل" ہیں اور یہ مسلم فقہی قانون ہے کہ مجمل کی تفصیل کرنے والی نصوص کو لازماً ترجیح دی جاتی ہے لہذا اب عید کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کی ممانعت کو خاص بہمائی حالات کی وجہ سے عارضی اور مستقبل میں اس کے آزادانہ استعمال کی اجازت کو اصل مستقل قرار دیا جائے گا۔

"ثانیاً" یہ کہ یہ نبی اور ممانعت کچھ غریب مسلمانوں کے فقر و فاقہ کی عارضی علت کی بناء پر کی گئی تھی۔ جو قریباً ایک سال تک جاری رہی، اور جب یہ علت ختم ہو گئی تو پھر یہ ممانعت بھی باقی نہیں رہی تھی۔ لہذا کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔!

"مثلاً" یہ کہ ممانعت والی احادیث پہلے وارد ہوئی ہیں اور اجازت والی بعد میں؟ اور یہ مُسَلَّم فقہی قانون ہے کہ بعد والی قولی یا عملی نص پہلی کے لئے ناسخ ہوتی ہے لہذا مذکورہ بالا مضبوط و مدلل قرآن و احکام کی روشنی میں ممانعت ابتدائی اور عارضی حکم اور اجازت والے حکم کو آخری قطعی اور دائمی قرار دیا جائے گا، مزید یہ کہ یہ ابتدائی عارضی اجازت نبی علیہ السلام کی آخری عمر شریف میں اور واضح تفصیل و شہادت کے مطابق ۱۰ھ میں حجتہ الوداع سے کچھ پہلے ثابت ہوتی ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ آپ کی آخری عمر کا ہر قول و فعل اور ہر کام کے متعلق آپ کی خاموشی اور عملی رضا مندی پورے عہد نبوی میں نازل اور نافذ ہونے والے احکام و قوانین شریعت کے منسوخ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ اور اب قیامت تک کے لئے آپ کا وہی آخری قول و فعل اور سکوت ہی اصل شرعی قانون اور حکم ہے اور پوری امت اب ہمیشہ کے لئے اسی پر عمل کرنے کی مکمل پابند ہے اور اس میں کسی قسم کی تاویل و حجت بازی۔ کتاب و سنت اور اجماع ازواج و اصحاب رسول علیہ السلام سے انحراف یعنی دین سے بغاوت کے ہم معنی ہے جس کی کوئی بھی صحیح الفطرت اور صحیح المواس اور سالم الایمان شخص کسی بھی صورت میں گنجائش پیدا کرنے اور اس کی اجازت دینے کی کبھی بھی جرأت نہیں کر سکتا!۔

"آیام عید کے بعد قربانی کا گوشت استعمال کرنے کی دائمی

اجازت پر عہد نبوی سے ہی عمل درآمد شروع ہے:"

اطاعت کا ملکہ کا مظہر بن کر قربانی کے گوشت کے تاخیر استعمال سے بکرم و ستبردار ہو گئے تھے جب عوام کی مکرر درخواست پر نبی علیہ السلام نے ممانعت کو دائمی سمجھنے کا مغالطہ دور فرمایا اور حسب سابق گوشت کے آزادانہ استعمال کی واضح اور مستقل اجازت بہ صورت اعلان ہی عطا فرمادی تو ان بے مثل بندگانِ خدا کا اس اعلان پر بھی ویسے ہی بھرپور اور مسلسل عمل جاری رہا کہ جس سے امت کو شریعت کے دوسرے تمام احکام و قوانین کی طرح قربانی کے مسئلہ میں بھی قیامت تک کے لئے مکمل اور واضح ہدایت و رہنمائی نصیب ہو گئی۔ اعلانِ اجازت کے بعد نبی علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کے بقیہ عرصہ میں صحابہ کے سراپا دلیل و جواز، مسلسل اور مستقل و مستحکم عمل کی شہادت ملاحظہ کریں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ "كُنَّا نَتَرَوُذُ لَحُومَ الْأَضَاحِيِّ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ" وَقَالَ غَيْرُ مَرَّةٍ "لَحُومُ الْهَدْيِ" !

(البخاری کتاب الاضاحی، ج ۲ ص ۸۳۵ طبع دہلی انڈیا)

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: "ہم اصحاب رسول علیہم السلام و الرضوان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قربانیوں کے گوشت کا قوشہ اور ذخیرہ بنا کر مدینہ تک آتے آتے استعمال کیا کرتے تھے" اور آپ سے روایت کرنے والے تابعی کہتے ہیں کہ: "آپ نے قربانی کی جگہ کسی ہارج میں مذبوہ جانور "ہدی" کے گوشت کا لفظ

بھی فرمایا تھا۔!

بہر کیف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور آخر دم تک کے عظیم وفادار خاص خادم حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ آپ کی زندگی کے آخری دور میں پہلے اور آخری حج کے موقع پر "حدی ج" اور ذبیحہ قربانی کا گوشت تین دنوں کے بعد حسبِ منشاء مذمت تک کھانے کے متعلق نہ صرف آپ کا عمل بیان کرتے ہیں بلکہ ممانعت کے حکم کے بالکل خلاف ایسے گوشت کو اسی غرض کے لئے سکھانے اور ذخیرہ کرنے کے لئے آپ کا حکم اور ارشاد بھی نقل کرتے ہیں۔

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ : قَالَ —

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: أَصْلَحَ هَذَا اللَّحْمُ" قَالَ فَأَصْلَحَتْهُ. قَالَ فَلَمْ يَزَلْ يَأْكُلُ مِنْهُ حَتَّى بَلَغَ الْمَدِينَةَ ("مسلم" کتاب الاضاحی ج ۲ ص ۱۵۶ . طبع دہلی انڈیا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور خادم، حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے دنوں میں مجھے حکم دیا کہ "اس" حدی" کے گوشت کو محفوظ کرنے کے لئے نمک وغیرہ لگا کر درست اور طیار کر لو۔ حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ: "میں نے اس گوشت کو نمک وغیرہ سے درست کر کے ساتھ رکھ لیا۔ مزید فرمایا "پھر نبی علیہ السلام حج سے واپسی پر مسلسل اسی گوشت میں سے کھاتے

رہے یہاں تک کہ آپ مدینہ منورہ میں آ پہنچے۔"

یہی مضمون چند الفاظ کے فرق کے ساتھ حضرت ثوبان ہی کی دوسری مختصر روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے:

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِيَّتَهُ ثُمَّ قَالَ: "يَا ثَوْبَانُ! أَصْلَحَ لَحْمَ هَذِهِ" فَلَمْ أَذَلْ أَطْعِمَهُ مِنْهَا حَتَّى قَدِمَ الْمَدِينَةَ

("مسلم" کتاب الاضاحی، ج ۲، ص ۱۵۹، دہلی انڈیا)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) اپنی قربانی کا جانور ذبح کیا۔ پھر مجھے فرمایا کہ: "اے ثوبان! اس قربانی کے گوشت کو محفوظ رکھنے کے لئے درست اور طیار کر لو" چنانچہ میں حج سے واپسی پر آپ کو اس قربانی کے محفوظ کئے ہوئے گوشت میں سے مسلسل گوشت کھلاتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ مدینہ میں تشریف لے آئے

بہر کیف حج کی "حدی" کا گوشت ہویا عام قربانی کا دونوں کو آیام حج اور آیام عید اور حج کے بعد ہمیشہ استعمال کرنے اور ان کا ذخیرہ بنانے کے اعلان پر اسی وقت سے صحابہ نے بہر پور عمل شروع کر دیا تھا!۔ پھر تو یہ عام حالت کا بیان تھا؟ اب کا شانہ نبوت کا سب سے زیادہ معتبر و مستند، وزنی، قابلِ حجت و تقلید۔ حال بھی سن لیجئے۔

قَالَتْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ: "الصَّحِيَّةُ. كُنَّا نُمْلَحُ مِنْهَا. فَتَقَدِّمُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا تَأْكُلُوا إِلَّا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيْسَتْ بِعَزِيمَةٍ وَلَكِنْ أَرَادَ . أَنْ يُطْعِمَ مِنْهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ".

("البخاری" کتاب الاضاحی" ج ۲ ص ۸۳۵ ، طبع دہلی انڈیا)

اُمّ المؤمنین، سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ ورضوانہ، علیہا فرماتی ہیں کہ: "بسم اہل بیت ازواج رسول قربانی کے بعد اس میں سے کچھ گوشت نمک لگا کر رکھ لیتے تھے پھر (بوقت ضرورت) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے (ایک بار) آپ نے فرمایا کہ قربانی کا گوشت تین دنوں سے زیادہ عرصہ تک نہ کھایا کرو! لیکن آپ کا یہ فرمان مکمل منی اور حرمت کا اعلان نہیں تھا بلکہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ دوسرے مستحقین کو کھلائیں۔"

اسی مضمون کی مزید اور بڑی جامع تفصیل ملاحظہ کریں۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: "أَتَهَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُؤْكَلَ لَحُومُ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ؟" قَالَتْ: مَا فَعَلَهُ إِلَّا فِي عَامٍ جَاءَ النَّاسُ فِيهِ فَأَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ الْغَنَى الْفَقِيرَ. وَإِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُرَاعَ فَنَأْكُلُهُ بَعْدَ خَمْسِ

عَشْرَةٍ. قِيلَ مَا اضْطَرَّكُمْ إِلَيْهِ؟ فَضَحِكَتْ، قَالَتْ: مَا شَبِعَ الْ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزٍ مَا دُوِّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللَّهِ عَزَّوَجَلَّ" (البخاری "کتاب الاطعمه، ج ۲، ص ۸۱۳ طبع دہلی انڈیا)

صحابی رسول حضرت عابس ابن ربیع رضی اللہ عنہ کے تابعی فرزند حضرت عبد الرحمن اپنے والد حضرت عابس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ: "میں نے ایک دن حضرت اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا کہ: "کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دنوں کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا تھا؟" تو اُمّ المؤمنین نے فرمایا کہ: "نبی علیہ السلام نے صرف اس سال منع فرمایا تھا جس میں لوگ فاقہ کشی پر مجبور ہو گئے تھے، تو آپ نے اس بات کا ارادہ فرمایا کہ صاحب حیثیت آدمی اپنے مال سے گوشت بچا کر فقیر اور محتاج کو کھلائے اور یہ ہمیشہ کے لئے ممنوع اور حرام کیسے ہو سکتا تھا جب کہ واقعہ اور حقیقت ہم اہل بیت رسول۔ قربانی کے جانور کے پائے اٹھا کر الگ رکھ لیتے تھے اور صرف تین دن نہیں بلکہ پندرہ دن کے بعد وہ پائے پکا کر کھایا کرتے تھے؟" اس پر اُمّ المؤمنین سے خاص طور سے سوال کیا گیا کہ: "آخر آپ اہل بیت کو اس طرح گوشت کھانے پر کس چیز نے مجبور کر رکھا تھا؟ تو اُمّ المؤمنین مسائل کی سادگی اور حقیقت مال سے ناآشنائی پر بنیں اور وضاحت فرمایا کہ: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت نے تین دن سے زیادہ عرصہ تک کبھی سالن کے ساتھ روٹی نہیں کھائی تھی یہاں تک کہ آپ اللہ

عزوجل کے پاس چلے گئے۔ (اس نے عام سال میں نہ ہونے کی وجہ سے دیر سے رکھا ہوا قربانی کا گوشت کھا کر وقت گزار لیتے تھے۔)

انہی صحابی سے دوسری روایت میں مطلق روٹی کی جگہ یہ لفظ آئے ہیں کہ:

"من خبزیر. مادوم" (البخاری ج ۲، ص ۸۱۸)

نبی علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت ازواج مطہرات نے تین دن سے زیادہ گندم کی روٹی سالن کے ساتھ کبھی نہیں کھائی تھی۔

۱۹۹ - یہاں تک تو گوشت محفوظ کر کے استعمال کرنے کا ذکر تھا؟ اب محفوظ گوشت کو عید کے بعد مہینہ بعد تک کھاتے رہنے کے متعلق حجتہ الوداع کے بعد جب کہ آپ دنیا میں صرف اسی دن موجود رہے اور اس کے بعد کائنات میں امت کے لئے سب سے بڑی مصیبت کے طور پر آپ کا حادثہ وفات پیش آگیا۔ مدرسہ میں ابتدائی زندگی کی طرح آپ کا آخری اور قطعی حجتہ کی حیثیت سے رکھنے والا حکم نما عمل ملاحظہ کریں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، قَالَتْ: "كُنَّا نَحْبَأُ الْكَرَاعَ. لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا. ثُمَّ يَأْكُلُهُ!" (النسائی" کتاب الاضاحی ج ۲، ص ۱۵۸، طبع کراچی)

ام "المؤمنین، حبیبہ حبیب رب العلمین صدیقہ بنت صدیق اکبر سیدہ عائشہ سلام اللہ ورضوانہ علیہا فرماتی ہیں کہ: "ہم اہل بیت رسول (ازواج مطہرات) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربانی کے پائے وغیرہ ایک مہینے تک محفوظ رکھ لیا کرتے تھے، پھر آپ اسے استعمال فرماتے رہتے تھے۔"

♦ ♦ ♦ ۲ - ان تمام احادیث و آثار کے ذریعہ سے امکانی حد تک اتمام حجتہ کر دیا گیا ہے تاکہ عام مسلمان کسی غلط مسلک کے پرستار کسی بد مذہب شخص، یا کسی گمراہ جماعت یا گروہ اور فرقے کے ابلیسی پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں، بلکہ کتاب و سنت اور اجماع ازواج و اصحاب رسول علیہم السلام جیسی اہل اور ناقابل شکست و ریخت آسمانی اور الہامی بنیادوں پر قائم آخری اور سچے منظم و مستحکم دین حق کے عطاء کئے ہوئے عہد نبوی سے متصل سند والے عقائد و اعمال اور شعائر پر پورے شرح صدر کے ساتھ پختہ ایمان رکھیں اور پوری دنیا میں اس دین حق کے واحد نمائندہ ترجمان و شارح ائمہ مفسرین و محدثین اور مجتہدین و فقہاء اور علماء راہنہ کے ساتھ پوری عزیمت و قوت کے ساتھ وابستہ رہیں اور تازندگی صرف انہی سے مستفید تر ہوتے رہیں

فَالَّذِي الْمَوْفِقُ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ. فَهُوَ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ الْقَائِدِ الْأَعْظَمِ لِلنَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَالْمَعْصُومِينَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ أَرْوَاحِهِ الْمُطَهَّرَاتِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ!

* تکمیل اول: عصر پشنبہ (جمعرات) ۷، ذوالحجۃ الحرام ۱۳۸۲ھ

مئی ۱۹۶۳ء

* تصحیح و تکمیل ثانی: "قریب ظہر دو شنبہ (پیر) ۲۰ - ذوالقعدة

الحرام: ۱۴۰۶ھ ۲۸، جولائی ۱۹۸۶ء

خُطْبَةُ عِيدِ الْأَضْحَى

لِلْمُؤَلَّمِينَ، أَيْ مَخَاضِ الْوَيْلِ كَمَا رَوَاهُ اللَّهُ

١- اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

٢- الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَسَلَامَ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا
أَنْ هَدَانَا اللَّهُ، وَمَنْ عَلَّمَنَا بِكَلَامِ الدِّينِ وَإِيمَانِ النِّعْمَةِ وَ
حَمَمِ الشُّبُوهِ وَالتَّوَرِثِ بِالْحِلَاقَةِ وَالتَّبْلِيغِ بِالْكِتَابِ وَالشُّنَّةِ
وَالْإِمْرِ تَصْنَاءً لَنَا بِالْشَّرِيعَةِ الْحَدِيثِيَّةِ السَّمْحَةِ الْخَيْرَةِ. فَلَا تُعْبَدُ
وَلَا تُسْتَعَيْنُ إِلَّا بِإِذْنِهِ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لِلَّهِ الْحَمْدُ!

٣- وَنُشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ فِي الْخَلْقِ وَ
الْأَمْرِ، وَنُشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَسَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ، قَائِدُ الْمُرْسَلِينَ وَالْغَيْرِ الْحَقَّالِينَ وَخَاتَمُ
النَّبِيِّينَ لَا يَتَّبَعِي بَعْدَهُ وَلَا رَسُولٌ بَعْدَهُ وَلَا أُمَّةٌ بَعْدَ أُمَّتِهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَأَتْبَاعِهِمْ
أَجْمَعِينَ. اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ
اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ!

٤- قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى، وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا لِّبَذْكُرُوا
اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةٍ أَوْ نَعَامٍ فَإِنَّهُمْ كَالْإِنْسَانِ

قُلَّةٍ أَسْلَمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ○ (الَّذِينَ كَانُوا يُخْفُونَ نِيَّتَهُمْ) ○
وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى، ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ ابْنِعْ وَلَكَ آيَاتِهِمْ حِينَ فُتِّدَ
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ، صَلِّ عَلَى النَّبِيِّينَ)

وَقَالَ تَعَالَى، قُلْ إِنْ صَلَّيْتُ وَكُنْتُ مُسْكِنًا وَمُجْتَنِبًا وَمَسَافِي اللَّهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أَفْرُتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ○
(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ، صَلِّ عَلَى النَّبِيِّينَ)

وَقَالَ تَعَالَى، إِنَّا أَنْعَمْنَا عَلَيْكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَإِنْ خَرَّ إِرْبُ
شَارِبِكَ هُوَ الذَّبْتُ ○ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ، صَلِّ عَلَى النَّبِيِّينَ)

وَقَالَ تَعَالَى، وَمَنْ يُعْظِمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ
(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ، صَلِّ عَلَى النَّبِيِّينَ)

وَقَالَ تَعَالَى، لَنْ يَمُنَّ اللَّهُ لِحُومِهَا وَلَا دِمَائِهَا وَلَا بَنَاتِهَا تَقْوَى
مُشْكُورًا كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ
الْمُحْسِنِينَ ○ (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ، صَلِّ عَلَى النَّبِيِّينَ)

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ
وَلِلَّهِ الْحَمْدُ!

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، قَالَتْ إِنْ أَبَا بَكْرٍ (رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ) دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَ هَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامٍ مِثْلِي فَقَامَتَانِ
تَضَرَّيَانِ. وَفِي رِوَايَةٍ، تُعَلِّدَانِ بِمَا نَأْتَا وَلَيْتَ الْاَتْنَصَارُ يَوْمَ بَعَاثِ
وَالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنَعَتْنِ بِشُؤْبِهِ فَأَنْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ
فَكَتَفَتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ دَعُوهُمَا
يَا أَبَا بَكْرٍ! فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ، وَفِي رِوَايَةٍ - يَا أَبَا بَكْرٍ! إِنْ لَيْكَلِ

مِنْ عَشْرَةِ ذِي الْحِجَّةِ يُغْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ
وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةٍ الْقَدِيمِ. (رواه الترمذي وابن ماجه
"تجاجة" مسند ج ١)

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْحَى بِكَبْشَيْنِ أَفْرَنْ خَيْلٍ
يَنْظُرُ فِي سَوَادٍ وَيَأْكُلُ فِي سَوَادٍ وَيَمْشِي فِي سَوَادٍ. (رواه الترمذي
والنسائي وابن ماجه "تجاجة" مسند ج ١)

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْمَلُ الصَّالِحَ فِيْهِنَّ أَحَبَّ
إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَلَا
الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ! أَلَا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ
مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ. (رواه البخاري "تجاجة" مسند ج ١)

وَعَنْ عَائِشَةَ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا. قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا عَمِلُ ابْنِ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ - أَوْ
مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ - يَوْمَ النَّحْرِ - أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ أَهْرَاقِ
الدِّمِّ، وَإِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ بِمُرْوِنِهَا وَأَشْغَارِهَا وَأَطْلَافِهَا
وَإِنَّ الدَّمَ - لَيَنْفَعُ مِنَ اللَّهِ بِمَكَانٍ - قَبْلَ أَنْ يَنْفَعُ بِالدَّمِ مِنْ قَطِيبُوا
بِهَافِئًا. (رواه الترمذي وابن ماجه "تجاجة" مسند ج ١)

اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ
وَلِلَّهِ الْحَمْدُ!

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا. قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَأَرَادَ بَعْضُكُمْ أَنْ يُصْحَى

فَلَا يَمْسَسْ مِنْ شَعْرَةٍ وَبَشِيرَةٍ شَيْئًا. وَفِي رِوَايَةٍ: فَلَا يَأْخُذَنَّ
شَعْرًا وَلَا يَقْلِبَنَّ ظَفْرًا. وَفِي رِوَايَةٍ: مَنْ رَأَى هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ
وَأَرَادَ أَنْ يُصْحَى. فَلَا يَأْخُذْ مِنْ شَعْرَةٍ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ. (رواه مسلم
"تجاجة" مسند ج ١)

وَعَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ وَأَبَا بَكْرٍ
بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْكَارِثِ بْنِ هِشَامٍ - وَأَبَا بَكْرٍ بَنِي سَلِيمَانَ
رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى - كَانُوا لَا يَذَرُونَ بَأْسًا أَنْ يَأْخُذَ الرَّجُلُ مِنْ شَعْرَةٍ
وَيَقْلِبَ أَظْفَارَهُ فِي عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ. (رواه الطحاوي "تجاجة" مسند ج ١)
اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ
وَلِلَّهِ الْحَمْدُ!

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ: قَالَ أَصْحَابُ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا هَذِهِ
الْأَصْحَاحِيُّ؟ قَالَ سَنَةُ إِيَّاكُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَالُوا: فَمَا لَنَا
فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ! قَالُوا: فَالْصُّوْفُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ! (رواه الترمذي
والنسائي وابن ماجه "تجاجة" مسند ج ١)

وَعَنْ ابْنِ عُثْمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. قَالَ: أَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّيْدِيَّةِ عَشْرَ سِنِينَ. يُصْحَى. (رواه الترمذي
"تجاجة" مسند ج ١)

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَلِيمٍ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كُنَّا وَقُوفًا
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: يَا
أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلٍ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ - أَضْحِيَّةً وَ

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرُكَ بِيَوْمِ الْأَضْحَى عِيدٌ أَجَعَلَهُ اللَّهُ لِهَذَا الْأُمَّةِ قَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمْرًا يَكُنْ لِي لَمْ أَجِدْ إِلَّا مَبِيتَةً أَنْتَ أَفَاضَحْتَنِي بِهَا قَالَ لَا وَلَكِنْ خُذْ مِنْ شَعْرِكَ وَأَطْفَارِكَ وَتَقَصِّ شَارِبَكَ وَتَحْلِقْ عَائَتَكَ قَدْ يَكُ بِمَامٍ أَصْحَابَتِكَ عِنْدَ اللَّهِ - (رواه أبو داود والنسائي - راجعه ص ١٤٤) اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَوْ يُضَيِّعُ فَلَا يَقْرُبَتْ مُصَلًّا قَالَ - (رواه ابن ماجه والحاكم والبيهقي - راجعه ص ١٤٤)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرُكَ بِيَوْمِ الْأَضْحَى عِيدٌ أَجَعَلَهُ اللَّهُ لِهَذَا الْأُمَّةِ قَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمْرًا يَكُنْ لِي لَمْ أَجِدْ إِلَّا مَبِيتَةً أَنْتَ أَفَاضَحْتَنِي بِهَا قَالَ لَا وَلَكِنْ خُذْ مِنْ شَعْرِكَ وَأَطْفَارِكَ وَتَقَصِّ شَارِبَكَ وَتَحْلِقْ عَائَتَكَ قَدْ يَكُ بِمَامٍ أَصْحَابَتِكَ عِنْدَ اللَّهِ - (رواه أبو داود والنسائي - راجعه ص ١٤٤) اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ

وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ - (الباهلي) رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نُسَمِّي الْأَضْحَى بِالْمَدِينَةِ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يَتَمَتُّونَ - (الطبري)

وَعَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ مَاذَا يُشْفِي مِنَ الصَّحَايَا وَفَاشَارَ بِبِئْرِهِ فَقَالَ ارْتَحِلْ الْعُرْجَاءُ الْبَيْتِ طَلْعُهَا وَالْعَوْرَاءُ الْبَيْتِ عَوْرَتُهَا وَالْمَرِيضَةُ الْبَيْتِ مَرَضُهَا وَالْعَجِيضَاءُ الَّتِي لَا تُنْفِقُ - (رواه

ما يلك والترمذي وأبو داود والنسائي وابن ماجه والدارقطني والحاكم والبيهقي - راجعه ص ١٤٤) وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ ابْتَعْنَا كَبْشًا نَضَحْتَنِي بِهِ فَأَصَابَ الدَّمْعُ مِنْ يَتِيَّتِهِ وَأَذِنَهُ فَسَأَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنَا أَنْ نَضَحْتَنِي بِهِ - (رواه ابن ماجه والبيهقي - راجعه ص ١٤٤)

وَعَنْ الْحُجَّةِ بْنِ عَدِي رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ قُلْتُ فَإِنْ وَلَدَتْ قَالَ إِذَا بَلَغَتْ الْمَبِيتَ قَادِحُ قُلْتُ فَمَكْسُورَةُ الْقَرْنِ قَالَ لَا يَا سَنَ! أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنِينَ وَالْأُذُنَيْنِ - (رواه الدارقطني

وابن ماجه والترمذي والبيهقي وأبو داود والطيالسي والترمذي والحاكم والبيهقي - راجعه ص ١٤٤) وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ - (رواه مسلم وأبو داود والطيالسي - راجعه ص ١٤٤)

وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْجُوا إِلَّا مُسْتَهًّا - (الآن يُعَسَّرُ عَلَيْكُمْ تَذْجُوا جَذَعَةً مِنَ الصَّبَانِ - (رواه

مسلم والحاكم والبيهقي - راجعه ص ١٤٤) وَعَنْ مُجَاشِعٍ بْنِ بَنِي سُلَيْمٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِنَّ الْجَذْعَ يُؤْتِي مِثْلَ يَوْمِي وَمِثْلَ

النَّبِيِّ. (رواه أبو داود والترمذي في صحيحه "محتاجه" صحيحه)
 وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: يَغْمِزُ الْأُصْحَابُ الْجَنَّةَ مِنَ الصَّبَاحِ.

(رواه الترمذي في صحيحه "محتاجه" صحيحه)

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَاهُ عَمَّا يَفْسُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا بَقِيَ
 عَتُودٌ فَذَكَرَهُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ضَحِيحَةٌ
 أَنْتَ، وَفِي رِوَايَةٍ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَصَابَتِي جَدْعٌ؟ قَالَ:
 ضَحِيحٌ بِهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ "محتاجه" صحيحه) اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا
 اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، وَلِلَّهِ الْحَمْدُ!

وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَصْحَى اشْتَوَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ أَمْلَحَيْنِ،
 حَتَّى إِذَا اخْطَبَ النَّاسَ وَصَلَّى أَوْ بِأَحَدِهِمَا. وَهُوَ قَائِمٌ فِي مُصَلَّاهُ
 قَدْ بَجَعُ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ! هَذَا عَنِّي جَمِيعًا مَن شَهِدَ
 لَكَ بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدَ لِي بِالْبَدَاغِ، ثُمَّ يُؤْتِي بِالْأَخْرِقِ يَدُ بَعْدَ ثُمَّ
 يَقُولُ: اللَّهُمَّ هَذَا عَنِّي مُحَمَّدٌ وَآلُ مُحَمَّدٍ. (رواه الترمذي في صحيحه "محتاجه" صحيحه)
 اللَّهُمَّ! اللَّهُمَّ! فَإِنْ فَصَلَ صُورَةٌ وَمَعْنَى كَالَّذِي عَلَيْهِ قَبْلُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَنْبِيَاءِ قَبْلُ الشَّيْبَةِ أَوْ
 بَعْدَ الدُّجْرِ تَوَاسَّ بِهِ، وَقَالَ فِي رِوَايَةِ التَّحَارُفِ: "لَوْ تَكْرَهُ" "محتاجه" صحيحه).

وَأَمَرَ أَبُو مُوسَى (الْأَشْعَرِيُّ). رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. بِنَاتِيهِ أَنْ يُصَلِّيَ
 بِأَيْدِي يَمِينٍ. (الْمُسْلِمُونَ فِي رِوَايَةِ أَبِي رَافِعٍ).

وَرَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: يَا قَاطِمَةُ! اقْنُي
 فَاشْهَدِي أَصْحَابَكَ. (رواه الحاكم وابن السكيت والبيهقي في "التهذيب"
 الألفاظ، صحيحه).

وَعَنْ نَافِعٍ. رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
 عَنْهُمَا صَبَحَ مَرَّةً بِالسَّيْدِيَّةِ، قَالَ نَافِعٌ: فَأَمَرَنِي أَنْ أَشْتَرِي لَهُ
 كَبْشًا خَيْرًا أَقْرَنَ ثُمَّ أَذْبَحَهُ يَوْمَ الْأَصْحَى فِي مَصَلَّى النَّاسِ: قَالَ
 نَافِعٌ: فَقَعَلْتُ ثُمَّ حَمَلْتُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ. (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
 عَنْهُمَا). وَكَانَ قَرِيبًا لِمَنْ يَشْهَدُ الْعِيدَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ. (الْمُسْلِمُونَ فِي رِوَايَةِ
 مَالِكٍ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ يَوْمَ) اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ
 أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ!

١٤- عَنْ نَافِعٍ. رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّ ابْنَ عُمَرَ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا
 أَخْبَرَهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ
 بِالمُصَلَّى، (الْمُسْلِمُونَ فِي رِوَايَةِ أَبِي رَافِعٍ، "محتاجه" صحيحه).

١٨- عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ. رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى. قَالَ: سَمِعْتُ جُنْدَبَ
 ابْنَ سُفْيَانَ الْبَجَلِيَّ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: شَهِدْتُ النَّبِيَّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ
 فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا أُخْرَى، وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ. فَلْيَذْبَحْ أُخْرَى. (الْمُسْلِمُونَ فِي رِوَايَةِ أَبِي رَافِعٍ،
 صحيحه).

وَعَنْ جُنْدَبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ (الْبَجَلِيَّ) رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ:
 شَهِدْتُ الْأَصْحَى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَلَمْ
 يُعِدْ أَنْ يَصَلِّ وَفَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَذْبَحُ لِحَمْلِ أَصْحَابِي
 قَدْ ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ يَفْرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ فَقَالَ: مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ
 أَنْ يُصَلِّيَ. أَوْ يُصَلِّيَ. فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى، وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ:
 صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ
 وَقَالَ: مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ أُخْرَى مَكَانَهَا وَمَنْ

لَمْ يَدْبَحْ فَلَيْدَ بَحْ بِاسْمِ اللَّهِ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) رَجَا حَقَّهُ شَيْخُ اللَّهِ
أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
لِلَّهِ الْحَمْدُ !

١٩- وَعَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: طَبَعِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ذَهَبُهُمَا بَيْضٌ وَ
نَمِيُّهُمَا كَأَسْوَدَ، رَأَيْتُهُ وَأَصْبَغًا قَدْ مَدَّ عَلَى صَفْحَا جِهْدِهِمَا وَقَوْلُ:
بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) رَجَا حَقَّهُ شَيْخُ اللَّهِ

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا - قَالَ: صَحَّ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ فِي يَوْمٍ عِيدٍ فَقَالَ:
حِينَ وَجَّهْتُهُمَا وَجْهِي لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ
جَنَّتَا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُسْرِ كَيْفَ: اللَّهُمَّ مَتَا وَلَكَ عَنْ حَقِّكَ
وَأَمْتِهِ ثُمَّ سَمِعِي وَكَبَّرُودَ بَحْ - (رَوَاهُ الطَّيَالِصِيُّ وَزَوَّدَ الْحَسَنُ بْنُ الْوَلِيدِ وَابْنُ

٢٠- عَنْ عَطَاءٍ (ابْنِ أَبِي رَبَاحٍ) رَجَا حَقَّهُ شَيْخُ اللَّهِ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كُنَّا نَزُودُ لِحُومِ الْأَصَاخِي عَلَى عَهْدِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ - (أَمْرُ الْبُخَارِيِّ) رَجَا حَقَّهُ شَيْخُ اللَّهِ
بَارَهُ شَيْخُ اللَّهِ

عَنْ عَائِشَةَ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا - قَالَتْ: أَصْحَبَةُ كُنَّا مَعَهُ مِنْهَا
فَنَقُذُّمُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ فَقَالَ: لَا تَأْكُلُوا
إِلَّا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ: وَلَيْسَتْ بِعَرِيضَةٍ وَلَكِنْ أَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ مِنْهُ - (وَابْنُ الْأَعْلَمِ
(الْبُخَارِيُّ) رَجَا حَقَّهُ شَيْخُ اللَّهِ

وَعَنْهَا قَالَتْ: كُنَّا نَعْبَأُ الْكُرَاعَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شَهْرًا، ثُمَّ يَأْكُلُهُ - (النَّبَايُ مَعَهُ) رَجَا حَقَّهُ شَيْخُ اللَّهِ

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: ذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَبَةً ثُمَّ قَالَ: يَا ثَوْبَانُ! أَصْلِحْ لِحْمَ هَذِهِ الْخَبِيثَةِ
قَالَ: فَلَمْ أَرَلْ أَطْعَمَهُ مِنْهَا حَتَّى أَقَامَ - (يَدُ الْبَيْتِ الْمُجْتَمِعَةِ) رَجَا حَقَّهُ شَيْخُ اللَّهِ
اللَّهُ أَكْبَرُ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
٢١- عَنْ ابْنِ عُمرَ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا - أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يَسْجُدُ يَوْمَ الْأَضْحَى بِالْمَدِينَةِ، قَالَ: وَكَانَ إِذَا لَمْ
يَسْجُدْ يَحْ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) رَجَا حَقَّهُ شَيْخُ اللَّهِ

٢٢- وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا - قَالَ: الْأَضْحَى ثَلَاثَةٌ
أَيَّامٍ: يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ - (رَوَاهُ الطَّيَالِصِيُّ وَزَوَّدَ الْحَسَنُ بْنُ الْوَلِيدِ وَابْنُ

عَنْ ابْنِ أَبِي بَرْزَةَ (الْحَقِيقِي) رَجَا حَقَّهُ شَيْخُ اللَّهِ رَجَا حَقَّهُ شَيْخُ اللَّهِ
اللَّهُ أَكْبَرُ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
لِلَّهِ الْحَمْدُ !

بَارَكَ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْفَرَانِ الْعَظِيمِ، وَتَعَبْنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْأَيَّامِ
وَالَّذِي الْحَكِيمُ، إِنَّهُ تَعَالَى جَدَّ (قَدِيمٌ) كَرِيمٌ، عَلِيٌّ عَظِيمٌ
(مَلِكٌ، بَرٌّ، رَبٌّ، رَعُوفٌ، رَحِيمٌ) - (أَمْرُ الطَّيَالِصِيِّ) رَجَا حَقَّهُ شَيْخُ اللَّهِ

بَارَكَ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْفَرَانِ الْعَظِيمِ، وَتَعَبْنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْأَيَّامِ
وَالَّذِي الْحَكِيمُ، إِنَّهُ تَعَالَى جَدَّ (قَدِيمٌ) كَرِيمٌ، عَلِيٌّ عَظِيمٌ
(مَلِكٌ، بَرٌّ، رَبٌّ، رَعُوفٌ، رَحِيمٌ) - (أَمْرُ الطَّيَالِصِيِّ) رَجَا حَقَّهُ شَيْخُ اللَّهِ
بَارَكَ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْفَرَانِ الْعَظِيمِ، وَتَعَبْنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْأَيَّامِ
وَالَّذِي الْحَكِيمُ، إِنَّهُ تَعَالَى جَدَّ (قَدِيمٌ) كَرِيمٌ، عَلِيٌّ عَظِيمٌ
(مَلِكٌ، بَرٌّ، رَبٌّ، رَعُوفٌ، رَحِيمٌ) - (أَمْرُ الطَّيَالِصِيِّ) رَجَا حَقَّهُ شَيْخُ اللَّهِ

الخطبة الثانية

عن أبي بكر بن محمد بن عمرو بن نافع عن علي بن عبد الله عن أبيه

الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا كَمَا أَمَرَ. وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ إِرْغَامًا لِمَنْ جَحَدَ بِهِ وَكَفَرُوا. وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَسَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا وَقَائِدَنَا الْأَعْظَمَ وَالرُّسُولَ الْأَفْخَمَ مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ وَسَيِّدُ الْخَلَائِقِ وَالْبَشَرِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ الَّذِينَ هُمْ خَلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرَبَاءِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ وَهُمْ مَقَاتِلُ الرِّحْمَةِ وَمَصَابِيحُ الْعَرَمِ. أَمَّا بَعْدُ! قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ص ٤٠ ع ٤٠)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ بِهَا عَلَيْهِ عَشْرًا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

فَاللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَصَحْبِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَأَوْلَادِهِ وَزُرِّيَّاتِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ أَجْمَعِينَ خُصُوصًا مِنْهُمْ عَلَيَّ مَنْ قَالَ فِي حَقِّهِمُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللَّهِ عُمَرُ. وَأَحْيَاهُمْ عُثْمَانُ، وَأَوْضَاهُمْ عَلِيٌّ، وَقَالَ فِي الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ إِنَّ ابْنِي هَذَا أَسِيدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ قَتْلَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ. وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَحْكَمُ أُمَّتِي وَأَجْوَدُهَا أَوْ كُنَّا قَالَ ثُمَّ السَّلَامُ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَأَزْوَاجِهِ الْأَطَهَرَاتِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ سَيِّدَتِنَا أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ

خَدِجَةَ الطَّاهِرَةَ الْكُبْرَى إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ
وَأَفْضَلِ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ حَبِيبَةَ رَبِّ الْعَالَمِينَ
سَيِّدَتِنَا أُمِّ عَبْدِ اللَّهِ عَائِشَةَ الصِّدِّيقَةِ الْخُمَيْرَاءِ سَلَامُ
اللَّهِ وَرِضْوَانُهُ عَلَيْهِمَا وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ . وَعَلَى أَيْتَانِهِ
الْكَرَامِ سَيِّدَتِنَا الْقَاسِمِ وَعَبْدِ اللَّهِ الطَّيِّبِ الطَّاهِرِ وَ
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى بَنَاتِهِ الْكَرَامِ سَيِّدَتِنَا زَيْنَبَ وَرُقِيَّةَ وَ
أُمِّ كُلْثُومٍ وَفَاطِمَةَ وَعَلَى أَحْفَادِهِ الْكَرَامِ سَيِّدَتِنَا عَلِيَّ
بْنِ أَبِي الطَّحَاصِ وَأُمِّ يَحْيَى أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي الطَّحَاصِ
وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ وَالْحُسَيْنَ وَابْنَتِي عَلِيٍّ
رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ وَعَلَى عَمَّتَيْهِ الشَّرِيفَتَيْنِ
الْبُعْظَمَتَيْنِ عِنْدَ اللَّهِ وَالنَّاسِ سَيِّدَتِنَا أَبِي عُمَارَةَ خَمْرَةَ
وَأَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ وَعَلَى السَّبْتَةِ الْبَاقِيَةِ مِنَ الْعَشِيرَةِ
الْمُبَشَّرَةِ سَيِّدَتِنَا طَلْحَةَ بِنْتُ عُقَيْدٍ اللَّهِ وَالزُّبَيْرِ بِنْتِ
الْعَوَّامِ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي

وَقَاصٍ وَسَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ وَأَبْنَى عُقَيْدَةَ عَامِرِ بْنِ الْجَرَّاحِ
وَعَلَى سَائِرِ الصَّحَابَةِ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ الْأَبْرَارِ الْأَخْيَارِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقَرَارِ
رِضْوَانُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ . رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي
قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ .
اللَّهُمَّ أَنْصِرِ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِينَ بِالْإِمَامِ وَالْخَلِيفَةِ
الْعَادِلِ . اللَّهُمَّ أَنْصِرْ مَنْ نَصَرَدِينِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَاجْزَلْ مَنْ خَذَلَ
الدِّينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ تَعَادُلُوا عِبَادَ
اللَّهِ رَحِمَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ
وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ
يَعْظُمُ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ .

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

اِسْلَام کا قانونِ نکاح



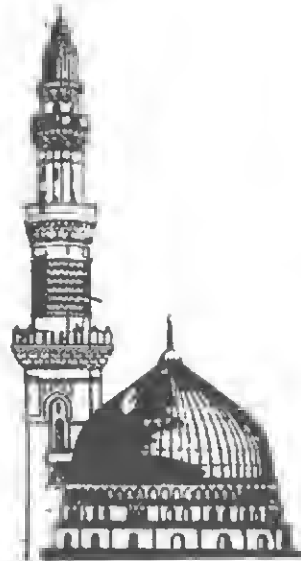
جانشین امیر شریعت حضرت مولانا

سید ابومعجاویہ ابوذر بخاری

کا ایک علمی تبلیغی اور اصلاحی خطاب

بموقع تقریبِ نکاح

(۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۷ اپریل ۲۰۱۷ء) ملتان



اے نبی! آپ کیسے: اگر تم اللہ کو چاہتے ہو، تو

میری چال چلو تاکہ اللہ تم سے پیار کرے

[پ، ع، ع، العارف، ع]



اسلام کا قانون نکاح

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَ سَنَدَنَا وَ قَائِدَنَا الْأَعْظَمَ وَالرَّسُولَ الْأَفْخَمَ مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَلَا رَسُولَ بَعْدَهُ وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ أُمَّتِهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا ط
أَمَّا بَعْدُ!

فَاعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ.

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا. (پ ۴، سورہ نساء، رکوع ۱)

اے لوگو! لحاظ کرتے رہو اپنے اس پالنے والے کا جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اسی وجود سے پیدا کیا اس کا جوڑا اور پیدا کر کے پھیلا دیئے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں، اور لحاظ کرتے رہو اس خدا کا جس کے نام پر ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہو، اور خبردار رہو قریبی رشتہ داروں کے حقوق سے بلاشک اللہ تم پر نگران اور نگہبان ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۶۷)

(۱) اور فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نکاح کرنا میری سنت میں ایک بہتر طریقہ ہے جس شخص نے میرے طریقہ سے روگردانی کی تو وہ میرے گروہ اور امت میں شامل رہنے کا حق دار نہیں ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوا الْوُدَّ وَالْوُدَّ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمْ الْأُمَمَ (مشکوٰۃ جلد نمبر ۲، ص ۲۶۷)

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، محبت رکھنے والی اور زیادہ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھنے والی صحت مند عورتوں سے شادیاں کرو۔ کیونکہ میں قیامت کے دن تمہاری زیادہ تعداد کی بنا پر دوسری امتوں کے مقابلہ میں فخر کروں گا۔

برادران عزیز، معزز حاضرین و خواتین!

ابھی میں نے سورۃ نساء کی ابتدائی آیت کریمہ کی تلاوت کی ہے چند الفاظ میں

مختصر اس کا مطلب اور چند احادیث شریفہ کی ضروری تشریح، سیرت و تاریخ کے حوالہ سے مختصر تفصیل اور نکاح سے متعلقہ چند ضروری مسائل کی بیان کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کا معمول

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قرآن کریم کی دوسری آیات کی طرح اپنی عادت کے مطابق سب سے پہلے اپنا تعارف کرایا ہے اور پھر اسی ترتیب سے باقی احکام کی تفصیل بیان فرمائی۔ اور وہ ترتیب کچھ اس طرح ہے کہ اللہ کریم نے سب سے پہلے قرآن کریم کے اندر اپنا، پھر اپنے پیغمبروں کا اور اپنے فرشتوں کا تعارف کرایا۔ پھر اپنی مخلوق کا تعارف کرایا، اپنے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا تعارف کرایا اور جس غرض کے لئے یہ کتاب اتری۔ اس کا مکمل تعارف بھی کرایا۔ یہاں پر تعارف اور فقط نگاہ سے ہے۔ کیونکہ یہاں پر پیدائش و پرورش، کسی کے مرنے کے بعد یتیمی، اس کے بعد مصائب کا نزول اور اس کی پرورش کا مسئلہ ہے، تو یہاں پر اس مضمون کا ذکر کیا جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور وہ پیدائش کا مضمون ہے یہاں پر اللہ کریم نے اپنا تعارف یوں نہیں کرایا کہ "اس طاقت والے رب کو یاد کرو جس نے آسمان بنایا، جس نے زمین بنائی بلکہ یہاں پر تعارف اس مضمون کی مناسبت سے ہے جس کے لئے یہ سورۃ اتاری گئی (یعنی آدمی کے نکاح و طلاق کے مسائل کی خاطر) تو یہاں تعارف بھی یوں کرایا کہ اپنے "اس رب کو یاد کرو اور اس کا لحاظ کرو کہ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس کے بعد اپنی قدرت سے اس کی باتیں پسلی میں

سے تمہاری جدہ (سب سے پہلی دادی اماں) حواء علیہم السلام کو پیدا کیا اور اس کے بعد ان کی نسل سے تمہاری ہم صنف مخلوق کو اتنا بڑھایا کہ مخلوق اب کائنات کے چپے چپے پر پھیل گئی ہے۔ جب تم کچھ نہ تھے۔ وہ تھا اور اب جب تم بہت کچھ نظر آتے ہو۔ اب بھی ہے اور جب تم کچھ نہیں ہو گے وہ خالق و مالک اللہ پھر بھی ہو گا۔ اس سورۃ میں دو چیزیں بیان کی گئیں ایک تو یہ بتایا کہ اللہ موجد ہے، مخلوق کو پیدا کرنے کا اور موجد بھی ایسا جو بغیر کسی نقشہ کے بغیر کسی کی نقل کے اور بغیر کسی کی ریس کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ دنیا میں بڑے سے بڑا ماہر، کسی چیز میں بڑے سے بڑا فن کار، بہت بڑا مہر سرج سار بغیر نقل کے اور بغیر ایک دوسرے کی ریس کے قدم نہیں اٹھا سکتا۔ جیسے حکماء میں بڑے سے بڑا حکیم اب پیدا ہو تو یقیناً کسی نہ کسی پہلے کی نقل کرے گا۔ افلاطون کی مثال دے گا، جالینوس کا ذکر کرے گا۔ فیثا غورث کا ذکر کرے گا۔ یہ کفار کے دور کی بات ہے، مسلمانوں کے دور میں ابو بکر میمنہ رازی کا ذکر کرے گا۔ ہندوستان میں حکیم ارزانی کا ذکر کرے گا، تو نقل کئے بغیر چارہ نہیں ہے، دور کی بات نہیں اس دور کے حکیم، اجمل خاں کا ذکر کئے بغیر آگے نہیں چل سکتا۔ لیکن اللہ ایک ایسی ذات ہے جس نے پوری کائنات کو پیدا کیا اور اس کے سامنے کسی کا بنایا ہوا نقشہ نہیں تھا کہ فلاں چیز بنی ہوئی ہے اور اسی کے مطابق میں ایک مخلوق پیدا کروں گا۔ وہ خود فرماتے ہیں (بدیع السموات والارض) میں نے آسمانوں اور زمینوں کا نقشہ بھی اپنے علم سے خود تیار کیا۔ اور جتنی دیر میں نقشہ تیار کیا۔ اتنی ہی دیر میں انہیں پیدا بھی کر دیا۔ کوئی بڑے سے بڑا موجد اور طاقت ور یہ قوت نہیں رکھتا کہ ایک سیکنڈ کے کروڑوں حصہ

میں نقشہ بھی بنائے اور اسی سیکنڈ کے کروڑویں حصہ میں نقشہ کے مطابق اس چیز کو پیدا بھی کر دے، یہ سوائے اللہ کے کسی میں طاقت نہیں۔ چنانچہ اللہ کریم نے یہاں سے تعارف کی بنیاد اٹھائی اور سب سے پہلے یہ بتایا کہ اللہ موجد ہے، خالق ہے اور دوسری بات یہ بتائی کہ پیدا تو ایک کو کیا اگر اسی کے اوپر پیدا اُنش روک دیتا تو کوئی کیا کر لیتا؟ اگر آدم کو پیدا کرنے کے بعد اللہ کا منشا و حکمت یہی ہوتی کہ اس دنیا کو یونہی جہل کی طرح چھوڑ دیا جائے تو کس میں طاقت تھی کہ آدم کی اولاد کو بڑھا لیتا اور آج کیسے دنیا کے چپے چپے میں انسان پھیل جاتے؟ چنانچہ اس آیت کریمہ میں یہی بیان فرمایا کہ میں موجد بھی ہوں اور خالق بھی ہوں اور تمہارے وجود اور تمہاری نسل کی پیدائش کا جو سبب ہے، اس سبب کا بھی پیدا کرنے والا خود میں ہوں۔

ہمارے لئے ان آیت کریمہ میں ایک ہدایت یہ بھی ہے کہ ہم دو چیزوں کا احساس کر لیں۔ دو عظیم احسانات کو ہر وقت اپنے دل میں اور اپنی آنکھوں میں حاضر رکھیں۔ ایک یہ کہ خالق کے تصور کو ہر وقت میں زندہ اور تازہ رکھیں کہ اللہ ہی وہ ذاتِ عظیم و جلیل ہے کہ اس کے بغیر کوئی مخلوق پیدا نہیں ہو سکتی تھی اور کسی مخلوق میں یہ گنجائش، یہ طاقت کبھی تھی، نہ ہے اور نہ ہو گی کہ وہ از خود پیدا ہو جائے اور اگر ہم سمجھتے ہیں یا اگر کسی ماہر فزکس، و کیمسٹری، سائنسدان کو غلط فہمی ہے تو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے؟۔ جن چیزوں کے بارے میں کوئی شخص یہ رائے رکھتا ہے کہ وہ از خود پیدا ہو رہی ہیں تو وہ جان لے کہ ان میں درحقیقت پیدائش کی قوت پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ مثال کے طور پر یہ بات مشہور ہے کہ آپ دودھ کا گلاس بھر کر بند کر کے رکھ دیں، تین دن

گزرنے کے بعد اس کی رنگت تبدیل ہو جائے گی اور پھر وہ خون بن چا۔ نہ گا، اسی طرح گوبر کو ایک جگہ بند کر دیں اس کو نکالیں نہیں۔ اس کی بڑاس اس میں موجود رہے۔ اس کی گندگی کی تروتازگی موجود رہے چند دنوں کے بعد یہ گوبر بچھوؤں کا مسکن بن جائے گا۔ کھنے والا کوئی ظاہر بین، مادہ پرست، دھرمیہ، کمیونسٹ، فلسفی یونانی تکیوں کا پیروکار یہ حدیان تک سکتا ہے کہ "یہ از خود ہوا" سوال پھر یہ ہو گا کہ تمہوں میں سے خون بھی تو از خود نہیں نکلا؟ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

نُسَقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ قَرْتٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ (پ ۱۲، س ۱۶)

ہم تم کو پلاتے ہیں ان چوپایوں کے پیٹ سے گوبر اور خون کے بیچ میں سے نکلا ہوا ستھر اودودھ جو خوشگوار ہے پینے والوں کے لئے۔

سائنسی تحقیق یہ کہتی ہے کہ ہر مادین کے اندر اس کی چھاتی میں پیٹ اور معدہ کے درمیان ایک پردہ یا جھلی ہوتی ہے۔ ایک طرف اس کے جسم کے اندر فضلہ الگ ہے۔ ایک طرف خون تیار ہو رہا ہے۔ خون کا خانہ الگ ہے۔ گندگی کا خانہ الگ۔ اس پردہ کے اندر سے خون اور غلاظت کا جو صاف شدہ مواد ہے وہ دودھ کی شکل میں باہر آ رہا ہے، یہ کس نے پیدا کیا؟ یہ قوت کس نے رکھ دی؟ ظاہر ہے کہ خالق و مالک اللہ نے! اور اگر کوئی بے وقوف یہ سمجھتا ہے کہ کچھ چیزیں ہمیں خود سے ہوتی دکھائی دے رہی ہیں تو وہ سمجھ لے کہ وہ خود نہیں ہو رہیں۔ ان کے ہونے کے اندر جو قوت کار فرما ہے وہ پروردگار عالم کا حکم ہے۔ تو

ہمیں اللہ کی دو عظیم نعمتیں یہاں سے ملیں۔ ایک تو اس کے وجود کا تصور اور دوسرے اپنے وجود کا جو اصل مرکز ہے اس کے اظہار کا پتا ہمیں معلوم ہوا اور یہ قرآن کریم کی اس آیت نے بتایا۔ بنی نوع انسان کے لئے یہ نکاح اس رسم کی یادگار ہے۔ جو حضرت آدم اور حضرت حوا علیہم السلام کا نکاح اللہ نے خود کیا اور ان کے بعد ان کی اولاد میں رسم نکاح کو قانون کے طور پر جاری کر دیا کہ جب تک زندہ ہو، اس قانون کی پیروی کرنا، یہی عمل قبول ہوگا۔ اگر میرے حکم کے خلاف ہوا تو اس کو نکاح نہیں مانوں گا۔ میں اس کو زنا اور بدکاری کہوں گا۔ نکاح اور غیر نکاح میں بظاہر فرق کیا ہے؟ مرد اور عورت مل جائیں کٹھے ہوں، عورت کے پیٹ میں بچہ آئے۔ مدت حمل کے بعد وہ پیدا ہو۔ اس کی پرورش ہو۔ وہ دو دھ پیٹے ڈھائی سال کے بعد وہ چلنے پھرنے اور روٹی کھانے کے قابل ہو جائے یہ صورت اس شکل میں بھی ہوگی جب نکاح خوانی کے بعد بچہ پیدا ہو اور بعینہ اس شکل میں بھی ہوگی جب بغیر نکاح کے یہ بچہ پیدا ہوگا۔ نہ عمل میں فرق ہے، نہ صورت میں فرق ہے، نہ نتیجے میں فرق ہے اور نہ فعل میں فرق ہے۔ فرق صرف قانون کے استعمال اور عدم استعمال میں ہے۔ اللہ نے قانون نکاح اس لئے بنایا کہ عمل اور نتیجہ تو پہلے ہی ہو رہا ہے اور نکل رہا ہے لیکن وہ میری مرضی کے خلاف ہے اور وہ سب جہنم کا ایندھن تیار ہو رہا ہے۔ بات میری مانو گے تو تمہیں ظالی تسلیم کروں گا اور اپنا متبع اور اپنا پیروکار مانوں گا اور اگر ایسا نہیں تو جہنم کا ایندھن بن کر جلو گے۔ تمہاری اس نسل کی افزائش اور دنیا کو انسانی وجود کے بوجھ سے لاد لینے کا مجھ پر کوئی اثر نہیں، نہ مجھے اس کی خوشی ہے، بلکہ زمین پر یہ بوجھ تو میرے انتظام اور ناراضی کا سبب ہے۔

رضا مندی کا سبب ہرگز نہیں، تو ہمیں اس آیت کریمہ میں قانون نکاح کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ جب اللہ نے ہمیں آدم اور حوا سے پیدا کر کے ہمارے وجود کا سبب بنایا تو اسی طرح ہماری آئندہ نسل کو بڑھانے کے لئے میاں بیوی کو قانون نکاح کے تحت اکٹھا کر کے ان کی اولاد کے وجود کا سبب مہیا کرنے کا حکم دیا۔ اس سے زیادہ اس آیت کو میں بیان نہیں کروں گا بلکہ اس کے بعد بطور تبرک مجھے چند احادیث شریفہ بیان کرنی ہیں اور پھر میں اپنے مطلب کی طرف آتا ہوں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اللہ کے احکام کو اللہ کی مرضی کے مطابق عمل میں لانے کی سب سے بڑی سند اور اتھارٹی Authority ہیں، تصور ہی سی وضاحت کر دوں کہ اللہ کے نبیوں کا وجود اس کے رسولوں کا وجود کیا ہے؟ اللہ جو کچھ چاہتے ہیں اس کو ان کی مرضی کے مطابق آدمیوں اور مخلوق میں سے جو شخص، جو صنف یا جو نوع، صحیح طریقہ سے اور بہتر سے بہتر ادا کر سکتا ہے۔ اس کی گنگری، (Category) کا اس کمیونٹی (Community) اور اس طبقہ کا نام نبی اور رسول ہے، اللہ کی مخلوق میں نبیوں اور رسولوں سے بڑھ کر نہ کوئی اسے سمجھ سکتا ہے اور نہ اس کی مرضی کے مطابق کوئی کام کر کے دکھا سکتا ہے اور نہ ان سے بہتر کوئی نمونہ بن سکتا ہے، تو جو کچھ اللہ چاہتا ہے اس کے نبی اور رسول اس کو کر کے دکھاتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ نبیوں کو پروردگار عالم نے خود منتخب فرمایا۔ وحی بھیجی اور ان کا براہ راست رابطہ اپنے ساتھ قائم کیا اور پھر اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے ان کو منتخب اور مقرر کیا۔ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طبقہ کے سب سے بڑے اور سب سے آخری فرد عظیم ہیں جن کو اللہ نے اس کام کے

لئے مبعوث فرمایا۔۔۔۔ میں ساتھ ہی ساتھ وہ بات کہتا جاؤں گا، جو کہنے کی ہے۔
کیونکہ تقریب نکاح ہے اور اس سے پہلے بھی میرا معمول اور عادت بن گئی ہے
بفضلہ تعالیٰ کہ جب نکاح کی تقریب ہوتی ہے تو میں نکاح کے متعلق انبیاء علیہم
الصلوٰۃ والسلام اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جو عمل جو معمول اور سنت ہے وہ
میں ضرور بیان کرتا ہوں۔

"نکاح کے معمولات مسنونہ، اور ولادت یحییٰ علیہ السلام"

یہاں دو تین موٹی موٹی چیزیں نوٹ کر لیں، یاد رکھ لیں، سب سے پہلی بات
جو اس آیت کریمہ سے نکلی وہ یہ کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر
ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سوائے حضرت یحییٰ علیہ
السلام کے ایک لاکھ تیس ہزار نو سو ننانوے نبی نکاح کے پابند ہیں۔ فرق
صرف اتنا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام دنیا میں اپنے باپ حضرت زکریا علیہ
السلام کی دعاء کے مطابق پیدا ہوئے۔ یعنی جیسی دعاء مانگی تھی، ویسا ہی بیٹا اللہ
نے عطا فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا تھا اللہ کے حضور کہ بیٹا مانگتا ہوں، جو موسیٰ
علیہ السلام کی نسل کے لئے خرم ہو، میرے خاندان کی آبرو ہو، اور جیسا کہ نبی
نیک ہوتا ہے، نبی ہو اور صلح ہو، فرمایا میرے خاندان کا سردار بن کر جے، یہ
زکریا علیہ السلام نے سو برس کی عمر میں بیٹکل (عبادت گاہ) کے اندر کھڑے ہو
کر فلسطین کی زمین میں بیت المقدس کے قرب کے اندر محراب میں رو کر دعاء
مانگی۔ سحر کا وقت ہو، محراب ہو مسجد کی اور اللہ کا نبی سجدہ میں سر رکھ کر رو رہا
ہو اور اس سے مانگ رہا ہو۔ آپ دعاء کی کیفیت اور قبولیت کا اندازہ خود کر لیں

کہ کیا کیفیت ہوگی، عرض کیا۔
رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ
اے میرے مالک میرے پالنا رکھ مجھے پاکیزہ نسل عطا فرمائیے اور آپ سے بڑھ
کر فریاد سننے والا کون ہے۔

کیا نبی کی نسل بھی ناپاک ہوتی ہے؟ تمہ کے لحاظ سے نسب کے لحاظ سے نبی کی
نسل پاک ہوتی ہے۔ اس کا خون پاک ہے۔ لیکن یہاں مراد ظاہری پاکیزگی نہیں
یہاں مراد باطن کی پاکیزگی ہے۔ اس لئے کہ نبی کا خون تو پاک ہے لیکن پاک
خون اگر پیدا ہو بھی جائے اور اس خون کے اندر ایمان کی آمیزش نہ ہو تو وہ خون
بھی پلید ہو جائے گا۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا کیا نبی کے خون سے پیدا نہیں ہوا؟
اور کیا وہ پاک نہیں تھا؟ یقیناً خون تو پاک ہی تھا لیکن اس کے خون میں کفر کی
آمیزش ہو گئی، جیسے کنواں پاک ہے لیکن اگر اس میں کتا بلا کر کر مر جائے تو پلید
ہو جائے گا۔ پانی کی فطرت پاک ہونا اور پاک کرنا ہے، لیکن جب اس میں کوئی
غلط چیز مل جائے گی تو ایک مدت کے لئے جب تک اس کی صفائی نہ ہو پاک پانی
بھی پلید ہو جائے گا۔ تو زکریا علیہ السلام نے عرض کیا کہ "ذریۃ طیبۃ"
دجئے ایسی اولاد مجھے کہ جس میں کفر اور شرک کی آمیزش نہ ہو۔ ہاں اگر وہ نسب
کے لحاظ سے طہی ہے تو میرے حسب اور میرے منصب کے لحاظ سے بھی طہی
ہو۔ وہ نہ ہو جیسے نوح کے ساتھ ہوا ویسے میرے ساتھ نہ ہو جائے (إِنَّكَ سَمِيعُ
الدُّعَاءِ) اور آپ سے بڑھ کر دعاء سننے والا کون ہے؟ (فَنَادَاهُ الْمَلَكُ إِنَّكَ
لَمَكِينٌ) اپنے پیغمبر کا قصد بھیج دیجئے کہ جاؤ، میرے پیارے بندے زکریا کے کان
میں جا کر کہہ دو کہ بات سن لی گئی ہے اور مان لی گئی ہے، مطمئن رہو۔ تم سو

برس کے ہو اور تمہاری بیوی (قریباً) نوے برس کی ہے لیکن بیٹا دوں گا، بیوی پانچھ ہے ازروئے طب ازروئے سائنس وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں لیکن سائنس کو غلط کرنے والا میں ہوں، طبیعوں کی کھوپڑیاں سیدھی کرنے والا اور میڈیکل سائنس کی تھیوریاں الٹ دینے والا میں ہوں، لوگوں کے بنائے ہوئے قانون کو توڑنے والا میرا قانون ہے، وہ کہتے ہیں نہیں ملے گا، میں نے کہہ دیا ہے عطاء کروں گا! دیکھو کون روکتا ہے مجھے؟

داتا کون ہے؟

"اللہ کو اپنا تعارف کرانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن وہ بتاتے ہیں کہ ان کی صفات سے دنیا آشنا ہو جائے، اباجی (حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ) ایک بات فرمایا کرتے تھے کہ "دنیا میں لوگ جس سے دو روپے، دس روپے، سو روپے، ہزار روپے، لاکھ روپے مل جائیں اس کو داتا کہہ دیتے ہیں، جیسے "داتا گنج بخش" یہ شرعی لفظ نہیں ہے۔ غیر شرعی ہے، آدمی کو داتا کہنا صحیح نہیں۔ غلط ہے، ناجائز ہے، داتا صرف اللہ ہی کی ذات ہے، گنج بخش کو تو خود جو کچھ عطاء ہوا وہ اللہ ہی نے دیا۔ وہ داتا نہیں ہیں۔ داتا کے بندے ہیں، کہنے والے تو پھر خدا کہہ دیتے ہیں مگر یاد رکھو! ہر کبھی ہوئی چیز ماننے کی نہیں ہوتی، سنتے رہو۔ مانو وہی جو اللہ اور اس کے رسول کی آواز کے مطابق ہو۔ ہر کیفیت لوگ کہتے ہیں داتا، لیکن داتا وہ ہے جس میں تین وصف ہوں۔ قرآن کریم کی آیت

(قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِکُ الْمُلْکِ) کا کسی شخص نے ہندی زبان میں نشری ترجمہ کیا ہے۔ جو آج تک کہیں نہیں ملا۔ وہ مجھے اباجی کے سوا کسی نے

نہیں بتایا۔ بچپن میں سنا تے تھے۔ میں بھی سنا دیتا ہوں۔ اگر سن کر یاد رہ جائے تو دعا کر چھوڑنا، زندہ رہوں تو بھی اور اگر مر جاؤں تو بھی دعائے مغفرت کرتے رہنا، ہاں بھائی کچھ پتا نہیں، آدمی جیلے سے بھی زیادہ بے حقیقت اور بے ثبات ہے، اچھا بھلا بیٹا ہو اچانک ہارٹ فیل ہو جاتا ہے اور انسی برس کا بوڑھا بیمار دھکے کھانے کے لئے بچ سکتا ہے اور جوان رعنا ایک منٹ میں ایک جھٹکے کے اندر ختم ہو سکتا ہے، کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ ہر کیفیت، ترجمہ سن لیجئے۔

داتا کے تین گن

داتا کے تین گن ہیں، جب تک تین وصف اس میں نہ ہوں وہ داتا نہیں ہو سکتا، وہ کون سے گن ہیں؟ فرمایا، تم مولوی ہو، تم آیت پڑھو، ترجمہ میں بتاتا ہوں اللہ نے فرمایا ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مُلِکُ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ
وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ
تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

(پ ۳، س ۳ ع ۱۱/۴)

(اردو ترجمہ) اے نبی کہہ دیجئے اے اللہ کائنات کے مالک، آپ دے دیتے ہیں بادشاہی جسے چاہیں اور چھین لیتے ہیں بادشاہی جس سے چاہتے ہیں اور آپ اونچا کر دیتے ہیں جسے چاہیں اور آپ پست کر دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں۔ آپ ہی کے ہاتھ میں سب بھلائی ہے۔ بلاشبہ آپ ہر چیز پر قابو رکھنے والے ہیں۔

(ہندی ترجمہ) اسے اللہ۔ اسے پالنا! سب راج پاٹھ کے مالک، منار کے سب راج پاٹھ کے داتا، تو دے دیتا ہے جس کو چاہے، کیا مطلب؟ جب وہ دینے پر آئے پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہ سکے یہ سب داتا کا پہلا لگن، اور نہ دے تو ساری دنیا دعائیں کر کر کے تنگ جائے زبان سوکھ جائے اور تار گڑ گڑ کر پیشانی گھس جائے نہیں دیتا تو پھر نہیں دیتا، کسی کی ہستی ہے کہ لے کر دکھائے؟ یہ دوسرا لگن ہے، تیسرا لگن یہ ہے کہ جب دے دے اور پھر واپس چھین لے تو واپس کوئی لے نہ سکے۔ اس کو کہتے ہیں داتا۔ ایسا نہ کوئی نہیں ہے نہ کوئی ولی ہے نہ کوئی فرشتہ۔۔۔۔۔ نہ تھا، نہ ہے، نہ ہو سکتا ہے، نہ ہوگا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی جوتیوں کی خاک ہمارے لئے آنکھوں کا سرمہ ہے۔ وہ بھی داتا نہیں ہیں بلکہ داتا کے نمائندہ ہیں، داتا وہی ہے جس نے ان کو بھی پیدا کیا اور ہم کو بھی پیدا کیا۔ سب اچانیاں اسی کے قبضہ میں ہیں جو چاہے کر دے۔ میں بیان کر رہا تھا حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت کا واقعہ اور ضمناً لفظ داتا کی تفصیل و تشریح بھی ہو گئی جو انشاء اللہ فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

یحییٰ علیہ السلام کے ابا جان کی عمر سو برس اور والدہ کی عمر ستر یا نوے برس کے درمیان ہے اور ان کی اماں جان کی عمر، طبعی لحاظ سے، طبعی لحاظ سے، عام روٹین ورک (Routine Work) کے اعتبار سے اولاد کی اہل نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ جب طبیب کہہ چکے ہیں اور خود زکریا علیہ السلام کی اہلیہ کو معلوم ہے کہ میں بانجھ ہوں اور زکریا علیہ السلام بشارت ملنے پر اللہ سے عرض بھی کر رہے ہیں۔ (امراتی عاقل) کہ اسے پروردگار بانجھ ہے میری بڑھی، اس بڑھیا کو

اولاد کیسے ملے گی؟ جواب آتا ہے میں سن رہا ہوں (قال کذا لک) فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ یہ ہے وہ "توتی الملک" کہ جب وہ دینے پر آجائے تو پھر روک کوئی نہیں سکتا "فرمایا کہہ جو دیا یوں ہی ہوگا۔ اس بڑھی کو بیٹا دینے والا تو میں ہوں۔ تم کون ہو دینے والے؟ دوں گا تو میں، تم تماشا دیکھو ہوتا ہے کہ نہیں؟ عرض کیا کہ "کچھ نشانی بنا دیجئے، مجھے کیسے پتا چلے کہ میری بیوی کے پیٹ میں بچہ ہے" فرمایا! "نشانی یہ ہے کہ جب تیری بیوی کے پیٹ میں بچہ آئے گا تو دنیا کی گفتگو نہیں کر سکے گا، تیری زبان بند ہو جائے گی، لیکن جب تو کلمہ پڑھے گا، میرا نام لے گا، جب تو نماز پڑھے گا موسیٰ کی شریعت کے مطابق، تب تیری زبان چلے گی۔ لوگ تجھے سلام کریں گے تو جواب دے گا اور تیری زبان چلے گی اور جہاں دنیا دار تمہاری کیفیت پوچھیں گے اور تم جواب دینا چاہو گے تو زبان نہیں چلے گی۔ یہ نشانی ہے کہ تیری بیوی کے پیٹ میں تیرا بچہ آگیا۔ چنانچہ وہی ہوا کہ جب وہ وقت آیا زکریا علیہ السلام صبح کو اٹھے ہیں۔ بولنے لگے ہیں گھر میں بھی زبان بند، مسجد میں آئے تو زبان بند اور کسی نے پوچھا خیریت ہے؟ تو سر ہلا دیا۔ لیکن جب محراب میں کھڑے ہوئے تو نماز پوری پڑھا دی۔ لیکن جب لوگ سوال کرتے تو جواب نہیں دے سکتے، یقین ہو گیا کہ بچہ آگیا۔ ٹھیک مدت مکمل کے بعد یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ مجھے ان کی ولادت کا قصہ بیان نہیں کرنا تھا۔ مجھے صرف قانون نکاح پر عمل درآمد کے سلسلے میں ان کی سیرت کا یہ پہلو بیان کرنا تھا کہ ایک یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش انوکھی، ان کے لئے دعاء انوکھی دعاء کی قبولیت انوکھی، خود ہی تو مانگا تھا کہ (ذرت طیت) (سیدا و حصوراً و نبیاً من الصالحین) میرا

بیٹا خاندان کا سردار ہو، (حضور ہو) حضور کس کو کہتے ہیں؟ ایک تو ہوتا ہے مطلقاً نیک اور متقی، مگر حضور اس کو کہتے ہیں جس کے دل میں عورت کا تصور بھی نہ گزرے۔ خود ہی تو اللہ سے عرض کیا تھا اور پھر یہ وقت دعاء اس وقت سوچنے کی طاقت بھی تو اللہ ہی دیتا ہے۔ اور ان کے منہ سے نکلتا ہی وہ بات ہے جو ان کی تقدیر میں لکھی ہو۔ غلط بات نبی کے منہ سے نہیں نکلتی۔ اللہ نے صرف زکریا کے گھر میں بیٹا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کی اولاد بھی آگے چلے گی، تو ان کے منہ سے دعاء بھی وہی نکلائی جس میں اتنی ہی اجازت تھی کہ اولاد پائیے۔ میرے گھر کا یہ ماتم تو ختم ہو کہ اولاد کوئی نہیں۔ فرمایا! کہ اولاد دے دوں گا۔ دعاء میں اتنا ہی کہا کہ نبی دیجئے۔ سیداً سردار ہو۔ حضور! ایسا بیٹا ہو کہ جب وہ جوانی کے عالم میں ہو۔ مطلقاً عورت کا تصور بھی اس کے دل و دماغ میں نہ آئے۔ تو پھر یحییٰ علیہ السلام کی سیرت پڑھ لو۔ ان کا مال کیا تھا؟ فلسطین کے اندر شہروں میں نہیں پھرتے تھے۔ بلکہ جنگلوں میں پھرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اس دور میں پیدا ہو چکے تھے ان کو ساتھ لے لیتے تھے اور جنگلوں میں چلے جاتے تھے۔

"حیات عیسیٰ علیہ السلام"

عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ جتنے دن انہوں نے زندگی کے اس دنیا میں گزارے وہ (قریباً) تینتیس برس ہیں۔ (عاش فی الدنيا ثلاثاً وثلاثين) تینتیس برس عیسیٰ علیہ السلام نے اس دنیا میں گزارے۔ بقیہ وقت پھر آکر گزاریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے

تینتیس برس میں ماں کا دودھ چھوڑنے کے بعد جب سے کھانا شروع کیا آگ کی پکی ہوئی کوئی چیز نہیں کھائی۔

ما اکل شیئاً مطبوخاً علی النار وکان اکثر طعامہ الباقلاء

لوبیا، سیم پھلی، اس کے بیج جو تھے ان کو نمک لگا کر کھاتے تھے۔ میں نے ایک عیسائی سے پوچھا جو پادری تھا کہ یہ کہیں لکھا ہوا ہے؟ کہنے لگا میں نے یہ بات آج پہلی دفعہ سنی ہے کسی مسلمان کے منہ سے تو کبھی نہیں سنی تھی کہ عیسیٰ کی سیرت بھی یوں ہوتی ہے، میں نے اس سے کہا کہ تمہیں عیسیٰ کی سیرت اتنی معلوم نہیں، ہمیں جس نے عیسیٰ کی سیرت بتائی ہے اس نے ان لوگوں کی سیرت بھی سمجھیں بتادی جن کی قومیں بھی اپنے ان بزرگوں کو نہیں جانتیں۔ ہمیں بتانے والے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے وہ کچھ بتایا جو اللہ کا بتایا ہوا ہے تم لوگ بتاتے ہو اپنی مرضی کا اور ہم بتاتے ہیں خدا کی مرضی کا۔ بس یہی فرق ہے تم میں اور ہم میں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کھاتے کیا تھے شہوت کے پتے، زیتون کا پھل، سبزیاں، ترکاریاں۔ آگ پر پکی ہوئی چیز وہ نہیں کھاتے تھے۔ روایات میں یوں ہی ہے اور اگر کھاتی ہو تو کوئی قسم نہیں تھی۔

آگ پر پکی ہوئی چیز اسکے لئے معاذ اللہ ناجائز اور حرام نہیں تھی۔ یہ ان کا تقویٰ اور پرہیزگاری تھی، ان کی درویشی اور فقیری تھی کہ وہ دانستہ اس قسم کی زندگی کو بھی عیش سمجھتے تھے، چنانچہ جنگلوں میں وقت گزرا۔ یحییٰ علیہ السلام کا۔

دراصل مجھے یہ بتانا مقصود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ کر اللہ کے نبیوں میں سے رسولوں میں ایک لاکھ تینتیس ہزار نو سو ننانوے بزرگ جو ہیں وہ قانون نکاح کے پابند ہیں۔

"اسرائیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام"

عیسیٰ علیہ السلام کا نکاح نہیں ہوا۔ لیکن جب وہ اتریں گے۔ آخری زمانے میں جس کی تیاریاں شروع ہیں۔ یہودیوں کی سلطنت کا قیام اور نو کروڑ عربوں کی سلطنتوں کا ان کے آگے عاجز ہونا۔ دنیا بھر کی لعنت اور ملامت کی بوچھاڑ کے باوجود ان کی ڈھٹائی جو دوسرے لفظوں میں ثابت قدی ہے۔ سختی جانی، ان کی قوت میں دن بدن اضافہ، اسرائیل کا دن بدن مضبوط و مستحکم ہونا، مسلمانوں کی سرحدوں کے اندر دست اندازی اور جس مورچے پر کھڑا ہونا وہاں سے نہ واپس ہونا، یہ سب نشانیاں ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے نزدیک آنے کی۔

تفصیل میں میں نہیں جاتا۔ ہمیشہ بیان کیا کرتا ہوں یہ میرا من بہاتا موضوع ہے۔ بس اتنا عرض کر دوں کہ یہ سب غلط فہمی ہے۔ کوئی پاکستانی، کوئی ترکی، عربی، فلسطینی، اسرائیل کو ختم نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں نازل نہ ہو جائیں اسرائیل ختم نہ ہوگا۔ صرف ان مسلمان مجاہدوں کے ہاتھوں سے ختم ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کمان میں جنگ کریں گے جن کے سیکنڈ ان کمانڈ ہوں گے امام مہدی، جو حضرت حسن کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کی کمانڈ میں جو جنگ ہوگی۔ اس میں اسرائیل کو شکست ہوگی اور وہ

ختم ہوگا لیکن اس سے پہلے مشرق و مغرب کا کوئی مسلمان اسرائیل کو بلا بھی نہیں سکتا۔ یہ طے شدہ بات ہے۔

حضرت عیسیٰ مزار رسول ﷺ پر

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ وہ جہاں کو قتل کر کے یہودیوں کا خاتمہ کر کے وہ حجاز میں آئیں گے، عرب میں داخل ہوں گے، یہودیوں کا تعاقب کرتے ہوئے تشریف لائیں گے اور فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ اور مکہ کے درمیان ایک جگہ جس کا نام ہے (فج روعاء) فج روعاء سے حضرت عیسیٰ احرام باندھیں گے حج کا یا عمرہ کا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ دونوں کا۔ لیکن بزرگوں کا زیادہ رجحان اور میلان اس طرف ہے کہ ایک احرام ہو گا عمرہ کا اور دوبارہ حج کا مکہ معظمہ میں جا کر، یعنی وہ تمتع کریں گے۔ "قرآن" نہیں کریں گے۔ اس میں آپ جانتے ہیں کہ علماء کی بحث ہے کہ تمتع افضل ہے یا قرآن افضل ہے؟ بعض بزرگوں کے نزدیک حج اور عمرہ کا احرام اکٹھا باندھا جائے۔ تو وہ افضل ہے، بعض کہتے ہیں کہ نہیں، پہلے عمرہ کا باندھو، ایک مستقل ثواب کے لئے حج کے دنوں میں دوبارہ حج کا احرام باندھو۔ اسکے لئے کچھ دن تکلیف برداشت کرو۔ ڈبل تعینت ڈبل ثواب، تو ہمارے جن بزرگوں نے تمتع کا نظریہ قائم کیا ان کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کا احرام بھی دو دفعہ ہوگا۔ حج کا الگ عمرہ کا الگ۔ عیسیٰ علیہ السلام حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں واپس آئیں گے ان کا قیام مدینہ منورہ میں ہوگا۔ آخر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ (فیانتی علی قبری) میرا بھائی اور میرا

دوست عیسیٰ میری قبر پر آئے گا۔ وہ حجرہ مبارکہ جو کسی بادشاہ کے لئے بھی کھولا نہیں جاتا، قبر شریف کی اندر کی وہی چار دیواری جس کی مٹی میں سارے کائنات کا سردار سویا ہوا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اس کا دروازہ کھلے گا۔ اور کسی کے لئے وہ دروازہ نہیں کھلے گا۔ بعض بزرگوں نے تو یہاں تک فرمایا کہ وہ دروازہ معجزہ کھلے گا بغیر کنجی لگانے کے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اندر تشریف لے جائیں گے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضے پر کھڑے ہو کر کہیں گے "الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر صلوٰۃ و سلام ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ فرماتے ہیں (یسلم علی) وہ مجھ پر سلام بھیجیں گے۔ ولاردی علیہ السلام۔ اور میں سلام کا جواب دوں گا۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ سلام کا جواب عیسیٰ علیہ السلام سنیں گے جو ساتھ کھڑے ہوں گے وہ بھی سنیں گے۔ یہ دلیل ہوگی یہ سلام اور جواب اور یہ سننا دلیل ہو گی۔ کہ جس پینمبر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے ساڑھے چھ سو سال بعد ظہور فرمایا اور پھر ان کے آسمان پر اٹھائے جانے اور زمین پر اترنے کا جو اتنا طویل عرصہ ہے۔ اس میں ابتدا میں بتا دیا کہ میری زندگی میں نہیں میرے جانے کے بعد میری امت کے آخری رہنماؤں میں عیسیٰ آئے گا۔ اور وہ یہ کام کرے گا۔ یہ سلام و جواب اس صادق و مصدق صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی صداقت کی دلیل بن جائے گا کہ مکہ اور مدینہ میں جو کہا تھا وہ آج پورا ہو رہا ہے اور جو چشم بینا اور گوش شنوا موجود ہے وہ آنکھوں سے دیکھ لے اور کانوں سے سن لے کہ عیسیٰ کھڑے ہیں اور محمد علیہ السلام قبر شریف میں ہیں۔ وہ بول رہے ہیں اور وہ جواب دے رہے ہیں۔ تو جو کہا گیا اس کی اس دن تصدیق ہوگی

جس دن حضرت علیہ السلام روضہ کے اندر جائیں گے۔

"نکاح حضرت عیسیٰ علیہ السلام"

اس کے بعد مدینہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیام ہوگا (ثم یتزوج) پھر وہ نکاح کریں گے۔ (فیولد لہ) پھر ان کی اولاد ہوگی۔ جو چیز پروگرام میں لکھی ہوئی ہو۔ عملی طور پر چاہے وہ ظاہر نہ ہو۔ عقلی لحاظ سے دلیل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ بالکل فکسڈ پروگرام (Fixed Programme) ہے طے شدہ ہے، سمجھیے کہ یہ ہو چکا ہے، جو چیز عمل درآمد کے لئے طے کر دی جائے دنیا میں ضابطہ یہ ہے کہ پروگرام جب طے ہو جائیں اور وہ ابھی تک واقعہ میں نہ ہوں۔ سمجھے جاتے ہیں کہ ہو گئے۔ کیونکہ طے ہے۔ تو اللہ میاں کا پروگرام بھی طے ہو چکا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا نکاح اللہ کی تقدیر میں لکھا جا چکا۔ محمد کریم علیہ السلام بیان فرما چکے۔ حضور کا شہر عیسیٰ علیہ السلام کا سرال ہو گا۔ حضرت عیسیٰ کی زوجہ محترمہ مدینہ میں سے ہوں گی۔ ان کی اولاد بھی وہیں ہوگی۔ اور جو مہدی حضرت عیسیٰ کے ساتھ مل کر وہاں سے اور یہودیوں سے جہاد کریں گے وہ ابھی آئے نہیں۔ ان کی پیدائش کے آثار بالکل نزدیک ہیں۔ خاص طور پر یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ وہ پہاڑ یا غار میں سے نہیں نکلیں گے۔ حضرت مہدی مدینہ میں پیدا ہوں گے۔ یولد فی المدینہ۔ سادات کے گھر میں اور امام حسن کی اولاد میں سے ہونگے۔ جوانی کے عالم میں لوگ انہیں کھنکھنے لگ جائیں گے کہ آپکی شکل اس علیہ سے ملتی ہے جو جہاد امجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں آپ مہدی تو نہیں؟ تو حدیث میں آتا ہے کہ وہ چھپنے لگیں گے کہ لوگ مجھے سچ بچ

مہدی نہ کہدی، ان کو معلوم نہیں ہو گا کہ میں مہدی ہوں، کیونکہ وہ نبی نہیں ہیں کہ ان پر وحی آئے۔ وہ چھپتے چھپاتے مکہ میں آجائیں گے۔ مکہ میں آکر ایک دن وہ حج کے دوران طواف کر رہے ہوں گے کہ شام کے اولیاء اللہ کے گروہ میں سے ایک شخص طواف کرتے ہوئے کعبۃ اللہ کے جنوبی کونے پر "رکن یمانی" اور مقام ابراہیم کے درمیان ان کا دامن پکڑ لے گا۔ کہ ٹھہر جائیے حضرت، ہم نے آپ سے بات کرنی ہے۔ وہ کہیں گے تم خوانواد کیوں مجھے پکڑتے ہو؟ اور طواف میں مشغول ہونے لگیں گے۔ وہ کہیں گے کہ نہیں پہلے ہماری بات سنیں چنانچہ طواف رک جائے گا۔ ہزاروں انسانوں کی چلتی ہوئی مشین رک جائے گی، ان اولیاء اللہ کا سردار کہے گا کہ آپ کا حلیہ یہ بتاتا ہے کہ آپ امام حسن کی اولاد اور رسول اللہ کے نواسے ہیں اور آپ مہدی ہیں، وہ کہیں گے بالکل نہیں، میں ایک عام مسلمان ہوں۔ آپ میرا پیچھا چھوڑ دیں۔ وہ کہیں گے نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب اولیاء اللہ اصرار کریں گے۔ تب وہ بتائیں گے کہ ہاں میرا نام محمد مہدی ہے۔ باپ کا نام عبداللہ ہے۔ ماں کا نام آمنہ ہے اور میں امام حسن کی اولاد میں سے ہوں۔ مدینہ میں فلال شاخ میں پیدا ہوا ہوں۔ یہاں حج کے لئے آیا تھا۔ فیبا یعنی، چنانچہ سارے کے سارے اولیاء اللہ اور ابدال شام و عراق، امام مہدی کی بیعت کریں گے۔ اس وقت پتا چلے گا کہ مہدی آگئے ہیں۔

"سبائیوں کے تین جھوٹ"

ظہور امام مہدی کے حوالہ سے یہ تین جھوٹ ہیں جو سبائیوں نے امت کے ذمہ لگائے اور تینوں جھوٹ یہودیوں نے امت کے ذمہ لگوائے، یاد رکھیں کوئی

آدمی اب کسی قبر سے یا غار سے ظاہر ہو کر امت کی رہنمائی نہیں کرے گا۔ ایسا کسی نبی کی کتاب و سنت سے ثابت نہیں اور اللہ نے بھی نہیں فرمایا کہ غار سے یا پہاڑ سے کوئی نکلے گا۔ اور تمہاری رہنمائی کرے گا۔ جیسے اور اولیاء اللہ پیدا ہوئے ہیں۔ ایسے ہی امام مہدی پیدا ہوں گے۔ خاندان حسنی ہو گا۔ ان کا نام محمد ہو گا۔ ابا کا نام عبداللہ ہو گا۔ ماں کا نام آمنہ ہو گا۔ اس کی تصدیق خود علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس محراب میں کھڑے تھے یا آپ نے خود کھڑا کر لیا اور فرمایا کہ امام مہدی میرے اس نواسے کی پشت سے پیدا ہوں گے۔

"ابو اسحاق تابعی کی روایت"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی ابو اسحاق تابعی رحمہ اللہ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ کوفہ کی جامع مسجد میں مولائے مومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے تھے اور حضرت حسن کو پاس کھڑا کر لیا۔ اس وقت امام حسن جوان تھے۔ جوان رعنا تھے پینتیس چھتیس برس کی عمر تھی۔ شباب تھا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو تین دفعہ بیٹے کو خطبہ دیتے ہوئے یوں دیکھا اور پھر حاضرین سے پوچھا (ارائیتم) تم نے دیکھا کچھ؟ کہنے لگے نعم یا امیر المؤمنین، آپ نے حسن کو دیکھا ہے، کہنے لگے میں نے ایسے ہی نہیں دیکھا، یوں ہی ایک وقت تھا۔ جمعہ کا دن تھا، جیسے میں آج منبر پر ہوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے۔ جیسے یہ میرا بیٹا جوانی کے عالم میں میرے سامنے محراب میں ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بچپن

میں تھا۔ تو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اس دن فرمایا تھا۔ اس بیٹے کے متعلق میں آج کہتا ہوں، تم سن لو۔ انہوں نے فرمایا تھا۔ یولد من صلب ابنی هذا۔ میرے اس بیٹے کی پشت سے مہدی پیدا ہو گا۔ میں نے حسن کو ایسے نہیں دیکھا، میں نے حضور کی نقل کی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن میں حسن کو دیکھا، میں نے جوانی میں، میں نے نقل کی حضور کی، سنت کی پیروی کی۔ جیسے حضور نے فرمایا تھا۔ میں نے ویسے ہی نقل کر دیا۔ انہوں نے حسن کو ایسے دیکھا ایک دفعہ یا دو تین دفعہ اور آگے فرمایا (یواطنی اسمہ اسمی) اس حسن کی اولاد سے پیدا ہونے والے میرے بچے کا نام میرے نام جیسا محمد ہو گا (واسم ابیہ اسم ابی) اور دوسری روایت میں شاید یہ بھی آتا ہے کہ (واسم امہ اسم امی) اس کے باپ کا نام میرے باپ جیسا ہو گا۔ یعنی عبد اللہ اور اس کی ماں کا نام میری ماں جیسا ہو گا یعنی آمنہ۔ یہ روایت ابواسحاق تابعی کی ہے۔ جو شاگرد ہیں، ساتھی ہیں، دوست ہیں، جناب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کے (رضی اللہ عنہ) امت کا اس روایت پر اجماع ہے۔ اتفاق ہے یہ روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتی ہے۔ کوئی دیوالائی و ڈرامائی روایت امت کے عقیدہ کے مقابلہ میں حجت نہیں ہو سکتی۔ پاؤں کی ٹوکروں سے اڑا دینے کے قابل ہے۔ تین جھوٹ ہیں۔ جو امت کے ذمہ لگائے گئے کہ مہدی پیدا ہو چکا، اصحاب کھٹ کی طرح سویا ہوا ہے، دس ہزار سال یا نو ہزار سال کے بعد آئے گا۔ ہمیں ایسے مہدی کے متعلق سوچنے کی بھی ضرورت نہیں۔ قرآن اس کے پاس ہے۔ اگر قرآن اس کے پاس ہے تو کیا ہم گرنے لے کر بیٹھے ہوئے ہیں یا بائبل؟ الحمد للہ قرآن تو ہمارے پاس ہے۔ مہدی کون سا قرآن

لے لے گا؟ مالا لکھ مہدی خود وہی قرآن آکر پڑھے گا۔ جو حضرت ابو بکر۔ نے جمع کیا۔ بچپن سے وفات تک جس کو ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب نے اپنے گھر میں جمع کیا، جس کو عثمان نے بین الدفتین قریش کی فصیح لغت پر جمع کر کے اسکی نقلیں پورے عرب میں بھجوائیں، امام مہدی خود اسی قرآن کے محتاج ہو گئے۔ وہ اپنا کوئی الگ قرآن لے کر نہیں آئیں گے اور اگر کسی کا الگ کوئی قرآن ہے تو پھر وہ اس کے اپنے لئے ہو گا۔ ہمیں کسی شخص کا قرآن، کسی خاندان کا قرآن، کسی قبیلہ کا قرآن نہیں چاہیے، ہمیں وہ قرآن چاہیے جو لوح محفوظ میں ہے جو اللہ کے علم میں ہے جو تتیس برس میں مکہ کے اندر غار حرا سے شروع ہو کر حضور کی اونٹنی قصوا پر اترا ہے اور پھر مکہ میں ہی جس کا نزول عرفات کے اندر حجتہ الوداع کے موقع پر مکمل ہوا ہمیں تو وہ قرآن چاہیے۔ محمد مہدی بھی اسی قرآن کے محتاج ہوں گے۔ یہ تین باتیں ہمیشہ کے لئے ذہن نشین کر لیجئے کہ روافض کے جھوٹ کے مطابق امام مہدی ظاہر نہیں ہوں گے، بلکہ پیدا ہوں گے! دوسری بات! حسینی نہیں ہوں گے، حسنی ہوں گے۔ تیسری بات یہ کہ وہ کوئی نیا مذہب لے کر نہیں آئیں گے بلکہ امت محمدیہ علی صاحبہا السلام والتسمیہ اور ابو بکر صدیق سے لے کر وحشی بن حرب تک ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو دین وراثت میں ملا ہے۔ محمد مہدی بھی آکر اسی دین پر عمل کریں گے، تین باتیں، چوتھی بات جو علماء امت نے کہی۔ جسکا حدیث سے تعلق نہیں قیاس ہے۔ گمان غالب سے جس کا تعلق ہے کہ اس وقت بھی دنیا کی ۳/۴ آبادی اہل سنت والجماعت اور مسلک حنفی کی پیروکار ہے۔ دنیا کی ۳/۴ مسلمان آبادی اللہ کی تقسیم سے، اللہ

کے ہاں مقبولیت کی وجہ سے امام ابو حنیفہ کے مسلک کی ماننے والی ہے۔ اس کی روشنی میں علماء فرماتے ہیں کہ جب اجماع امت کے مطابق مہدی عمل کریں گے چونکہ اجماع امت ابو حنیفہ کے مسلک کے مطابق ہے۔ ہمارا خیال ہے اور گمان غالب یہ ہے کہ جب امام مہدی آئیں گے اہل سنت والجماعت کے امام ہوں گے اور مذہب ابو حنیفہ کے پیروکار ہوں گے تو یہ تین جھوٹ ہیں، انہیں کھنچ دیجئے اپنے دماغوں سے، اللہ کے رسول پر تمہمت ہے۔ قرآن پر تمہمت ہے، حدیث رسول پر تمہمت ہے، پوری امت کو جھوٹا کہا جا رہا ہے اور جو پوری امت کو جھوٹا کہنے اس سے بڑا کائنات میں کذاب ابن کذاب اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ امت محمدیہ گنہگار ہو سکتی ہے۔ فاسق و فاجر ہو سکتی ہے۔ بدکار ہو سکتی ہے، لیکن خدا اور رسول کو جھوٹا بھی کہے اور امت بھی ہو؟ ایسے ملعون کو اللہ اور اللہ کا رسول امت میں شمار کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

نکاح کی اہمیت:

نکاح وہ چیز ہے جس کے ایک لاکھ تیس ہزار نو سو ننانوے نبی پابند ہیں۔ حضرت عیسیٰ کا نکاح تقدیر میں ہو چکا ہے تو عملاً بھی ہوا ہی سمجھو۔ اگرچہ عملی طور پر ظہور میں کب آئے گا، جب دجال ختم ہو جائے گا۔ کائنات کے آخری دور میں اسلام عملاً نافذ ہو جائے گا۔ اس وقت میں انشاء اللہ عیسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہو گا۔ یہ سنت انبیاء ہے۔ مرد بھی سن رہے ہیں اور عورتیں بھی سن رہی ہیں۔ اس لئے تفصیل میں نے دانستہ بیان کی ہے ان باتوں کو ہمیشہ یاد رکھیں کیونکہ ان کا تعلق دین کے بنیادی عقائد سے ہے۔ اس میں عورتوں اور

مردوں کی کوئی تخصیص نہیں۔ کوئی نبی ایسا نہیں جس نے نکاح نہیں کیا سوائے یحییٰ علیہ السلام کے، کیونکہ ان کے لئے خاص دعا مانگی گئی تھی اور وہ قبول ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مختلف انبیاء نے مختلف اوقات میں مختلف نکاح کئے۔

"نکاح حضرت داؤد علیہ السلام"

بائبل کی جو تشریح ہے اور اہل سنت والجماعت کا اکثریتی لٹریچر، حدیث مبارک اور سیرت و تاریخ کا لٹریچر اس کی تصدیق کرتا ہے کہ حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک سو بیویاں تھیں۔ ایک سو بیویاں۔ کیا یہ صرف اولاد کے لئے تھیں؟ ہرگز نہیں، لہذا ان لوگ ہمارے دماغوں میں فوراً انجکشن لگاتے ہیں کہ واہ کیا عشق پرستی ہے، عجیب دین ہے، عجیب مذہب ہے، سو بیویاں، کیا کرتے ہوں گے، حضرت داؤد علیہ السلام؟ ان عقل کے اندھوں کو یہ معلوم نہیں کہ وہ سو بیویاں کئی لاکھ بنی اسرائیل کی ماؤں کی استاد تھیں۔

وہ نبیوں کی بیویاں ہیں اور ایک ایک بیوی خود دار العلوم ہوتی ہے۔ نبی کی بیوی صرف اس لئے نہیں کہ وہ اولاد پیدا کرے۔ داؤد علیہ السلام کا حلیہ ازروئے بائبل پتلا سا وجود ہے، اور پیٹنمبروں میں سے جس پیٹنمبر کا قد چھوٹا ہے وہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ جب نبوت ابھی نہیں ملی تھی، داؤد علیہ السلام کو تو انہیں فوج میں کوئی بھرتی نہیں کرتا تھا۔ جناب طالوت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ کمزور بچہ، یہ کیا جنگ لڑے گا؟ یہ بے چارہ تو ہتھیار اٹھانے سے بھی معذور ہے۔ لیکن ان کو معلوم نہیں تھا، چونکہ وہ نبی نہیں تھے، وہ بعد میں

صحابی ہوئے۔ جنگ میں جب داؤد کو دیکھا تو پہلوان پیچھے رہ گئے، یہ پہلا دبا چھریرا آدمی مار دھاڑ کرتا ہوا، صفوں کو چیرتا ہوا آگے نکل گیا اور وقت کے سب سے بڑے پہلوان کو چت کیا، قرآن میں اس کا ذکر ہے (وقتل داؤد جالوت) داؤد نے جالوت کو مارا۔ جس کو مارنے سے بنی اسرائیل کے پہلوان ڈرتے تھے۔ جب یہ دیکھا تو پھر داؤد کی قدر آئی حضرت طالوت کو اور پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے حضرت داؤد کو پیغمبری بھی ملی۔ اور جب طالوت رخصت ہوئے تو ان کے قائم مقام کے طور پر داؤد علیہ السلام کو سلطنت ملی۔ سلطنت مل گئی تو وہ مستقل بادشاہ ہوئے۔ ان کو خلافت بھی دی گئی اور نبوت بھی دی گئی۔ دونوں نعمتیں ان کے قدموں میں ڈال دی گئیں۔ اور معجزات بھی دیئے گئے۔

"نکاح حضرت ابراہیم علیہ السلام"

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو بیویاں ازروئے قرآن و ازروئے سیرت و تاریخ اور ازروئے بائبل ثابت ہیں۔ پہلی بیوی حضرت "سارہ" سیدنا اسحاق علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اماں ہاں تھیں۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام سر تشریف لے گئے تو وہاں کے بادشاہ نے بد معاشی کا ارادہ کیا۔ اور حضرت سارہ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ تین دفعہ ہاتھ ڈالا تین دفعہ مفلوج ہوا۔ یہی معجزہ دیکھ کر اس نے توبہ کی۔ اور پھر اپنے خاندان کی ایک لڑکی جس کا نام حاجرہ تھا، ان کو دیدی یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا شاید آپ کو کوئی عیسائی مبلغ، پادری یا ان کا کوئی مبلغ شبہ میں ڈالنے کی کوشش کرے۔ کبھی بھی کوئی یہودی یا کوئی عیسائی مؤرخ اصل بائبل کی عبارت کبھی نہیں

سنائے گا۔ اصل بائبل میں میں نے خود پڑھا ہے عربی رسم الخط میں لکھی ہوئی ہے (ہا غاربتی شفحہ) کہ باجرہ اس کے خاندان کی بیٹی تھی اس کی باندی نہیں تھی۔ عبرانی میں بیٹی کو بتی کہتے ہیں اور (ہاغار) تلفظ ہے باجرہ کا، (یعنی ہاغار بتی شفحہ) باجرہ اس کے خاندان اور اسکے اپنی طرف کی بیٹی تھی۔ باندی نہیں تھی۔ عیسائیوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی بدولت ہمارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طہر کرنے کی کوشش کی۔ کہا کہ ہاں، معلوم ہے ابراہیم کی ایک باندی تھی اس کی اولاد۔ حالانکہ باندی ہونا بھی کوئی جرم یا عیب نہیں، وہ بھی خدا کی مخلوق ہے، لیکن یہ جھوٹ ہے عیسائیوں نے لاکھ چھپانے کی کوشش کی۔ یہودیوں نے لاکھ فریب کی کوشش کی۔ لیکن باجرہ کی عزت پھر بھی بلند ہے۔ خود تحریف کی ہوئی بائبل چسخرہی ہے۔ کہ باجرہ باندی نہیں تھی شہزادی تھی بادشاہ مصر کے اپنے خاندان کی عورت جو اس بادشاہ نے تو پکڑنے کے بعد حضرت سارہ کی سوکن کے طور پر حضرت ابراہیم کے سپرد کی۔ چنانچہ انہی حضرت باجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے۔ تو دو بیویاں حضرت سارہ اور حضرت باجرہ حضرت ابراہیم کی ثابت ہوئیں۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعداد تیرہ ہے جن میں گیارہ آزاد اور دو باندیاں تھیں۔ ان کے نام ذہن نشین کر لیجئے۔ (۱) حضرت خدیجہ۔ (۲) حضرت سوود بنت زمعہ۔ (۳) حضرت عائشہ بنت ابوبکر،

(۳) حضرت حفصہ بنت عمر، (۵) زینب ام المصائب، (۶) ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان، (۷) صفیہ زینب بنت حبیبی ابن الخطاب (۸) زینب بنت جحش (۹) جویریہ بنت نضر، (۱۰) ریحانہ بنت شمعون، (۱۱) میمونہ بنت حارث (۱۲) ماریہ القبطیہ (۱۳) ام سلمہ بنت ابی امیہ - رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین ہمیں یہ نام تو یاد نہیں رہتے اور اگر یاد ہیں تو پیشہ ورفا حشاؤں، فلمی ایکٹرسوں اور ناچنے والیوں کے۔ شریفوں اور کنواروں کے گھروں میں ہمیں یہ نام لیتے ہوئے پسند آ جانا چاہیے۔ لیکن ہمیں دیوثی اور بے غیرتی کی دیمک چاٹ رہی ہے۔ زانی اور بدکار عورتوں کے گانوں سے ہماری صبح کا افتتاح ہوتا ہے اور جب رات کے بارہ بجے مردار ہو کر ہم بستروں پر گرتے ہیں۔ تو زانی اور بدکار عورتوں کے گانے سن کر مردار ہوتے ہیں۔ فرشتے لعنتیں بھیج کر جاتے ہیں۔ اپنے گھروں کو پاک کرو (لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا) اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ خدا کے عذاب سے ڈرو، اہمات المؤمنین کے نام لے کر سو جاؤ، نبی کی بیٹیوں کا نام لے کر سو جاؤ گھر بہشت بن جائے گا۔ نبی کی اہل اولاد کا نام لے کر سو جاؤ، مجھے یقین ہے کہ روح پاک ہو جائے گی زندگی میں جنت میں پہنچ جاؤ گے۔ حضور غنیہ السلام کے پانچ چھ دادوں کے نام یاد کرو، علماء نے لکھا ہے کہ پانچ پشتوں کے نام یاد کرنا ازروئے اخلاق واجب ہے، امت پر اور ہمارا یہ حال ہے؟ ہم کیا یاد کریں گے نبی کے گھر آنے کے نام، میں آپ سے با وضو عرض کرتا ہوں کہ میں نے چٹکشی کے طور پر یاد کرنے کی کوشش کی ہے، اب بھی یاد ہوتے نہیں، میرا حافظہ کمزور ہے، میرا جی

تو یہ چاہتا ہے کہ مجھے سب صحابہ کے نام یاد ہوں۔ ان کی ہو بیٹیوں کے نام یاد ہوں، یہ بھی دین ہے لیکن ہم کون سے نام یاد کرتے ہیں؟ جن کا تذکرہ میں نے ابھی کیا ہے۔

آپ اس کو معمولی کام سمجھتے ہیں، آپ کو معلوم نہیں ہے۔ گیارہ سو برس کی محنت کے بعد۔ سہائیوں نے تبرائیوں نے، رافضیوں نے، ہمارے دماغوں سے، ہمارے دلوں سے، ہمارے گھروں سے، ہماری کتابوں سے، ہمارے سکولوں اور کالجوں کے کورسوں سے ان ناموں کو کھرچ کر باہر نکال دیا ہے۔ جو سازش ہم سے روا رکھی گئی ہے ہمیں اس کے نتائج کا احساس اور اندازہ نہیں۔ یہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہے کہ ہم زندہ ہیں۔ دشمن نے کوئی کھی نہیں چھوڑی تھی ہمیں تباہ و برباد کرنے میں۔

ایک خاندان کے چند مصنوعی دس بارہ نام ہمارے گھروں میں ڈال کر ڈیڑھ لاکھ صحابہ، تیرہ ازواج مطہرات، چار بیٹیاں، تین صاحبزادے، تیس بتیس سائے تیس بتیس سائیاں سر، ان سب کے نام مو کر دینے دشمن نے ہمارے ذہنوں سے، نبی کے گھر آنے سے یہ رشتہ کاٹا ہے ہمارا اور ہم خوش ہیں؟

صیاد مطمئن ہے کہ کاٹا نکل گئی

مچھلی خوش ہے کہ میں گوشت کھا رہی ہوں اور صیاد خوش ہے کہ گوشت لگے ساتھ کاٹا بھی اس کے حلق میں چلا گیا، آپ کو کیا علم ہے کہ کس طرح اٹے استرے سے حجامت ہو رہی ہے۔ اپنے باپ دادا کا نام یاد رکھنا ضروری نہیں، یاد رکھیے کہ اگر تخم کا ثبوت ظاہری باپوں کا نام یاد رکھے بغیر نہیں مل سکتا تو پھر جس کو محمد کریم علیہ السلام کے ساتھیوں، ان کی گھر و خیموں اور ان کی اہل

اولاد کے ناموں سے کوئی تعلق نہ ہو، اس کا ایمان بھی حلالی نہیں، یاد کریں، یاد کرنے کی کوشش کریں۔ یہ سب نکاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ عورتیں آزاد تھیں۔ آزاد گھروں سے آئیں ایک آدھ عورت دنیاوی رواج کے طور سے باندی تھی۔ اسے آزاد کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم میں داخل کیا۔

ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا

ریحانہ بنت شمعون بنو قریظہ کے یہود میں سے آئیں۔ حجتہ الوداع کے بعد ایک مہینہ یا اکیس دن زندہ رہ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ غم میں ہی ختم ہو گئیں۔ ماں باپ سے جدائی، صدمہ، کوئی بچہ نہیں تھا، جو تھا وہ پہلے مر گیا، علماء نے مختلف وجوہ بیان کی ہیں۔ بعضوں نے یہ کہا ہے کہ اگرچہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آگئیں لیکن انہیں قبیلہ سے جدا ہونے کا، ماں باپ کے مرنے کا، قبیلہ کی تباہی کا اتنا غم تھا کہ وہ غم ان کی بیماری بن گیا، ہو سکتا ہے، طبعی غم تو ہوتا ہی ہے؟

"حضرت صفیہ بن حبیب رضی اللہ عنہا"

خیبر کے یہودی خاندان سے تعلق تھا۔ ان کا یہودی خاوند، باپ اور دیگر کئی رشتہ دار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں غزوہ خیبر کے میدان میں قتل ہوئے۔ وہ مدت تک رویا کرتی تھیں اپنے بزرگوں کو یاد کر کے۔۔۔۔۔ اپنے باپ دادا تو یاد آتے ہی ہیں، یہ اور بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا خاوند ان کو نصیب ہوا۔ لیکن رشتہ اور خوں کا

تعلق تو ختم نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک کو اپنے ماں باپ یاد آتے ہیں۔ فتح خیبر کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے جنگی قیدیوں کو تقسیم کے لئے جمع کیا تو وہ صحابی کہ جبریل علیہ السلام انسانی صورت میں جب بھی آتے تو اکثر انہی کی شکل میں نازل ہوا کرتے تھے۔ یعنی حضرت "ذحیہ بن خلیفہ کلبی"۔ (رضی اللہ عنہ) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قیدیوں میں سے ایک باندی مجھے بھی عطاء فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور خود ہی کوئی ایک باندی لے لو۔ چنانچہ وہ گئے تو "صفیہ بنت حبیبہ ابن اخطب" کو چن لیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر بعض صحابہ نے حضور سے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! یہ لڑکی بنو قریظہ اور بنو نضیر کی سردار عورت ہے اور یہ آپ کے سوا کسی اور کے لائق نہیں، تب حضرت ذحیہ کو فرمایا کہ "صفیہ کی جگہ کوئی دوسری باندی لے لو، اس کے بعد آپ نے ان کو آزاد کر کے امہات المؤمنین میں شامل کیا اور اُمت سے پردہ کرا دیا۔

حضرت ریحانہ بنت شمعون اور ماریہ قبطیہ یہ دونوں عورتیں باندیاں تھیں جن کو آزاد کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل کیا گیا بقیہ عورتیں سب آزاد تھیں۔ ان میں ایک دو بیبیاں جب صحابہ کے ساتھ جنگ ہونی کفار کی، اس میں قید ہو کر آئیں پھر ان کو فدیہ دے کر آزاد کیا گیا۔

"حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا"

"ابی بنی جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار" طائف کے محاصرہ اور بنو ہوازن سے ٹکر لینے کے بعد غزوہ بنی المصطلق میں دس یا بارہ ہزار قیدی جو صحابہ کے حصہ

میں آئے ان میں بی بی جویریہ بنت حارث بھی تھیں اور حضور کے صحابی حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ صحابہ نے جا کر ثابت سے کہا تو وہ آئوہ آئوہ ہو گئے۔ اس سے پہلے ثابت جویریہ سے مکاتبتہ طے کر چکے تھے۔ اس میں پھر دو روایات ہیں۔ ایک یہ کہ جویریہ کے والد نے آکر عرض کیا کہ میری عزت کا سوال ہے میری لڑکی کو آزاد کر دیجئے۔ پھر خود فد یہ دے کر آزاد کرا لیا اور حضور نے نکاح کر لیا اور دوسری روایت جو زیادہ صحیح ہے کہ صحابہ نے جب عرض کیا تو آپ نے سیدہ جویریہ سے استفسار کیا انکی رائے لی تو بولیں کہ میں آپ کی خدمت میں آنے کو تیار ہوں، تو حضور نے از خود بدل مکاتبت ادا کر کے ان کو آزاد کیا اور پھر نکاح کر کے امہات المؤمنین میں شامل کیا اور امت سے پردہ کرا دیا ان کا پہلا نام برہ تھا آپ نے تبدیل کر کے جویریہ تجویز کیا۔

"حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا"

بی بی ماریہ قبطیہ جب آئیں تو بے پردہ تھیں، جوان تھیں حسین تھیں، ازواج مطہرات میں ان کا حسن مشہور ہے۔ جن لوگوں نے اس وقت انہیں دیکھا یا جن عورتوں نے گواہی دی وہ کہتی ہیں کہ حضور کی ازواج مطہرات میں جو مائیں ہیں امت کی۔ ان میں سب سے زیادہ لمبے اور حسین بال جن کے تھے وہ ماریہ قبطیہ تھیں، اور ان کے بطن مبارک سے حضور کے صاحبزادہ تولد ہوئے، ابراہیم --- جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے سیدہ ماریہ باندی تھیں۔ مصر کے عیسائی گورنر مقوقس نے بھیجی

تھیں، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ۔ روغن زیتون بھیجا، روغن بلسان بھیجا، وہاں کے موزے بھیجے، عبا بھیجی، قبا بھیجی، مصالحہ جات بھیجے، کھانے پینے کی چیزیں بھیجیں۔ دو باندیاں بھیجیں۔ (شیریں اور ماریہ) شیریں حضور کے صحابی حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دے دی گئیں اور حضرت ماریہ حضور کے گھر میں آگئیں حضور نے ان کو آزاد کیا۔ ان کو امہات المؤمنین میں شامل کیا اور پھر ان کا امت سے پردہ کرا دیا۔ بعد میں ان کو علیحدہ مکان لے کر دیا، جہاں یہ فرزند ابراہیم پیدا ہوئے۔ حضور کے گھر میں آنے والی عورتیں تیرہ ہیں، داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں ہیں، بقیہ پیغمبروں کی اللہ جانے یا وہ پیغمبر جانیں، جو معلوم ہو سکا پیش کر دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

"نکاح سنت انبیاء ہے"

اس طویل تمہید اور واقعات کو بیان کرنے سے میرا مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ نکاح رسم نہیں، نکاح زندگی کی بنیاد ہے۔ نکاح آئندہ نسلوں کو اپنے وجود کا سبب بنانے کے لئے آدم و حوا کی سنت اور خدا کا قانون ہے۔ معاشرت انسانی کو برقرار رکھنے کے لئے دو جانوں کو غلام تیسری نسل کی افزائش اور پیدائش کا اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا الہامی ذریعہ ہے۔ یہ ہے نکاح کی غیر معمولی حیثیت، تو اللہ کے تمام نبی نکاح کے پابند تھے، بہ جزیحی علیہ السلام کے، مسئلہ سمجھ لو، کوئی فقیر ماریہ عمر نکاح نہ کرے سنت نہیں، ایک فقیر نکاح کی مذمت کرے وہ فقیر نہیں، جہلناز ہے، مکار ہے، کوئی بھنگی چرسی ہوگا، خراڑی ہوگا، نکاح کی مذمت وہ شخص کر سکتا ہے جو درپردہ بد معاشی کرے، بدکاری

کرے اور ظاہر میں جتنی سستی ہے، نبی کا پیروکار نکاح کی برائی نہیں بیان کر سکتا۔ نبی کی پیروی کرنے والا نکاح کی تعریف کرے گا، ہاں! ایک شخص اگر اللہ کی وی ہوئی قوت کے ساتھ ساری عمر برائی سے بچ سکتا ہو اور بچ جائے، یہ اس کے لئے ذاتی طور پر اچھا ہے افضل پھر بھی نہیں، افضل پھر بھی یہی ہے کہ نکاح کرے، نکاح صرف اس لئے نہیں ہے کہ اولاد ہی پیدا ہو، نکاح اس لئے ہے کہ اللہ کے قانون کے مطابق نسل انسانی کی افزائش ہو۔ ورنہ پروردگار عالم اپنے نبیوں کو کسی ایسے کام کا حکم نہ دیتے جو نیکما بے مقصد اور فتنوں ہوتا۔ اللہ کریم نے اپنے پاک پیغمبروں کو وہ کام بتائے جو دنیا میں بہتر سے بہتر ہیں۔ کوئی برا کام نبیوں کو نہیں بتایا گیا۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ نبی جو کام کرتے ہیں وہ شریعت بن جاتا ہے۔

"نبی کا ہر فعل شریعت ہے"

نبی جس طریقے سے بیٹھ کر پیشاب کرے، وہ شریعت دیکھ لو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حکم دیا۔ کیا فرمایا

میری امت والو، قیامت تک کا قانون سن لو، جب پیشاب پانخانے کے اندر بیٹھو نہ منہ اس طرف کرو نہ پیٹھ اس طرف ولكن شرقوا وغربوا، ہاں بیٹھ جاؤ، شمال کی طرف رخ کر کے تو تمہارے دائیں ہاتھ شمالی طور پر کعبہ آجائے گا۔ یا اس طرف بیٹھ کر لو جنوب کی طرف، تو تمہارے جنوب میں کعبہ آجائے گا۔ کعبہ اپنے جگہ رہے گا۔ یا پیٹھ شمال کی طرف کر لو یا جنوب کی طرف۔ اس طرف نہ منہ کرنا ہے نہ پیٹھ کرنی ہے یہ حکم آگیا یہ شریعت ہو گئی۔ نبی کا ہر

فعل شریعت ہے۔ اگر نبی نکاح کا بایکاٹ کر دیتے تو نکاح کا بایکاٹ شریعت بن جاتا اور اگر ایسا کام ہو جاتا تو نبی باقی نہ رہتے۔ کیونکہ اللہ کا قانون اور فیصلہ یہ تھا کہ مخلوق قیامت تک پیدا ہو اور اگر نبی بایکاٹ کرتے تو معاذ اللہ اس کا یہ مطلب ہوتا کہ وہ خدا کے قانون کی مخالفت کر رہے ہیں۔ نبی ایسی مخالفت کر نہیں سکتا۔ لہذا نبیوں نے بایکاٹ نہیں کیا تو سنت انبیاء خدا کے قانون کے مطابق یہ نکاح ضرور ہونا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارک سے نکاح کی اہمیت واضح ہوتی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغْضُ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَى لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّ لَهُ وَجَاءً مَّتَّقٍ عَلَيْهِ.

(مشکوٰۃ ۲۶۷، جلد ۲، کتاب النکاح)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نوجوانوں کے گروہ! جو شخص تم میں سے نکاح کا بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ شادی کرے اس لئے کہ نکاح غیر عورت سے نظر کو روکنے اور شرم گاہ کو بدکاری سے محفوظ رکھنے کا زبردست ذریعہ ہے، اور جو شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا، تو پھر اس پر لازم ہے کہ (نفل) روزے رکھے، کیونکہ وہ اس شہوت کے توڑنے کا ذریعہ ہے۔ بتانا صرف یہ تھا کہ کوئی شخص کتنا ہی مستی پر ہیزگار کیوں نہ ہو جائے۔ اسکے

لئے نکاح پھر بھی افضل ہے اور اگر افضل نہ ہوتا تو حضور علیہ السلام نکاح نہ کرتے۔ ایک نکاح نہیں متعدد نکاح نہ کرتے۔

"مہر شرعی"

یاد رکھیے! مہر نکاح میں واجب ہے کم سے کم مہر جس سے کم شریعت کے اندر ہوتا نہیں وہ دس درہم ہیں۔ دس درہم، سواتین ماشے کا ایک درہم، زیادہ سے زیادہ کر لو تو ساڑھے تین ماشے، ویسے ساڑھے تین ماشے سے زیادہ ہوتا نہیں عام حالات میں لیکن یہاں کا ہمارا جو قدیم الرنج وزن ہے (چار آنے پائی) اسکو کم کر کے علماء نے جب اس کی تحقیق کی تو وہ تقریباً ساڑھے تین ماشے تک بنتا ہے۔۔۔۔۔ دس درہم سے کم میں مہر نہیں ہوتا کیا مطلب؟ اگر کوئی شخص نکاح کرنا چاہے اور وہ کہے کہ غریب آدمی ہوں۔ میں کچھ نہیں دے سکتا، مزدور ہوں چوٹی روز کماتا ہوں میں نے دس چوٹیاں اکٹھی کی ہیں تو یہ آخری حد اور درجہ ہے مہر کا۔ (۱) اس سے کم مہر ہوتا نہیں۔ دس درہم کے جتنے پیسے آج کل چاندی کی قیمت کے حساب سے نہیں گے۔ وہ ہوں گے۔ لیکن اگر ایک آدمی لاکھوں پتی ہے، اچھا کھاتا پیتا ہے، ایک آدمی کو روڑ پتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں ایک لاکھ روپیہ حق مہر دوں گا جائز ہے، مستحسن نہیں، مستحب نہیں، پسندیدہ نہیں، شریعت یہ کہتی ہے کہ یہ تکبر کا مظہر ہے یہ نمائش ہے۔ یہ ڈونڈی پٹوانا ہے، یہ رعب ڈالنا ہے، یہ بیوی کے خاندان کو مرعوب کرنے کا طریقہ ہے کیونکہ جو

(۱) آج کل کیونکہ چوٹی کا سکہ بند ہو گیا ہے اور روپے کی قیمت بھی رو بہ زوال ہے لہذا اس وقت چوٹی کا کارنہ مقام ایک روپے کا سکہ ہو گا اور مہر کی مقدار بھی اسی کے مطابق ملے گی ہائے کی۔ (ارتبہ ابن ابوزر عقی عزا

برستے ہیں وہ گرجتے نہیں اور جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں، تجربہ یہ ہے کہ زیادہ مہر لکھوانے والے بعد میں بیوی کے زرخرے پر انگوٹھا رکھ کر معاف کراتے ہیں، یہ بد معاشی ہے۔ یہ جھوٹ ہے، یہ فریب ہے، یہ رسول اللہ کی توہین ہے اور خدا کی مخالفت ہے، کوئی مہر زبردستی معاف نہیں کرایا جاسکتا۔ بیوی قیامت تک معاف نہ کرے تو معاف نہیں ہوگا، یہ اس کا حق ہے اور خاوند پر فرض ہے کہ ادا کرے۔ بیوی کے پاس نکاح کے بعد جا کر بیٹھے تو السلام علیکم کہنے کے بعد ماں کے ذریعہ سے، بہن کے ذریعہ سے، خالہ یا پھوپھی کے ذریعہ سے نقد کی شکل میں، زیور اور کپڑے کی شکل میں ادا کرے۔ اصل سنت یہ ہے کہ بیوی کو خود دے کہ یہ تیرا ہدیہ ہے، تیرے وجود کی قیمت نہیں، میرے اور تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تیرے اور میرے خدا نے اپنے پیغمبر کے ذریعہ جو شریعت نازل کی ہے، اس میں لکھا ہے کہ ("المہر حق شرعی واجب") یہ تیرا مہر، تیرا حق ہے جو مجھ پر واجب کیا ہے شریعت نے، میں تجھے پیش کرتا ہوں۔ یہ واجب کسی صورت معاف نہیں ہوگا، جو شخص اس کی ادائیگی کا منکر ہے یا زبردستی معاف کراتا ہے۔ تو قیامت کے دن وہ کوڑھی ہوگا۔ جب بطور مہر ادا شدہ پیسہ، کپڑے، اور زیور عورت کے پاس پہن گئے تو وہ اس کی ملکیت ہے خاوند ڈنڈے کے زور سے اگر چھینتا ہے تو چھین لے، ملکیت عورت ہی کی رہے گی اور جب یہ زیور پیسہ عورت کی ملکیت میں ہو تو اس پیسے اور اس زیور کی زکوٰۃ اسی کے ذمہ آئے گی خاوند کے ذمہ نہیں اور اس پیسے میں سے جو بیج جائیں گے۔ ذوالحجہ میں دسویں، گیارہویں اور بارہویں کو قربانی عورت پر اسی پیسے سے واجب ہوگی خاوند کے ذمہ نہیں، عورت کی قربانی

اپنی، مرد کی قربانی اپنی، ایک جانور سارے گھر کا کفارہ کسی شیطان کا تخیل ہے، بیوی کی ملکیت مستقل ہے، بیوی کے ذمہ صدقۃ القطر مستقل ہے۔

"مہر نبوت"

سنت کے مطابق کون سا مہر ہے نوٹ کر لیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جو مہر بتیس روپے مشہور ہے۔ بالکل غلط ہے کسی زمانہ میں بتیس روپے شاید اتنی چاندی کی قیمت ہوتی ہوگی جب چاندی، چمے پیسے تولہ ماش تھی، اس وقت کی بات ہوگی، مگر اب نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیاں، ان سب کا مہر اور بارہ بیویاں جن کا مہر خود حضور نے ادا کیا، ام حبیبہ کو چھوڑ کر اور حضرت عائشہ کے مہر میں چند ماشوں کا فرق ہے۔ بنیادی طور پر کیا ہے؟ نوٹ کر لیجئے۔ ۱۲۶ تولے چاندی یہ تولہ کیا ہے؟ ایک وزن ہے جس کو عربی میں کہتے ہیں "اوقیہ" حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بیوی کو جو مہر دیا، وہ بارہ اوقیہ تھا، بارہ اوقیہ کی قیمت درہموں کے اندر بنی پانچ سو درہم اور پانچ سو درہم کا جب ہم نے وزن کیا اپنے ملک کے تول کے مطابق ہم نے اس پر برسوں تحقیق کی، تو وہ بنا ۱۲۶ تولے چاندی یا اس کی قیمت۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ سے لے کر حضرت ام سلمہ تک، ام حبیبہ کو چھوڑ کر اور حضرت عائشہ کو چھوڑ کر جن کے مہر میں چند ماشے چاندی زیادہ تھی، ان کا مہر کیا ہوا؟ بارہ اوقیہ اور بارہ اوقیہ کی عربی سکے میں کیا قیمت بنی (۵۰۰ درہم) اور ۵۰۰ درہم کو جب وزن کیا تو کیا بنا ۱۲۶ تولے چاندی بارہ ازواج مطہرات اور چاروں بیٹیوں کا حق مہر کیا ہے؟ ۱۲۶ تولے

چاندی۔ یا اس کے مساوی نقد رقم جو سکہ رنج الوقت کے مطابق اس وقت ہے بطور مہر ادا ہوگی۔

"حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر"

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو امیر المؤمنین، امام المستقین، خلیفہ سادس فاتح روم و شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہم شیر ہیں، ان کا مہر حضور نے مقرر نہیں کیا بلکہ حبشہ کے مسلمان گورنر نے اپنی طرف سے حضور کو بتائے بغیر اپنی نیک بختی اور جنت کھانے کے لئے جب حضرت جعفر طیار نے خطبہ پڑھا تو اپنی طرف سے (چار سو درہم مقرر کیا) درہم سونے کا ایک سکہ ہے، سواتین ماشے کا جس کو ہم نے اپنے ملک میں وزن کیا تو کتنا نکلا؟ ایک سو چار تولے ایک ماشہ سونا، جی ہاں۔۔۔۔ جن کو نخرہ ہے، جو کوٹھیاں اور لاکھوں روپیہ مہر لکھواتے ہیں ان جھوٹوں کا علاج بھی شریعت میں موجود ہے۔ وہ جھوٹے مکار خاوند، بیویوں کے حقوق غصب کرنے والے خاوند، ظالم خاوند، جن کی ایک ایک طرف مری ہوئی ہوگی فالج کے ساتھ قیامت کے دن، ان کا علاج بھی شریعت نے کیا کہ آؤ اگر بہت ہے تو ایک سو چار تولے اور ایک ماشہ سونا لے کر آؤ بیویوں کے لئے، اور یہ ان کے لئے ہے جو بہت اونچے ہتھے ہیں، نبی کی شریعت میں سب نمونے موجود ہیں، ایک سو چھبیس تولے چاندی اور ایک سو چار تولے ایک ماشہ سونا، یہ ہے مہر نبوت کا صلی اللہ علیہ وسلم اس کے درمیان درمیان جو جتنے دے سکتا ہے سب جائز ہے۔

"مهر مثل"

قریشیوں میں، شینوں میں، باشمیوں میں، ڈوگروں میں، کھوکھروں میں، بلوچوں میں پٹانوں میں، افغانوں میں، برادری اپنے گھروں میں جو بھی مهر مقرر کرے وہ جائز ہے، اس کو مهر مثل کہتے ہیں، جس برادری نے اپنی فوجوان بچیوں کا جو حق مهر باندھا ہے وہ بھی جائز ہے۔ مثال کے طور پر آپ کے باں، آپ نے اپنی بچیوں کے لئے پنچائیت کی کہ کیوں بھئی کیا مهر ہونا چاہیے؟ اگر ہم کوئی داماد بنائیں تو کتنا مهر مانگیں؟ طے ہوا کہ پانچ سو روپیہ، یہ مهر مثل ہے کہ ایک لڑکی کی مثل دو صری لڑکی کا مهر مانگا جائے گا، شریعت نے زبردستی نہیں کی، باں اگر (اکثر ازواج) کی سنت پوری کرنی ہے تو ایک سو چھبیس تو لے ایک گرام چاندی۔ اگر ام حبیبہ کی سنت پوری کرنی ہے تو ایک سو چار تو لے ایک ماشہ سونا، یہ ہے حق مهر؟ یہ ہے نکاح؟ اور یہ ہے نکاح کی حقیقت؟ اللہ کریم ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوان ان الحمد لله رب العلمین۔

مختصر فضائل نکاح و احکام مهر

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الْأَخَادِيثِ الْأُخْرَى

۱۔ "نکاح"۔ کا معنی ہے جوڑ، ملاپ، یہ تقریب دو افراد (میاں بیوی) کے ذریعہ سے دو برادریوں، دو خاندانوں کے میل جول کا ذریعہ بنتی ہے اور بعض اوقات دو اقوام کے صلح و آشتی اور اتفاق و اتحاد کا سبب اور واسطہ بن جاتی ہے۔

۲۔ نکاح۔ ایک اہم انسانی و معاشرتی ضرورت، اخلاقی منابطہ اور عظیم اسلامی شہار ہے، اور اپنے مضمرات و نتائج کے لحاظ سے ایک مستقل "عبادت" بھی ہے اپنے خیال دل اور جسم پر جب کسی صورت بھی ضبط (کنٹرول) نہ ہو سکے تو شرعاً یہ عمل فرض و واجب ہے، عام حالات میں سنت، اور محض رضائے الٰہی کی خاطر تنہا زندگی گزارنے کے خواہشمند عابد و زاہد کے لئے بھی باوجود ضبط و حفاظت قدرت کے آخر وقت تک افضل و مستحب ہے، کیوں کہ انبیاء علیہم السلام سے بڑا کائنات میں نہ کوئی مستحق ہوا نہ ہو سکتا ہے اور نہ ان سے بڑھ کر رضائے الٰہی کا طالب۔ لیکن ان پاک اور معصوم لوگوں نے نہ صرف نکاح۔ بلکہ کئی کئی نکاح کئے۔!

۳۔ اُسود ازواج و اصحاب نبی علیہم السلام و الرضوان کے سچے اور پکے پیروکار، صحیح العقیدہ مومند اور نیک "سنی" ہم مسلک لوگوں سے رشتہ ناطہ جوڑنا افضل و اولیٰ اور لازم ہے اور اپنے ہم قبیلہ و خاندان یا ہم پیشہ لوگوں سے تعلق

قائم کرنا جائز اور مستحسن ہے۔!

۴۔ تلاشِ رشتہ کے سلسلہ میں امور ضروریہ کی تفصیلات طے کرنے کے بعد سب سے پہلے عورت کے واجب شرعی حق "مہر" کی تعیین لازم ہے۔ کیوں کہ شریعت نے صدقۃ الفطر، زکوٰۃ اور عشر وغیرہ کی طرح از خود اس کی کوئی مقدار فرض نہیں کی بلکہ محض مہر کا وجود لازم و واجب قرار دیا ہے۔ جو مہر مطلوبہ لڑکی کی جم قبیلہ، جم عمر اور اس جیسی صورت و سیرت والی لڑکیوں کے لئے خاندان میں مروج ہو وہ "مہر مثل" سمجھلاتا ہے اور جو میاں بیوی کے والی وارث باہمی رضاء مندی سے خود طے کریں اسے مہر مسمی کہتے ہیں اور جو شخص غریب محض ہو اس کے لئے آخری حد یہ ہے کہ دس درہم ۳۵ برس پرانی قیمت کے مطابق یعنی دو روپے گیارہ آنے چار پائی یا پرانا بڑا سو اپیساً قریباً پونے تین روپے اور موجودہ عہد کے قریباً ایک سو بتیس روپے مہر لازماً ادا کرے یہ مہر کی ادنیٰ مقدار شریعت میں مقرر ہے۔ البتہ ہزاروں اور لاکھوں روپے کے سراپا اسراف و تبذیر پر تکبر و غرور۔ نمائشی مہر مقرر کرنا جو بعد از ہماج ننانوے فی صدی مرد مرستے دم تک بیوی کے حوالہ کرنے کا نام تک نہیں لیتے۔ بلکہ سینکڑوں جھوٹ بول کر اور بیسیوں مکرو فریب کر کے غصب کرنے اور دھکار جانے کی ظالمانہ مہم چلائی جاتی ہے ایسے مہر۔ مہر نہیں بلکہ دولت پرستوں کے چونچلے، نخرے اور شیطانی قہر ہیں۔ ان کا مقرر کرنا قطعاً جائز نہیں۔ پھر چوں کہ یہ مسئلہ ساری امت کے لئے قیامت تک کی ایک اٹل ضرورت تھی اس لئے قانونِ شریعت مطہرہ میں دیگر معاملات کی طرح اس سلسلہ میں بھی اعتدال و حسن معاشرت

پیدا کرنے کے لئے سرورِ دو عالم، نبی و رسول خاتمِ صلی اللہ علیہ وسلم سے مہر کی دو مقداریں بطور اسود و سنت ثابت ہیں جنہیں حسب طاقت و موقع اختیار کرنا باعثِ خیر و برکت، موجبِ صلح و فلاح اور سنتِ نبویہ کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ایک بہترین عملی ذریعہ بھی ہے۔ اس کی مناسب تفصیل یہ ہے:

۵۔ حضور علیہ السلام کے پاک گھرانے میں آپ کے مبارک و محبوب عمل

کے دو نمونوں کے طور پر دو مہر مشور ہیں۔

۱۔ "مہر نبوی۔ فاطمی حاشی"

۲۔ "مہر نبوی۔ حبیبی سفیانی اموی"

مہر فاطمی حاشی۔ کی جو مقدار عوام میں جاہل نکاح خوانوں اور ڈھکوسلے باز بدعتی ورافضی ملاؤں اور مجتہدوں نے بتیس روپے۔ مشور کر رکھی ہے وہ سراسر غلط اور جھوٹ ہے جس کا احادیث صحیحہ اور فقہ ائمہ اربعہ کے تمام دفاتر میں سے قطعاً کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا۔ خدا جانے کس بدعتِ خمیر مفسد نے یہ شوشہ چلایا تھا جو آج دیگر من گھڑت رسوم و بدعات اور خرافات و لغویات کی شیطانی شہرت کے پروں سے اڑتا ہوا عوامی عقیدہ کے مرکز پر آن گرا ہے کہ لاکھ سمجھاؤ مگر لوگ جلدی سے اس غلط اور جھوٹ کا پیا نہیں چھوڑتے، آئندہ سطور میں حدیث شریف کی کتب معتبرہ کی روایات لا کر اصل مہر فاطمی حاشی اور ساتھ ہی مہر حبیبی سفیانی اموی کی صحیح مقدار کا اٹل اور مدلل ثبوت پیش کر دیا گیا ہے، اب پہلے مہر فاطمی کی مقدار معلوم کر لیں۔ کہ

"مہر فاطمی حاشی کی صحیح مقدار = بارد۔ "آوقیہ" چاندی۔ مساوی = پانچ سو۔

”درحم“ ہے

تعریف و مقدار درحم و اوقیہ و نش:

۶- درحم کے متعلق مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں عربی غیر اسلامی حساب اور مصدقہ فقہی تحقیق کے مطابق چودہ (۱۴) قیراط یا ستر (۷۰) ”جو“ یعنی ماش ایک رتی اور ایک رتی کے پانچویں ۱/۵ حصہ جتنے وزنی چاندی کے ایک قدیم سکہ کو درحم کہتے ہیں۔ حدیث اور سیرت و تاریخ سے مہر صدیقی و فاطمی ہاشمی کی ثابت شدہ صحیح اور مصدقہ منقول مقدار پانچو درحم اور قدیم عربی و اسلامی وزن کے مطابق بارہ اوقیہ ایک نش ہے۔ اور مصدقہ فقہی تحقیق کے مطابق ایک اوقیہ کا وزن ساڑھے دس تولے اور ایک نش کا وزن نصف یعنی پانچ تولے ہے۔ برصغیر ہند و پاکستان کے مروجہ اوزان کے مطابق عرصہ دراز پہلے اور آج بھی پانچو درحم یا بارہ اوقیہ ایک نش کا وزن ایک سو چھبیس (۱۲۶) تولے چاندی بنتا ہے۔ ایک سو چھبیس تولے چاندی کی قیمت سکہ رائج الوقت کے حساب سے جس زمانہ میں اور جتنی بھی بنے وہ مہر فاطمی ہے۔ یہ مقدار نبی علیہ السلام کی اکثر انواعِ مطہرات خصوصاً سیدۃ الکونین، مہدومۃ الدارین، افضل نساء العالمین، حبیبۃ حبیب اللہ، مدیقہ بنت صدیق، ام المومنین، سیدتنا عائشہ الحمیراء سلام اللہ و رضوانہ علیہا اور افضل بنات سیدات کائنات فی الجہاد، سیدہ زینب بنت محمد سلام اللہ علیہا سے لے کر سیدہ نساء اہل الجنۃ سیدہ فاطمہ رضوان اللہ علیہا تک آپ کی چاروں پاک بیٹیوں کا مسنون و مستحب مہر ہے۔

مہر حبیبی سفیانی اموی رضی اللہ عنہا

۷- ”مہر حبیبی سفیانی اموی“ کی صحیح مقدار وہی ہے جو ابو داؤد شریف کی آئندہ مذکور ہونے والی حدیث کناح ام حبیبہ کے ضمن میں خود راویہ حدیث سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمائی ہے یعنی ”مہر حبیبی سفیانی اموی کی صحیح مقدار چار سو ”دینار“ عربی میں دینار (قریباً پونے تین تولے وزنی سونے کے ایک قدیم سکہ کو کہتے ہیں جس کی قیمت پرانے سکہ میں چار ہزار درہم بنتی ہے اور پاکستانی سکہ میں ۶۳۵۴۲۰ روپے بنتی ہے!)۔ (۱)

۸- یہ مقدار نبی علیہ السلام کی قبائل ہزار فقر و منزلت زوہہ مطہرہ، سیدنا ”ابوسفیان صخر“ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بنت مکرمہ اور مستقل خلیفہ، امام عادل و برحق، امیر المومنین، خال المسلمین (مسلمانوں کے ماموں) سیدنا ابو عبد الرحمن - ابو یزید - ”معاویہ“ علیہ السلام والرضوان - کی ہمیشہ محترمہ یعنی ذات الہر تین قدیمۃ الایمان، ام المومنین، مہدومۃ المسلمین، سیدہ ”ام حبیبہ رملہ“ سلام اللہ و رضوانہ علیہا - کا خصوصی مہر ہے جو ان کے سوئی حضور کی کسی اور

۱۰ نومبر ۲۰۰۰ء کو تصدیق شدہ سونے کی قیمت فی تولہ ۶۲۰۰ روپے تھی جس کے حساب سے ایک سو چار تولہ ایک ماش کی کل قیمت ۶۳۵۴۲۰ روپے بنتی تھی۔ چنانچہ آئندہ بھی ایک سو چار تولہ ایک ماش سونے کی تازہ قیمت کے مطابق ہی مہر حبیبی کی قیمت کا تعین کیا جائے گا۔ عالمی سطح پر اور ملکی سطح پر سونے کی قیمتوں میں تغیر ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے کل قیمت کا حتمی تعین ادائیگی مہر سے قبل کی گئی تحقیق پر ہوگا۔ (محمد معاویہ)

زوبہ مطہرہ کو نصیب نہیں ہوا۔ وکفی بہ فخراً!

یہ وہ مہر ہے جو حبشہ کے مسلم و مومن اور جنتی حاکم امیر المسلمین، خادم المؤمنین ناصر المہاجرین، سیدنا "احممتہ النجاشی" رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حبیب خاص سے حضور علیہ السلام کا نائب و وکیل بن کر ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضوان اللہ علیہا کی خدمت میں پیش کیا۔ اور جب آپ محض ام حبیبہ کی جگہ ام المؤمنین کے لقب و حیثیت میں حبشہ سے بل کر حضور کے دو سفیر صحابہ حضرت "ابو امیہ ضمری" اور حضرت "شمر جلیل بن السمط" ابن حسنہ "رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خاص حفاظتی دستہ کی زیر نگرانی مدینہ منورہ میں تشریف لائیں اور سفیر صحابہ نے حضور کے ساتھ سیدہ موصوفہ کے کناح میں شاد حبشہ کے اس اداء کردہ قیمتی مہر کی خبر حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے اس مہر کو باوجود کثیر المقدار ہونے کے اپنی حیات طیبہ میں اپنی طرف سے پہلی مرتبہ اتنا گراں مہر دینا قبول فرمایا۔

اس مہر میں جہاں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے لئے ذاتی اور دینی طور پر خصوصی اعزاز و اکرام کی صورت موجود تھی وہیں ان کے ذریعہ سے بلند بخت قبیلہ بنو امیہ کی مکمل دل داری کا پہلو بھی تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حضور علیہ السلام کا یہ رشتہ و مہر آپ کے اس وقت تک کے غیر مسلم خسر ابو سفیان کے کفر و شرک میں شدت و اصرار اور غرور و نخوت کا بت توڑنے اور ان کو محض ایک قرشی ابو سفیان کے درجہ سے اٹھا کر سید القریش، سفیر و وزیر عرب، علم بردار قیادت، مسلم و مومن، صہر نبی (خسر) سیدنا "ابو سفیان" "ضمر" قرشی اموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام عالی اور مرتبہ نامیہ پر سرفراز کرنے کے لئے

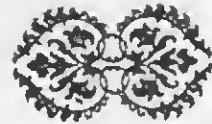
عین حکمتہ الہیہ کے مقتضی اور امر و وحی خداوندی کے تحت ان کے اسلام و ایمان صحابیت اور پکے جنتی بن جانے کے تصور کو حقیقت بنا دینے کی ایک غیبی تدبیر کا اظہار تھا۔ جس نے بنو امیہ، قریش اور تمام عرب کی کایا پلٹ دی، اندرونی اعداء اسلام کا محاذ توڑ دیا، کفر و شرک کا قبائلی عصبيت سے دہکتا ہوا جہنم ہمیشہ کے لئے بجھ کر خاک ہو گیا، اسلام کی ترقی اور فتوحات کے دروازے کھل گئے اور عرب کے بڑے قابل خیر انسانی جوہر یعنی بنو امیہ ضائع ہونے سے بچ کر اسلام اور امت کی بنیادیں مضبوط کرنے کے کام آگئے۔

وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ. وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا.

۹۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم، نبی علیہ السلام کی سنت محبوبہ و مطہرہ کے لئے جذبہ اتباع کے تصدق اور حُب و احترام اہل بیت امہات المؤمنین و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برکت سے یہ حسن اتفاق پیش آیا کہ اس راقم ناچیز کا کناح بھی سادات حسینیہ کے ایک نیک اور شریف گھرانے میں اسی مبارک و مسنون قابل اقتداء و تبلیغ۔ مہر حبیبی سفیانی اموی پر ہی منعقد ہوا، اور اس دور شرک و بدعت و عہد سبائیت و یودیت کی ظلمت و نحوست اور تندہ و تیزی کے علی الرغم اس سنت جلیلہ کے احیاء و اقتداء اور تبلیغ کے شرف عظیم اور ثواب جسیم سے مجھے عاجز و مامی کے حسن باشی اکابر و سادات کے خاندان کو نوازا گیا۔ فالحمد لله أولا و آخراً اس نعمت عظمیٰ کے حصول اور اپنی قدیم نذر اور منت کے مطابق فقیر نے اپنے بڑے لڑکے کا نام بھی سیدہ ام حبیبہ کے نام دار و عالی مقام بہائی برادر نسبتی رسول (نبی کے سائل) کا تب الوحی، امام

انبیاء، مدبر اسلام، فاتح اعظم، امیر شام، امیر المؤمنین، خال المسلمین، (مسلمانوں کے ناموں) سیدنا معاویہ علیہ السلام والرضوان کے نام نامی اور اسم گرامی کے مطابق ان کے والد ماجد کی کنیت ساتھ ملا کر احیاء تجدید اسماء صحابہ کی سنت کا دوبرا ثواب حاصل کرنے کے لئے سید "ابوسفیان" - "محمد معاویہ" بخاری رکھنا ہے محمد نذیر بچہ ہونہار، ذہین و ذکی اور آثار سعادت و نجات کا آئینہ نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ اسے علم کامل و نافع، عمل صالح و مبارک اور دارین میں ترقی و سرکاری سے سرفراز فرما کر دونوں خاندانوں کے لئے موجب صلاح و فلاح خصوصاً اسے اپنے سید و امیر، عدیم النظیر جد امجد سیدنا امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا سچا جانشین اور اوصاف و حسنات کا وارث کامل بنائیں آمین۔

۱۰۔ مہر کے متعلق اس اہم بنیادی تہید اور ضروری تفصیل کے بعد۔ واضح رہے کہ جب مجلس نکاح منعقد ہو تو مترنوم و ناچ یعنی دولہا، اور دلہن کے سر پرست، لڑکی سے اجازت حاصل کرنے والے اس کے عزیز و قریب کم از کم دو گواہوں اور دیگر حاضرین کے سامنے ایجاب قبول سے پہلے یہ آواز بلند خطبۃ نکاح پڑھنا سنت ہے روایات مختلف میں خطبہ کے جو الفاظ درج ہیں وہ اب ذکر کئے جائیں گے نکاح خواں حضرات راوی کا نام چھوڑ کر آئندہ احادیث سے مرتبہ خطبہ پر وقت ضرور پڑھ لیا کریں۔ (ابومعاویہ)



خُطْبَةُ النِّكَاحِ

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ (بْنِ مَسْعُودٍ) رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ: عَلَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةَ الْحَاجَةِ (أَيِ النِّكَاحِ) أَنْ

نَحْمَدُ اللَّهَ. وَنُسَبِّحُہُ وَنُسْتَعِیْنُہُ وَنَسْتَغْفِرُہُ وَنَعُوذُ بِہِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا مَنْ يَهْدِي اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ. وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الرِّبُّ كُفُّوا أَنْفُسَكُمْ مِنْ أَنْفُسِ وَاحِدَةٍ وَخَلْقٍ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَنَتْ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً، وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَنْسَاءُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ

رَقِيبًا (پہلے، ص ۴۹۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (الفرقان، سورۃ بقرہ، ص ۴۹۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۚ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (پہلے، ص ۴۹۵)۔ (ابوداؤد، کتاب النکاح، ص ۴۹۵)

وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا

تَشَهَّدَ ذَكَرَ نَحْوَهُ. قَالَ بَعْدَ قَوْلِهِ وَرَسُولَهُ، أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ، مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَسَدَ وَمَنْ يَعْصِهَا فَإِنَّهُ لَا يَصُرُ إِلَّا نَفْسًا وَلَا يَصُرُ اللَّهُ شَيْئًا۔ (ابوداؤد، ص ۴۹۵)

١٢- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَعَ الْإِدْخَانَ إِذَا تَرَوَّجَ - قَالَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ. وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ - (أَبُو دَاوُدَ، مُطَهَّرٌ، مَخْطُوطَاتُ الْعُكَاظِ، الْمَدْرَجَةُ فِي الْأُذُنِيَّةِ، لِلشَّيْخِ أَشْرَفِ عَلَى الْقَهَاوِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، طَبْعَةُ كَرَامِي).

١٣- وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ - بْنِ - مَسْعُودٍ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: عَلَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَاطَةَ الْحَاجَةِ - (أَيَّ التَّكَاثُرِ) أَنْ:

الْحَمْدُ لِلَّهِ! تَحْمَدُهُ وَتُسَبِّحُنَّهُ وَتَسْتَغْفِرُهُ، وَتَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ، مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشِدَ وَمَنْ يَعْصِهِمْ فَايَأْتِهِ لَا يَضُرُّهُ إِلَّا نَفْسُهُ وَلَا يَضُرُّ اللَّهَ شَيْئًا! يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ○ (بَابُ مَدِينَةِ عَمَّ)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ○

(بَابُ مَدِينَةِ عَمَّ) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا إِنَّهُ يُصْلِحُ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

فَقَدْ قَارَعُوا عَظِيمًا ○ (بَابُ مَدِينَةِ عَمَّ)

١٤- بَارَكَ اللَّهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ -

١٥- وَتَسْأَلُ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ لَنَا مِنْ يُطِيعُهُ وَيُطِيعُ رَسُولَهُ، وَيَتَّبِعُ رِضْوَانَهُ وَيَجْتَنِبُ سَخَطَهُ، فَأَتَيْنَا نَحْنُ بِهِ وَلَهُ. (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالزَّيْلَعِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالْحَافِظُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ - الْحَيْثُ الْمُحْصِينَ - وَتَجَمُّعُ الْمُخْطَاطَاتِ الْمُنَوَّرَةِ - طَبْعَةُ دَارِ الْيَوْمِ، وَمُخْطَاطَاتُ الْأَحْكَامِ - طَبْعَةُ كَرَامِي).

١٥- عَنْ عُرْوَةَ - (بِنْتُ الزُّبَيْرِ) - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا - عَنْ زَوْجَتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ وَنَحْنُ وَمِنَ الْمُسْلِمِينَ

يَدَّتْ صَهْرُ النَّبِيِّ، سَيِّدِنَا أَبِي سُفْيَانَ - صَحْبَرُ بْنُ حَرْبٍ، وَ أُمُّ الْخَيْفَةِ الْعَادِلِ الرَّائِدِ، أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ وَخَالِ الْمُسْلِمِينَ سَيِّدِنَا أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَبِي يَزِيدٍ - مُعَاوِيَةَ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، سَيِّدَتِنَا - أُمِّ حَبِيبَةَ - (رَضْمَةَ) - سَلَامَةُ اللَّهِ وَ رِضْوَانُهُ عَلَيْهَا - أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ اللَّهِ - بْنِ - جَحْشٍ فَمَاتَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، فَرَوَّجَهَا النَّبِيُّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَأَمْرُهَا عَنْهُ أَرْبَعًا الْأَوَّلُ وَبَعَثَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَعَ -

شُرَحْبِيلَ - بْنِ حَسَنَةَ (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ) - (أَبُو دَاوُدَ، مُطَهَّرٌ).

عَنِ الْهَرَبِيِّ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ رَوَّجَ أُمَّ حَبِيبَةَ - يَدَّتْ أَبِي سُفْيَانَ - (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا) مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَلَى صَدَاقِ أَرْبَعَةِ الْأَوَّلِ وَرَهْمٍ، وَكَتَبَ بِذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَقِيلَ - (أَبُو دَاوُدَ، مُطَهَّرٌ).

٢٠- عَنْ أَبِي الصَّخْفَاءِ السُّلَمِيِّ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ: أَلَا أَدْعَاكُمُ ابْصُرُوا فِي النِّسَاءِ فَإِنَّهَا
لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللَّهِ كَانَتْ أَوْلَاكُمْ
بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا أَصْدَقَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ وَلَا أَصْدَقَتْ امْرَأَةً مِنْ بَنَاتِهِ
أَكْثَرُ مِنْ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَةً. (ابن ماجه)

٢١- عَنْ أَنَسٍ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ رَأَى عَبْدَ الرَّحْمَنِ - بْنَ عَوْفٍ (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ)
وَعَلَيْهِ رِدْعُ زَعْفَرَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
مَهْمِمْ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ انْزَوِجْتُ امْرَأَةً! قَالَ: مَا أَصْدَقَتْهَا
قَالَ: وَفَرَنْ نَوَافَةً مِنْ دَهَبٍ! قَالَ: أَوْلِمْتُ وَلَوْ بِشَاةٍ. (ابن ماجه)



فَضَائِلُ وَأَحْكَامِ نَهَارِ اسْتِسْقَاءِ



فضائل و احکام نماز استسقاء

۱۔ لغت میں "الاستسقاء" کا معنی ہے "طلب السقیاء" یعنی کسی دوسرے سے پانی عطاء کرنے کی درخواست کرنا اور شریعت میں خشک و ویران موسم اور قحط کے وقت پروردگار عالم جل شانہ کے حضور خاص انداز و لباس میں گھروں سے نکل کر خاص نماز اداء کر کے خاص میستہ اور الفاظ میں بارش کے لئے دعا و التجاء کو کہتے ہیں۔

۲۔ امام۔ یعنی مسلم حاکم وقت کے لئے مستحب یہ ہے کہ استسقاء کے لئے نکلنے سے پہلے بہ ذات خود بھی تین روزے رکھے۔ خالص توبہ کرے اور عوام کو بھی تین دن روزہ رکھنے اور گناہوں سے سبکی توبہ خصوصاً حقوق العباد اداء کرنے کا حکم دے۔ ("الطحاوی"۔ "عماد الدین" ص ۸۴)

۳۔ ضغفاء بورطوں برطیوں اور کم سن لڑکوں کو ساتھ لے کر جائیں اور عبادت کے وقت گود کے بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیں۔ تاکہ عبزو مسکنتہ اور گریہ و زاری میں کمال پیدا ہو اور دریائے رحمتہ الہیہ جلدی جوش میں آجائے۔ ("الشمی" و "الطحاوی"۔ "عماد"۔ ص ۸۵)

۴۔ پالتو اور بار بردار چوپایوں اور بے زبان جانوروں کو بھی ساتھ لے جانا

مستحب ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی اس مسکین محض عاجز، بے زبان اور بے اختیار مخلوق کے سبب سے ہی مینہ برس پڑتا ہے۔

۵۔ چونکہ استسقاء محض رسم نہیں بلکہ ایک دینی شعار اور عبادت ہے۔ لہذا اس کے اجتماع میں اسلامی ملک کے کفار و مشرکین اور ایرانی مذہب والے آتش پرستوں وغیرہ "ذمیوں" کو ہرگز ساتھ نہ لے جایا جائے کیوں کہ ان کے کفر و شرک کی ظلمت و نموست رحمت و برکت کے نزول میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ (والعیاذ باللہ)

۶۔ استسقاء کے لئے برابر تین دن تک آبادی سے باہر میدانِ غید وغیرہ یا جنگل میں جانا چاہیے۔

۷۔ "مکہ مکرمہ" "مدینہ منورہ" اور "بیت المقدس" کے رہنے والے لوگوں کو بجائے میدان و جنگل کے ان تینوں شہروں کی افضل مساجد یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد سلیمانی میں جانا چاہیے۔

۸۔ چوتھے دن حاکم وقت لوگوں کو اس حالت میں لے کر نکلے کہ سب میلے کھیلے یا پیوند لگے ہوئے پرانے کپڑے پہنے ہوئے فقراء و مساکین، عاجزین اور بے کسوں کی صورت بنائے پورے خشوع و خضوع سے گردنیں جھکائے ہوئے پیدل چل کر جائیں۔

۹۔ ہر روز ٹھٹھنے سے پہلے از سر نو توبہ کریں۔ صدقہ خیرات دیں اور اہل اسلام کے لئے مغفرت کی دعا کریں۔

۱۰۔ میدان یا جنگل میں پہنچ کر سب سے پہلے امام جمعہ و عیدین کی طرح دو رکعت نماز استسقاء پڑھائے جس میں قرآنہ بالجہر ہو۔ (یعنی قرآن بندہ آواز سے پڑھا جائے)

۱۱۔ افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں پارہ نمبر ۲۶ کے آخر سے سورہ "ق" یا پارہ نمبر ۳۰ کے درمیان سے سورہ "الاعلیٰ" اور دوسری رکعت میں پارہ نمبر ۲ کے وسط سے سورہ "اقتربت المساعۃ" یا پارہ نمبر ۳۰ کے وسط سے سورہ "الغاشیہ" پڑھی جائے۔

۱۲۔ نماز کے بعد امام کھڑے ہو کر جمعہ و عیدین ہی کی طرح دونوں خطبات کے درمیان وقفہ کے ساتھ تلوار یا عصا کے سہارے خطبہ دے اور (قلب الرداء) چادر پٹھنے کی سنت ادا کرے جس کا مضموم و منشاء یہ ہے کہ بیسے یہ چادر الٹ گئی کہ اس کا اندرونی حصہ باہر اور باہر کا اندر نیز اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا اوپر ہو گیا ہے اس سے نیک فال کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنی شان ربوبیت و رحمت کے مظاہرہ سے بہ طفیل نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم و برکت ازواج و اصحاب رسول علیہم السلام۔ اس عجز و زاری اور دعا کو قبول فرماتے ہوئے افلاس و سوء حال اور قحط کو غوری گمبیسر اور بھر پور بارش کے ذریعہ ارزانی و

آسودگی رشد عیش اور رفاهیت سے مبدل فرما دیں تاکہ اس کے غلام غضب کا شکار ہونے سے بچیں اور رحمت و برکت کی قدر کرتے ہوئے اور بھی اپنے اتکا کے ذکر و شکر میں مشغول اور قائم و دائم ہو جائیں۔ (آمین)

۱۳۔ علماء اسلام نے چادر اٹھنے کا طریقہ یہ لکھا ہے کہ امام قبلہ رو کھڑا ہو اور ایک چادر کندھوں پر ڈال کر اپنے دونوں ہاتھ پشت کی طرف موڑ لے، پھر دائیں ہاتھ سے چادر کا لٹکتا ہوا بایاں کنارہ اور بائیں ہاتھ سے اس کا دایاں کنارہ پکڑ کر کمر سے کندھوں کی طرف اس طرح اٹھاتا ہوا لائے کہ دائیں ہاتھ سے پکڑا ہوا دایاں کنارہ بائیں کندھے پر چلا جائے۔ ایسا کرنے سے چادر کا دایاں کنارہ بائیں طرف اور بایاں کنارہ دائیں طرف نیز اوپر کا رخ نیچے اور نیچے کا اوپر کی طرف چلا جائے گا اور یہی تغیر نیک فال کا اشارہ و استعارہ اور آسانی و مہربانی کے لئے دعا و التجا ہو جائے گا۔

۱۴۔ دعا کے وقت ضغضا۔ بوڑھوں بڑھیوں اور کم سن بچوں کو سب سے آگے کر دیں کہ وہ پکاریں تو ان کے پیچھے اوجھڑ عمر اور نوجوان آمین کہتے جائیں۔ کیونکہ کمزوروں اور ناتوانوں کی دعا جلدی قبول ہوتی ہے۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ:-

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُونَ انْفِذُوا نَزْلَكُمْ أَوْ كَمَا قَالَ (البخاری)
تم کو رزق اور فتح صرف تمہارے کمزوروں اور ناتوانوں کی بہ دولت ملتی ہے۔

۱۵۔ دعا کے وقت اصل مستحب طریق یہ ہے کہ مقصد جتنا مشکل

اور اہم ہو باتہ اتنے ہی اونچے رکھنے چاہیں۔ لہذا استسقاء میں بھی سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق باتوں کو اتنا اونچا اٹھایا جائے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آئے لیکن اتنا بھی نہ اٹھائیں کہ باتہ سر سے بھی اونچے چلے جائیں۔

۱۶۔ دعا "استسقاء" میں عام معمول کے خلاف باتوں کو اٹھا اور

اونہ خارج کیا جائے یعنی باتوں کی پشت آسمان کی طرف اور اور ہتھیلیاں زمین کی طرف۔ یہ بھی تبدیل احوال کے لئے نیک فال لینے اور قبول دعا کے لئے رحمت الہیہ کو مستوجب کرنے کا ایک پیارا مسنون طریقہ اور اثر آمیز ذریعہ و بہانہ ہے!۔

۱۷۔ دعا میں اصل مبارک و مسنون اور پرتاثر الفاظ تو وہی ہیں جو نبی کریم علیہ السلام سے منقول ہیں لیکن وہ پورے یاد نہ ہوں تو اپنی زبان میں بھی پکارنا چاہیے۔ چنانچہ خطبہ دعا و استسقاء کے سلسلہ میں روایات مختلفہ سے امام الانبیاء خطیب کائنات، افسح الجن والانس سید اولاد آدم آقائے کریم و رحیم، نبی خاتم، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ قدسیہ اور کلمات طیبہ کا جو معتبر و معتمد تعلقہ اور مستند ذخیرہ مہیا ہو سکا وہ پیش خدمت ہے ملاحظہ کریں اور حسب موقع استعمال کے لئے تمام علما و طلباء خصوصاً ائمہ و خطباء معمول و حرر زبان بنالیں۔

خُطْبَةُ الْإِسْتِسْقَاءِ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ أَسْعَدُنِيهِ وَأَسْعِفُنِيهِ، وَتَعُوذُ يَا اللَّهُ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ! وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا يُبَيِّنُ يَدِي السَّاعَةِ!۔

۲۔ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشِدَ وَمَنْ يُعْصِهِمَا فَإِنَّهُ لَا يَضِلُّ إِلَّا نَفْسَهُ وَلَا يَضُرُّ اللَّهَ شَيْئًا!۔

۔۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا۔ قَالَتْ: سَأَلَ النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُحُوطُ الْمَطَرِ، فَأَمَرَ بِمَنْبَرٍ فَوُضِعَ لَهُ فِي الْمِصْلِيِّ۔ وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُونَ فِيهِ۔ قَالَتْ عَائِشَةُ سَلَامُ اللَّهِ وَرَضَوَانَهُ عَلَيْهَا۔ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ بَدَأَ خَاجِبُ الشَّمْسِ، فَقَعَدَ عَلَى الْمَنْبَرِ فَكَبَّرَ وَحَمِدَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ۔ ثُمَّ قَالَ: إِنَّكُمْ شَكُوتُمْ جَدَبَ دِيَارِكُمْ وَاسْتَبَحَارَ الْمَطَرُ عَنْ إِبَانِ رَمَانِهِ عَنْكُمْ وَقَدْ أَمَرَ كُمْ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ تَدْعُوهُ وَوَعَدَكُمْ أَنْ يُسْتَجِيبَ لَكُمْ، ثُمَّ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ، اللَّهُمَّ! أَنْتَ اللَّهُ! أَنْتَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ

الْفُقَرَاءُ. أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغِيَاثَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا إِلَى حَيْنٍ. أَوْخَيْرُ! ۝

ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ فِي الرَّفْعِ حَتَّى بَدَأَ بِأَيَّامِ الْإِسْطِيهِ ثُمَّ
 حَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَقَلْبَهُ . أَوْ حَوَّلَ رِجْلَاهُ . وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ
 ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَنَزَلَ فَصَلَّى رُكْعَتَيْنِ . فَأَنشَأَ اللَّهُ سَمَاعَةَ
 فَرَعْدَتَ وَبَرَقَتْ ثُمَّ أَفْطَرَتْ بِإِذْنِ اللَّهِ فَلَمْ يَأْتِ مَسْجِدَهُ حَتَّى
 سَأَلَ السَّيُّوْلَ ، فَلَمَّا رَأَى سُورَعْتَهُمْ إِلَى الْكَرْبِ صَحِكَ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِدُهُ . فَقَالَ : أَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ
 شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ . (رَابِعُ دَوْدَ ، كِتَابُ الصَّلَاةِ بَابُ

٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ، أَخْرَجَ نَبِيُّ مِنَ الدُّنْيَا، بِالثَّالِثِ يَسْتَسْقِي، فَإِذَا هُوَ بِمَخْلَةٍ رَافِعَةٍ بَعْضُ قَوَائِمِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ، ارْجِعُوا! فَقَدْ أُسْجِلَ لَكُمْ مِنْ أَجْلِ هَذِهِ الْمَخْلَةِ، (رواه)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا - قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَعْنِي فِي الْإِسْتِسْقَاءِ - مُتَبَذِّلًا مُتَوَاضِعًا، مُتَعَشِّعًا، مُتَضَرِّعًا. (رواه الشيخان في الصحيحين والبيهقي في الشعب وأبو داود في سننه)

وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ، حَدَّثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلًا لَا
مُتَوَاضِعًا، مُتَضَرِّعًا، فَجَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَلَمْ يَخْطُبْ خُطْبَتَكُمْ هَذِهِ.
وَلَكِنْ لَمْ يَزَلْ فِي الدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ وَالتَّكْيِيرِ، وَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ

كما كان يصلي في العبدان - (رواه النسائي في الإبراهيم وأبو داود في ماجته والترمذي في

وَقَالَ: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ. (الحاجه: ٢٢٣ ج ١)

٤- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَيْدٍ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ: بَخَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلِّيِّ فَاسْتَسْفَى وَحَوْلَ رِدَاءَهُ حِينَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ. فَجَعَلَ عِظَافَةُ الدَّيْمَنِ عَلَى عَاتِقَيْهِ الدَّيْسِيِّ وَجَعَلَ عِظَافَةُ الدَّيْسِيِّ عَلَى عَاتِقَيْهِ الدَّيْمَنِ ثَمَّ رَدَّ عَا لَلَّهِ. (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ)

وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: اسْتَغْفِرْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ
خَيْرٌ مِنْهُ سِوَاكَ فَإِذَا أَنْ يَأْخُذَ اسْفُلَهَا يَجْعَلُهُ أَعْلَاهَا، فَلَمَّا
قُلْتُ قَلْبَهَا عَلَى عَائِشَةَ - (رَوَاهُ الْإِسْلَامُ وَالْبُخَارِيُّ) وَجَعَلْتُهَا مُسْتَحْسَنًا

١- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِكْتِافِ أَوْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِكْتِافِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ! اسْقِنَا عَيْشًا مُّغِيثًا، مَرِيئًا مَرِيْعًا، نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ، عَاجِلًا غَيْرَ اُجَلٍّ، قَالَ فَاطْبَقْتُ عَلَيْهِمُ السَّمَاءَ. (ابن ماجه)

يا كعب بن. مرةً احدىنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
واحد. قال جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول
الله! استنق الله، فرفع رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: اللهم!
استنقنا عينا مريمًا، مريمًا، طهًا، حاجلاً، غديرًا، ائيبًا، نافعًا، غديرًا
صائبًا، قال: فما جمعوها حتى اُخبروا، قال: فأتوه فكشوا اليه المطر
فقالوا يا رسول الله! تهكمت البيوت. فقال: اللهم! احوالينا.

وَلَدَعَيْنَا، قَالَ، فَجَعَلَ السَّحَابُ بِنَقْطَةٍ يَمِينًا وَشِمَالًا. (رواه ابن ماجه)
 "وَجَاءَهُ مَسْجِدًا وَالْوُضُوءُ الْحَمِيمِينَ" أَلَمْ يَكُنْ فِي الْأُمُورِ مَعَهُ طَبْعٌ كَلَامِي.

عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَضْرَةَ. رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنْتَ سَمِعَ النَّسْرَ
 بَنَ مَالِكٍ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. يَدُكَ، أَنْ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ
 الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وَجَاءَ الْمُتَبَرِّ. وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ يَخْطُبُ. فَاسْتَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَائِمًا، فَقَالَ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلَكَتِ النَّوَاشِي وَانْقَطَعَتِ الشُّبُلُ
 فَأَدْعُ اللَّهَ أَنْ يُعِينَنَا، قَالَ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَدَيْهِ وَقَالَ، اللَّهُمَّ اسْقِنَا! اللَّهُمَّ اسْقِنَا! اللَّهُمَّ اسْقِنَا! قَالَ النَّسْرُ
 رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَكَادَ اللَّهُ مَا تَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا
 قَرَعَةٍ وَلَا شَيْئًا وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سِلَعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ، قَالَ، فَطَلَعَتْ
 مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ الثُّرَيَّا، فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءَ انْتَثَرَتْ ثَوْرٌ
 امْتَلَأَتْ قَالَ، فَوَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ الشَّمْسَ سَبَّحَتْ، ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ
 ذَلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُتَقْبِلَةِ. وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَائِمٌ يَخْطُبُ. فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا، فَقَالَ، يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَلَكَتِ الْأُمُورُ
 وَانْقَطَعَتِ الشُّبُلُ، فَأَدْعُ اللَّهَ أَنْ يُعِينَكُمَا، قَالَ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ، اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَيْنَنَا.
 اللَّهُمَّ عَلَى الْأَكَامِرِ، وَالْجِبَالِ، وَالْطَّرَابِ، وَالْأَوْدِيَةِ، وَمَتَابِتِ
 الشَّجَرِ، قَالَ، فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجَتْ أَمْشِي فِي الشَّمْسِ، قَالَ، شَرِيكَ
 فَسَأَلْتُ أَسَاءَ أَمَّا الرَّجُلُ الْأَوَّلُ؟ قَالَ، لَا أَدْرِي! (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فِي كِتَابَةِ)
 ١١- عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ. رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى. عَنْ جَدِّهِ.

عَبْدُ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. قَالَ،
 كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَسْقَى قَالَ، اللَّهُمَّ
 اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ، وَأَنْشُرْ رَحِمَتَكَ وَأَخِي بَلَدَكَ الْمَيْتَ.
(أَبُو دَاوُدَ ٣٦٦٠)

وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَسْقَى
 قَالَ، اللَّهُمَّ! اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ، وَأَنْشُرْ رَحِمَتَكَ، وَأَخِي بَلَدَكَ
 الْمَيْتَ. (رَوَاهُ مَالِكٌ، وَأَبُو دَاوُدَ، وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَتَحَوَّلَ فِي كِتَابِهِ ٣٦٦٠ ج ١)

١٢- عَنْ سَمُرَةَ بِنْتِ جَحْدَبٍ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، اللَّهُمَّ أَنْزِلْ عَلَيَّ أَرْضِيًا زَيْتَهَا وَسَكَنَهَا، (رواه)
 أَبُو عَوَانَةَ فِي مُسْتَدْرَكِ "الْمُعْتَمِدِ" ٣٣٣٠ -

١٣- وَمَرَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ، اللَّهُمَّ إِنِّي بِالْيَادِ
 الْعِبَادِ وَالْبَهَائِمِ وَالْخَلْقِ مِنَ اللَّوْى، وَالْجَهْدِ وَالصَّنَكِ. مَا لَا
 تَشْكُوكُهُ إِلَّا إِلَيْكَ. (بُخَارِيُّ فِي كِتَابِهِ ٣٦٦٠ ج ١)

١٤- وَمَرَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ، اللَّهُمَّ أَنْتَ لَنَا الزَّرْعُ
 وَأَنْتَ لَنَا الصَّرْعُ، وَأَسْقِنَا مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَاءِ وَأَنْتَ لَنَا مِنْ بَرَكَاتِ
 الْأَرْضِ. اللَّهُمَّ! ارْفَعْ عَنَّا الْجَهْدَ وَالْجُوعَ، وَالْعُرَى، وَكَشِفْ
 عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَا يَكْشِفُهُ غَيْرُكَ. (بُخَارِيُّ فِي كِتَابِهِ ٣٦٦٠ ج ١)

١٥- وَمَرَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ
 إِنَّكَ كُنْتَ عَقَامًا. فَأَرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا. (بُخَارِيُّ فِي كِتَابِهِ ٣٦٦٠ ج ١)

١٦- عَنْ حُرَيْثٍ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ، اللَّهُمَّ صَاحِبَ جِبَالِنَا وَاعْبَرْتَ أَرْضَنَا، وَهَامَتْ دَوَابُّنَا مُعْطَلٌ

الْخَبَرَاتِ! مِنْ أَمَا كُنْهَا وَمُنْزِلَ الرَّحْمَةِ! مِنْ مُعَادِزِهَا، وَمُجَرِّى
الدَّرَكَاتِ! عَلَى أَهْلِهَا. بِالْعَيْثِ الْمُعَيَّنِ، أَنْتَ الْمُسْتَعْفِرُ الْعَفَّارُ.
فَنَسْتَغْفِرُكَ لِلْخَصَابِ - (أَوَّلُ الْخَصَابِ) مِنْ دُنُوبِنَا، وَتَتُوبُ إِلَيْكَ مِنْ
عَوَارِ خَطَايَانَا، اللَّهُمَّ! فَارْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْنَا مِدْرَارًا، وَأَوْصِلْ بِالْعَيْثِ
لُعَيْثُ الْكُفَى مِنْ تَحْتِ عَرْشِكَ. حَيْثُ يَنْفَعُنَا وَيَعُودُ عَلَيْنَا. غَيْثًا
عَامًّا، طَبَقًا، غَيْثًا، مُجَلَّلًا عَدَقًا، خَضْبًا، رَائِعًا مُهْرِعَ الْبُتَاتِ - (رواه

أَبُو عَوَاذَةَ: "الْمُحَصَّن" ٣٥٥).

١- وَرَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا
مُعَيَّنًا، مُرِيحًا، عَدَقًا، مُجَلَّلًا، عَامًّا، طَبَقًا، سَحَابًا، دَائِمًا. اللَّهُمَّ
اسْقِنَا الْعَيْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِينَ - (الْمُحَصَّن ٣٥٥).

١٨- عَنْ أَنَسٍ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَسْتَسْقِي هَكَذَا - وَمَدَّ يَدَيْهِ وَجَعَلَ يُطَوِّئُهُمَا مِثْلَ
الْأَرْضِ - حَتَّى رَأَيْتَ بَيَاضَ إِبْطِيهِ - (أَبُو عَوَاذَةَ: "الْمُحَصَّن" ٣٥٥).
عَنْ عُمَيْرٍ مَوْلَى ابْنِ اللَّحْمِ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَسْتَسْقِي عِنْدَ أَحْبَارِ الرُّبَيْتِ - قَرِيبًا مِنَ الزُّوْرَاءِ
قَائِمًا يَدُ عَوَارِ أَوْعَايْدِهِ قَبْلَ وَجْهِهِ لَا يَجَاوِزُ بَيْتًا أَبْسَدَ - (رواه

زُرَيْقُ بْنُ مَرْزُوقٍ: "الْمُحَصَّن" ٣٥٥).

٢- عَنْ عَائِشَةَ الصِّدِّيقَةِ الْكُبْرَى - سَلَامُ اللَّهِ وَرِضْوَانُهُ عَلَيْهَا. قَالَتْ:
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. إِذَا رَأَى الْمَطَرَ. قَالَ: اللَّهُمَّ اصْبِيئَا
نَا فِيهِ - (أَبُو عَوَاذَةَ: "الْمُحَصَّن" ٣٥٥).

وَعَنْهَا أَيْضًا قَالَتْ: كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ. قَالَ: اللَّهُمَّ اصْبِيئَا نَا فِيهِ
مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا - (رواه ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ: "الْمُحَصَّن" ٣٥٥).

٢١- وَعَنْهَا أَيْضًا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. إِذَا رَأَى
سَحَابًا مُتَعَبِّدًا. قَالَ: اللَّهُمَّ! إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا أُرْسِلَ بِهِ، اللَّهُمَّ
سَيِّئَانَا فِعَاءً، فَإِنْ كَشَفَهُ اللَّهُ وَلَمْ يُهْطِرْ. حَمْدُ اللَّهِ عَلَى ذَلِكَ.
(رواه أَبُو عَوَاذَةَ: "الْمُحَصَّن" ٣٥٥).

٢٢- وَعَنْهَا أَيْضًا. قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. إِذَا أَبْصَرْنَا
سَحَابًا مِنَ السَّمَاءِ. لَعْنَى السَّحَابِ. تَرَكَ عَمَلَهُ وَاسْتَقْبَلَهُ وَقَالَ: اللَّهُمَّ!
إِنِّي نَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا فِئِدَ، فَإِنْ كَشَفَهُ حَمْدُ اللَّهِ، وَإِنْ مَطَرَتْ
قَالَ: اللَّهُمَّ اسْقِنَا فِعَاءً - (رواه أَبُو عَوَاذَةَ: "الْمُحَصَّن" ٣٥٥).

٢٢- نَحْجَاجَةً "الْمُحَصَّن" ٣٥٥).

٢٣- وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا سَمِعَ صَوْتَ الرُّعْدِ وَالصَّوَاعِقِ قَالَ: اللَّهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا
بِعَصْبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَغَاوِنَا قَبْلَ ذَلِكَ - (رواه أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: "الْمُحَصَّن" ٣٥٥).

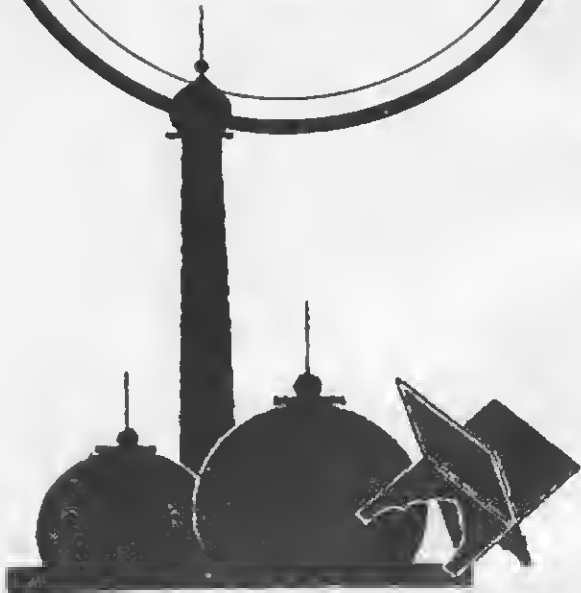
٢٤- وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الرُّبَيْتِ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. أَنَّهُ كَانَ
إِذَا سَمِعَ الرُّعْدَ تَرَكَ الْحَدِيثَ وَقَالَ: سُبْحَانَ الَّذِي يُسَيِّرُ الرُّعْدَ
بِحَدِيدِهِ وَالسَّكَّابَ مِنْ خَيْفَتِهِ - (رواه ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ: "الْمُحَصَّن" ٣٥٥).

٢٥- وَعَنْ أَنَسٍ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ: أَصَابَنَا وَتَحَبَّ مَعَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مَطَرٌ، قَالَ: فَحَسَرَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَهُ حَتَّى أَصَابَهُ مِنَ الْمَطَرِ، فَقُلْنَا
يَا رَسُولَ اللَّهِ! لِمَ صَنَعْتَ هَذَا؟ قَالَ: لِأَنَّكَ حَدِيثُكَ عَهْدُ بَرِّيهِ -
(رواه أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: "الْمُحَصَّن" ٣٥٥).

٢٦- وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَفَاتِيحُ
الْغَيْبِ خَمْسٌ، ثُمَّ قَرَأَ: إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ
أَنزَالًا. (رواه البخاري - صحيحه)

٢٧- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَتْ السُّنَّةُ أَنْ لَا تُطْرُوا، وَلَكِنَّ السُّنَّةَ أَنْ
تُطْرُوا وَلَا تُبَيِّتَ الْأَرْضَ سُبُتًا. (رواه مسلم - صحيحه)

فَضَائِلُ وَأَحْكَامِ عَقِيْقَةُ



الْعَقِيقَةُ

فضائل و احکام

۱۔ اہل اسلام کے گھروں میں جب کوئی بچہ پیدا ہو تو اسے پاک صاف کر کے سب سے پہلے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت و تکبیر کہی جائے، پھر ساتویں دن کوئی اچھا سا نام رکھا جائے۔ موجودہ دور میں ازوان و اولاد و اصحاب رسول علیہم السلام کے مبارک، پر تاثیر اور پیارے ناموں میں سے کوئی نام چن کر رکھنا، اس کی عام اشاعت و تبلیغ اور تعظیم و حفاظت کرنا۔ محدثین و متکثرین کتاب و سنت، اہل بدعت نیز سبائی تبرائی اور رافضی مشن کے مقابلہ میں شعار حق ہونے کی بناء پر سنت موکدہ بلکہ واجب کا درجہ رکھتا ہے۔ لہذا قطعاً غفلت نہ کریں بلکہ پوری قوت و ہمت اور عزم و شوق سے اس مهم کو جاری رکھیں انشاء اللہ اس کا بڑا اجر ملے گا۔ پھر بچے کا سر منڈا کر بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کریں اور تھوڑا سا زعفران گھول کر بچے کے سر پر مل دیں نیز اس نعمت کے شکر اور دفع آفات کے لئے صدقہ کا بیک وقت کام دینے والے جانور کا ذبیحہ یعنی عقیقہ کریں۔ بچہ اگر لڑکا ہو تو اس کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی ہو تو ایک بکری۔ عقیقہ کا جانور نر یا مادین جیسا بھی ہو جائز ہے اور اس کے لئے تن درست و مضبوط ہونے میں وہی شرائط ہیں جو قربانی کے جانور کے ہوتے ہیں، عقیقہ کا گوشت تقسیم کر دیں یا پکا کر کھلا دیں دونوں طرح درست ہے۔

۲۔ بچہ کا نام لینے نیز قرآن کریم کی دو آیات کریمہ اور پھر ایک دعاء پڑھ کر تکبیر کہتے ہوئے جانور ذبح کرنے کا ثبوت ذبح قربانی کی روایات کے مطابق نقل کیا جاتا ہے۔ یہ آیات پڑھنا مسنون و مستحب ہے۔ اس کی ترکیب و ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ دعاء پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ هٰذِهِ عَقِيقَةٌ فُلَانِ

(غلام کے لفظ کی جگہ اپنے بچے یعنی لڑکے یا لڑکی کا نام لیں پھر لڑکا ہو تو انگلی عربی عبارت کی اوپر والی سطر (۱) اور لڑکی ہو تو نیچلی سطر (۲) پڑھیں۔

الْعَقِيقَةُ

لڑکے کے لیے: دَمُّهَا يَدْمُهُ، وَلَحْمُهَا يَلْحَمُهُ، وَعَظْمُهَا يَعْظُمُهُ،
وَجِلْدُهَا يَجْلُدُهُ، وَشَعْرُهَا يَشْعُرُهُ۔
لڑکی کے لیے: دَمُّهَا يَدْمُهَا، وَلَحْمُهَا يَلْحَمُهَا، وَعَظْمُهَا يَعْظُمُهَا
وَجِلْدُهَا يَجْلُدُهَا، وَشَعْرُهَا يَشْعُرُهَا۔

پھر یہ آیات کریمہ تلاوت کریں اور ساتھ ہی چھوٹی سی دعاء پڑھیں اور تکبیر کہہ کر جانور ذبح کر دیں۔

۳۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا) عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَقُولُ عِنْدَ الذَّبْحِ
إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ (ابن ماجہ، سنن)

إِنَّ صَلَواتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ

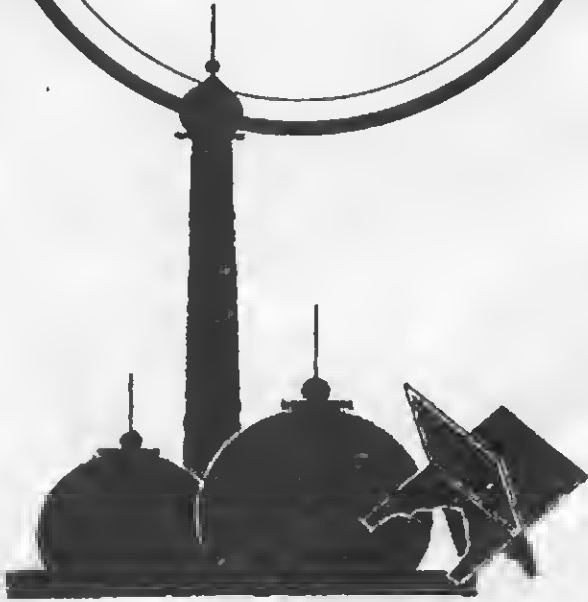
لَهُ وَيُذَلِّكَ أَمْرُكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ○ (ب، سن، ع)
 اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ - بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَذُبحُ - (رواه الألباني)

وَابْنُ نَاجَةَ وَالْحَاجِمُ: الْحِصْنُ مَدِينَةُ، وَخُطْبَاتُ الْحُكَّامِ (م)
 ٤- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا - عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: وَلَيُيْمَى عَلَى الْعَقِيقَةِ كَمَا يُيْمَى عَلَى الْأُخْرَجَةِ بِسْمِ اللَّهِ عَقِيقَةً فَلَانٍ - (رواه ابن شبيب في مصنفه، المحسن، م)
 ٥- عَنْ عَائِشَةَ الصِّدِّيقَةِ الْخَيْرَاءِ سَلَامُ اللَّهِ وَسِرُّوَانُهُ عَلَيْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي الْعَقِيقَةِ قَالَ: إِذْ بُحُوا عَلَى

إِسْمِهِ وَقُولُوا بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، مِنْكَ وَلَكَ هَذِهِ عَقِيقَةُ فَلَانٍ، أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - (جمعة القوائد، نقل عن "خُطْبَاتُ الْحُكَّامِ")



فَضَائِلُ وَأَحْكَامِ قُنُوءَةِ نَارِ لَهُ



”قُنُوتُ النَّازِلَةِ“

فضائل و احکام

۱۔ ”القنوت“ کا ترجمہ و معنی ہے۔ نوکری چاکری، خدمت، اطاعت، دست بستہ حاضر باش، نیاز مندی اور عبادت و غلامی۔!

۲۔ ”دعاء“ کو شریعت میں عبادت مستقلہ کا درجہ حاصل ہے تو جس پکار میں قنوت کے تمام مذکورہ معانی کا اثر اور جنک موجود ہو اس کو دعاء قنوت کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اصطلاح حدیث و فقہ میں نماز وتر کی تیسری رکعت کے رکوع سے پہلے جو دعاء پڑھی جاتی ہے اسے اور عموماً نماز فجر کی دوسری رکعت کے قومہ میں کسی دشمن اسلام و مسلمین فرد یا جماعت و قوم کے دفع، مغلوبیت، مقهوریت اور ہلاکت و بربادی کے لئے جو دعاء پڑھی جائے ان دونوں کو دعاء قنوت کہتے ہیں۔ البتہ وقت اور محل و موقع کے لحاظ سے پہلی دعاء کو ”قنوت الوتر“ اور دوسری کو ”قنوت النازلہ“ کا نام دیا جاتا ہے۔

۳۔ ”نازلہ“ کا معنی ہے آفت و مصیبت، مثلاً دشمن، جنگ، قحط و بلاء، سخت بھوک، پیاس یا فتنہ کفر و الحاد۔ پرویزیت، مرزائیت، سہائیت اور بدعت جیسی کوئی ظاہری جسمانی یا باطنی اور روحانی منفرت اور تکلیف۔ تو قنوت نازلہ کا معنی ہوا آفت و مصیبت، دشمن و جنگ، قحط و تشنگی و بلاء اور فتنہ و غیرہ کے پیش

آنے پر اس کے دفعیہ کے لئے پڑھی جانے والی مسنون و مستحب دعاء۔!

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے غلبہ و تسلط کے زوال اور اپنے جان نثار و وفادار پیارے اصحاب و احباب کی بے کسی و مظلومی کے قوت و اقتدار سے بدل جانے کے لئے بار بار اور ایک خاص موقع پر پورا ایک مہینہ دعاء قنوت نازلہ پڑھی ہے۔!

۵۔ قنوت نازلہ میں اکثر و بیشتر الفاظ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قراۃ فرمودہ ہیں اور بعض کلمات امام ثانی، خلیفہ راشد و برحق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں۔!

۶۔ قنوت نازلہ طویل پڑھنا مستحب ہے۔ منقول ہے کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوسط درجہ کی ایک سو آیات کی مقدار جیسی لمبی دعاء قنوت نازلہ پڑھا کرتے تھے۔!

۷۔ دعاء قنوت میں پیش آمدہ آفت و مصیبت اور فتنہ کا صراحتہ نام لینا مسنون و مستحب ہے اور ظاہر ہے کہ آفات و فتن ہر شخص اور جماعت کو بدل بدل کر پیش آتے ہیں تو جس کو جس مصیبت یا فتنہ کا سامنا ہو دعاء کے دوران میں کفار و مشرکین اور عام اعداء اسلام کے جو معینہ اور باقی رکھنے کے قابل اصولی نام نبی علیہ السلام سے منقول ہیں ان کے ساتھ اپنے پروردہ آفت و فتنہ کا نام خود بڑھالے۔!

۸- قنوت نازلہ کا پڑھنا مسنون و مستحب ہے۔ فرض یا واجب نہیں اس لئے کبھی کبھی چھوڑ بھی دینا چاہیے۔ تاکہ کوئی بے خبر شخص یا جماعت اس کے ضروری اور لازم ہونے کا خیال نہ کر بیٹھے!

۹- قنوت نازلہ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ نماز فجر میں اکیلا نمازی یا جماعت نماز کا امام فجر کی دوسری رکعت میں سَمِعَ اللهُ الرَّمْنَ حَمْدَهُ کہ کر حسب دستور ہاتھ کھٹے چھوڑ کر کھڑے رہے اور مقتدی۔ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہ کر ہاتھ چھوڑے ہوئے کھڑے رہیں پھر امام اس دعا کا ایک ایک جملہ اور فقرہ نہایت صریح تلفظ اور مکمل خشوع و خضوع کے ساتھ تلاوت کی طرح بالجہر اونچی آواز سے پڑھے اور مقتدی سر آدھیمی آواز سے ہر فقرہ پڑھیں کہتے جائیں۔ خصوصاً اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَرَزَلْ اَقْدَامَهُمْ کے فقرہ کو تین بار پڑھنا ہر ہے۔ ایسے ہی باقی دعائیہ کلمات کو بھی تین دفعہ پڑھ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن ضروری قطعاً نہیں کیوں کہ اکثر اوقات اختصار ہی ملحوظ ہوتا ہے!

۱۰- چوں کہ اس وقت دنیا بھر کے مسلمان بالعموم اور پاکستان کے اہل حق خصوصاً سنت مشکلات و مصائب میں گرفتار ہیں، یہود و نصاریٰ، فرنگی اقوام، ایرانی آتش پرست۔ مبوس، سکھ، ہندو بت پرست، کمیونسٹ، دہریہ و ملحدین، مشرکین و منافقین، مادر پدر آزاد باجیت پسند، انگریز پرست و مغربیت زدہ بے دین، منکرین حدیث۔ پرویزی و چکراووی، لاہوری و کادیانی، مرزائی، یہود امّت مسلمہ۔ مشدین و قاتلین امّت دشمنانِ ازواج و اصحابِ نبی یعنی

باطنی و فرمطی سہائی، اور سہی و تہرائی۔ رافضی نیز رافضی قلندریہ کے متبع عیسائیوں کے حلولی مذہب کے پرچارک قبر پرست۔ اہل بدعت ان سب نے امت کی قطعی اور برحق اکثریت۔ "اَھل السنۃ والجماعۃ" کے خلاف متفقہ و متحدہ محاذ بنا رکھا ہے۔ بے علم و کم علم سنی عوام دینی، قومی اور ملکی و بین الاقوامی نقطہ نظر سے ایک خوف ناک ابتری و پریشانی اور تمام مذکورہ و غیر مذکورہ اعداء کے ہجوم و غلبہ کے سبب سے ایک گھٹن اور غفلت میں مبتلا ہیں، کوئی فکری و نظری، اعتقادی و اخلاقی، عملی و معاشرتی، نیز اقتصادی و سیاسی فتنہ ایسا نہیں جو مسلمانوں کو گھیر نہ چکا ہو اور کوئی مصیبت نہیں جو ان پر ٹوٹ نہ پڑی ہو، اسلام ہر مسلم ملک میں بالخصوص معزول و مظلوم ہے۔ علماء حق مغلوب و مقہور ہیں، تنظیمات دینیہ کا شیرازہ منتشر ہے، عوام بے رہنما، حیران و مہسوت، تفریق و تشدد کا شکار، بد دل اور پامال و ذلیل ہیں۔ اس لئے دور فرنگی سے دو ہزار گونہ بڑھ کر۔ رجوع الی اللہ، غلبہ و تفریح، عبادت، دعا اور پکار کی ضرورت قطعی طور پر واضح و لازم ہو چکی ہے۔

۱۱- اس مذکورہ اسلامی و قومی احتیاج کے پیش نظر دفع مصائب نیز استقامت، نصرت و رحمت اور فتح و کامرانی طلب کرنے کے لئے مسنون و مستحب اور تاثر و منقول دعا، قنوت نازلہ آخر میں درج کی جا رہی ہے تاکہ ہر صحیح العقیدہ سنی امام اور عالم و خطیب دوران خطبہ جمعہ میں دیگر ادغیہ کے ساتھ ملا کر اور نماز فجر کے دوسرے قیام میں سجدہ سے پہلے اسے یہ طور معمول پڑھ لیا کرے، عوام اہل سنت کو بھی چاہیے کہ وہ تنہا نماز اور نوافل تہجد و غیرہ میں اس سنت

کو اپنے پر لازم کر لیں کیونکہ تمام وسائل ظاہرہ و مادیہ کے مقابلہ میں یاد خداوندی اور مالکِ حقیقی سے برکت، مدد اور غفور و مغفرت کی طلب ہی سب سے بڑا حقیقی سہارا اور سب سے زائد مجرب و کامیاب، بار آور و نتیجہ خیز اور غالب محیط و وسیلہ ہے خصوصاً وہ دعاء جس کے ساتھ زبانِ نبوت اور عملِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب سے بڑی اور مضبوط سند کی روحانی طاقت و قوت بھی شامل ہے۔ لہذا خلوص نیت اور شانِ تقویٰ کی شرط کے ساتھ تاثیر و قبولیت میں کسی شک کا امکان بھی باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ احادیث اور کتب فقہ کے دفتر اس پر شاہد عدل ہیں۔! اللہ تعالیٰ صمتہ و پختگیِ ایمان، اخلاص، استقلال و استقامت، صبر و تحمل، خشوع و انابت کی توفیق ارزانی رکھیں اور انجامِ کارِ رحمتہ و نصرت، برکت، فتح اور کامیابی و کامرانی نیز حسنِ خاتمہ اور مغفرت و نجات کی دولت سے مالا مال فرمائیں آمین۔!

۱۲۔

قنوتِ نازلہ کا آغاز انہی الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے جو وتر میں

پڑھی جانے والی سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول دعاء قنوت کے شروع میں آتے ہیں۔ یعنی ہر دعائیہ فقرہ صیغہ واحد مثکلم کے ذریعہ ادا کیا گیا ہے جس کا ترجمہ ”میں“ کے ساتھ ہوتا ہے۔ البتہ آخر دعاء میں دو فقرات بہ صیغہ جمع مثکلم منقول ہیں جن کا ترجمہ ”ہم“ ہے لیکن اکتہ و مصیبت کے وقت چونکہ نمازِ باجماعت میں امام کے ذریعہ قنوتِ نازلہ پڑھی جائے گی اور وہ تمام لوگوں کی طرف سے ہوگی اس لئے علماء و فقہاء نے وضاحت سے فرمادیا ہے کہ نمازِ جماعت میں قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت امام سب کی نمائندگی کرنے کے لئے پوری دعاء کو

بہ صیغہ ہائے جمع مثکلم قراءہ کرے۔ چنانچہ اس ہدایت کے مطابق ہم نے بھی ساری دعاء صیغہ جمع مثکلم کے ساتھ لکھ دی ہے اور چوں کہ روایت کے الفاظ اور ضرورتاً بدلے ہوئے الفاظ مختلف ہیں اس لئے اصول و ضوابط کے مطابق دعاء کے شروع سے روایت کی سند اور راوی کے نام والے الفاظ حذف کر دیئے ہیں۔

دُعَاءِ قِيُوتِ نَارِهِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُمَّ اهْدِنَا فِيمَنْ هَدَيْتَ ۖ وَعَافِنَا فِيمَنْ عَافَيْتَ ۖ وَ
تَوَلَّنَا فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ ۖ وَبَارِكْ لَنَا فِيمَا أَعْطَيْتَ ۖ وَقِنَا شَرَّ مَا
قَضَيْتَ ۖ فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَىٰ عَلَيْكَ ۖ إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ
وَالَيْتَ ۖ وَلَا يَعْزُ مِنْ عَادَيْتَ ۖ تَبَارَكَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ ۖ
فَسْتَغْفِرُكَ وَتَسْتَغْفِرُكَ إِلَيْكَ ۖ

٢- اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ
الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْأَمْوَاتِ ۝ وَاللَّهُ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۝ وَأَصْلِحْ
ذَاتَ بَيْنِهِمْ ۝ وَأَنْصُرْهُمْ عَلَى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ ۝

٣- اللَّهُمَّ أَنْصُرِ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِينَ ۝ اللَّهُمَّ أَنْصُرْ عَسَاكِرَ
الْمُؤْمِنِينَ وَجِيُوشَ الْمُؤَحِّدِينَ ۝ أَيْنَ مَا كُنَّا وَمَنْ كَانُوا
اللَّهُمَّ أَنْصُرْ مَنْ تَصَدَّقَ رَيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا
مِنْهُمْ ۝ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ الدِّينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَلَا تَجْعَلْنَا
مِنْهُمْ ۝

٣- اللَّهُمَّ ابْدِنَا أَهْلَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ۝ اللَّهُمَّ انصُرْنَا وَلَا تَضُرُّ
عِبَانَا ۝ وَأْمُرْنَا وَلَا تَنْكَرْ عَلَيْنَا ۝ وَأَعِزَّنَا وَلَا تُعِزَّ عَلَيْنَا ۝ وَ

الحق في القلوب عين اليقين سلم الله عليه وسلم كتبنا الحسن من هذا الزوال الحاد من النبي محمد صلى الله عليه وسلم.

أَكْرِمْنا وَلَا تُهِنِّنا ○ وَلَا تُخْزِنَا فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ ○ وَلَا
تُثِمِّتْ بَنِي الْأَعْدَاءِ ○ وَلَا تَجْعَلْنا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ○ رَبَّنَا اجْعَلْنا
فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ○ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ○
اللَّهُمَّ اكْفِنَا شَرَّهُمْ بِمَا شِئْتَ ○ اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِذُّكَ فِي نُحُورِهِمْ
وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ ○ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعِفِينَ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ ○

٣- اللَّهُمَّ اكْفِنَا شَرَّهُمْ بِمَا شِئْتَ ۝ اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ
وَتَعَوُّدِيكَ مِنْ شُرُورِهِمْ ۝ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَغْفِرِينَ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ ۝

٥- أَلَمْ نَعِدْكُمْ أَنْ تُدْعَوْا لَكُمْ فِي الْمَوْتِ وَالْحَيَاةِ عَلَيْهِمُ الْحَقُّ، وَوَعَدُكَ الْحَقُّ، وَكَانَ خَمًّا عَلَيْنَا نَسْرُ
الْمُؤْمِنِينَ ۝ إِلَهَ الْحَقِّ سُبْحَانَكَ، لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ ۝

٥- (اللَّهُمَّ الْعَنِ الْكُفْرَةَ) مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ ○ النَّصَارَى
وَالْيَهُودَ وَالسَّكَّةَ وَالْمُتَوَدِّدَ، وَالْمُتَجَوِّسَ، وَالْمُنَافِقِينَ الْإِبْرَاجِينَ ○

وَالَّذِينَ هُمْ يَدْعُونَ وَلِلَّهِ الْغَيْبُ مَعِ الْغَيْبِ ۚ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ۝ وَالْمُزَاجِرَةُ وَالتَّوَافِقُ
السَّبَائِيَّةُ وَمُنْكَرِي الْحَدِيثِ وَأَهْلُ الْبِدْعَةِ وَخُلَفَاءُ هُمْ وَ
أَعْوَانُهُمْ وَمُرْءَاءُ هُمْ وَمَنْ وَالَاهُمْ مِنَ الْحُكَّامِ وَالْمُقَدِّرِينَ
وَأَوْلِيَاءُ هُمْ الْكِبْرَاءُ الْبَرِّيَّةُ وَالْفَرَسُ وَالْأَمْرِيكَ وَالْإِسْرَائِيلِ
وَكُفَّارُ أَوْسُ ثِيَابِ الرُّوسِ وَالصَّبِينَ وَالْيَابَانَ وَأَتْبَاعُهُمْ أَغْدَاكَ
أَغْدَاكَ نَيْبِكَ أَغْدَاكَ أَصْحَابُ نَيْبِكَ وَأَمْرُ وَاجِهِ . أَهْلُ بَيْتِهِ
الْمُطَهَّرَاتِ أَهْلَاتِ الْمُؤْمِنِينَ ، أَغْدَاكَ كِتَابِكَ وَأَغْدَاكَ الدِّينِ

وَالْمُسْلِمِينَ ۝ (الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِكَ) وَيَجْحَدُونَ
بِآيَاتِكَ وَيَكْفُرُونَ بِرُسُلِكَ وَيَقْتُلُونَ أَوْلِيَاءَكَ ۝

اللَّهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلِّ أَعْدَاءَهُمْ ۝ اللَّهُمَّ

الَّتِي فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبُ ۝ اللَّهُمَّ اخْذْ لَهُمْ ۝ اللَّهُمَّ شَتِّتْ شَمَاهِمَ
 اللَّهُمَّ فَرِّقْ حِزْبَهُمْ وَجَمْعَهُمْ ۝ اللَّهُمَّ اهْزِمْ جُنُودَهُمْ ۝ اللَّهُمَّ
 عَلَيْكَ يَا شَدَّاءِ هُمْ ۝ اللَّهُمَّ قُلْ حَدَّاهُمْ وَاكْسِرْ شُوكَهُمْ
 وَقَوِّتْهُمْ ۝ اللَّهُمَّ قَلِّبْ تَدْبِيرَهُمْ عَلَيْهِمْ ۝ اللَّهُمَّ بَدِّلْ
 أَحْوَالَهُمْ بِالسُّوءِ ۝ اللَّهُمَّ اقْطَعْ أَرْزَاقَهُمْ ۝ اللَّهُمَّ شَغِّلْهُمْ
 بِأَنْفُسِهِمْ ۝ اللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا ۝
 اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَيْهِمْ ۝ اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِيْنِ
 يُوسُفَ ۝ اللَّهُمَّ اَعْتَا عَلَيْهِمْ بِسَبْعِ كَسْبِ يُوْسُفَ ۝ اللَّهُمَّ
 خَرِّبْ بُنْيَانَهُمْ ۝ اللَّهُمَّ تَبَرِّدْ بِلَادَهُمْ ۝ اللَّهُمَّ دَمِّرْ دِيَارَهُمْ ۝
 اللَّهُمَّ أَهْلِكْهُمْ كَاهِلَاكَ عَادٍ وَثَمُودَ ۝ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُمْ أَحَادِيثَ
 كَأَحَادِيثِ عَادٍ وَثَمُودَ ۝

٨- اللَّهُمَّ مَزِقْهُمْ كُلَّ مَزْقٍ ۝ اللَّهُمَّ خُذْهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُقْتَدِرٍ ۝
 وَأَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَكَ الَّذِي لَا تَرْدُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ۝ إِلَهَ الْحَقِّ
 آمِينَ !

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ - الْأُمِّيِّ (مُحَمَّدٍ) وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ وَاتَّبَاعِهِ
 أَجْمَعِينَ ۝

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى أَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَأَوْلَادِهِ وَاتَّبَاعِهِ أَجْمَعِينَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقِيْنَ.

تَكْمِيلُ التَّرْتِيبِ الْأَوَّلِ : فِي سَاعَةِ ٢٠ / ٦ / ٨٥ هـ - ظَهَرَ النَّبِيُّ ١٦ / ١٠ / ٦٥ م

تَكْمِيلُ التَّرْتِيبِ الثَّانِي : يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ ١٨ / ٩ / ١٢٢١ هـ

مطابق دسبر ١٥ / ١٢ / ٢٠٠٠ م

له ناسخ "المصنوعين" ص ١٢٣، البخاري ص ١٢٣، ومسلم ص ٢٢٤، وأبو داود ص ٢٠٢، وابن ماجه ص ٨٢.
 ٥ البخاري ص ١٢٦ ج - ٤ "المصنوعين" ص ١٢٦ - ٤ "النسائي" ص ١١٥ ج - ٤.

سید ابو ذر حارثی

حضرت مولانا سید ابو ذر حارثی اپنے وقت کے جدید اور وسیع المطالعہ علماء میں سے تھے۔ اس حوالے سے ان کا شمار اپنے دور کے چند گنے چنے افراد میں ہوتا تھا۔ ان کی مجلس میں کچھ دیر بیٹھنے کے بعد آپس محسوس ہوتا تھا جیسے کسی بڑی لائبریری میں وقت گزار کر آئے ہیں۔ لیکن بے رحم سیاست نے ان کے نور ان کے معاصرین کے درمیان تجلیات نور ترجیحات کی ایسی کیریم سمجھ دی کہ ان کی علمی و دینی شخصیت سے وہ ناکہ نہ اٹھایا جاسکا۔ جو ان کا نور ان سے زیادہ ان کے اہل زمانہ کا حق تھا۔

مولانا زاہد رزاق شادی مدیر ماہنامہ "الشریعہ" ملکو بھڑوالہ

سید ابو ذر حارثی نے زندگی کے کسی موڑ پر بھی "فقیر مصلحت بین" کا روپ اختیار نہیں کیا۔ یہ نمونہ ہے کہ وہ فن خطابت میں اپنے والد کے ہم سر نہیں تھے لیکن علم و ادب میں وہ یقیناً اپنے والد سے آگے تھے ہمیں دکھ یہ ہے کہ قدرت نے انہیں جس علم و فضل سے نوازا تھا اس علم و فضل سے استفادہ نہ کرنے والے وقت نے انہیں سادہ کار ماحول فراہم نہیں کیا۔

ڈاکٹر رشید احمد جالندہ

ڈاکٹر یکٹر نور و ثقافت اسلام آباد

سید ابو ذر حارثی کی تحریر و انشاء، مولانا محمد انصاری کے اسلوب کی آئینہ دار تھی۔ وہی انصاف کا معلومات کی وسعت اور ان کی کمرائی و کیرائی کی کہ انداز تحریر میں بعض جگہ رسم الخط بھی "بول" ہی کا اختیار کرتے تھے۔ ان کی علمی تحقیق و تصدیق کا نمونہ ہے جس کی اشاعت کا اہتمام مسٹر، خیر مہاشینہ گاہ پاکستان کا دینی فریڈم مولانا محمد اسحقی (مدیر ماہنامہ "صوت اسلام")

مرزا یحییٰ کی شہر کی آئینہ نشین

خطبات ابوذرؓ - جلد اول۔ جلد دوم۔ زیر ترتیب (جلد اول طلوعِ سحر کے عنوان سے کئی برس پہلے شائع ہوئی تھی ان شاء اللہ اب خطبات ابوذرؓ کے عنوان سے سلسلہ وراشاہت ہوگی)

خطباتِ جمعہ - تالیف۔ بانیِ الاحرار حضرت سید ابو معاویہ ایوب ذرخاری رحمۃ اللہ علیہ (زیرِ کتابت)

کلیاتِ ابوذرؓ - (مجموعہ کلام) حضرت سید ابو معاویہ ایوب ذرخاری رحمۃ اللہ علیہ (زیرِ ترتیب)

صلوٰۃ الرسول ﷺ - تالیف۔ بانیِ الاحرار حضرت سید ابو معاویہ ایوب ذرخاری رحمۃ اللہ علیہ (زیرِ ترتیب)

سواطعِ الالہام - (مجموعہ کلام) حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (زیرِ کتابت)

حرفِ میرے زندہ رہیں گے - بانیِ الاحرار حضرت سید ابو معاویہ ایوب ذرخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ۳۵ سالہ صحافتی زندگی کا پچوڑ ہفت روزہ قبل اور پندرہ روزہ الاحرار کے ادارے اور دیگر نمایاں تحریروں کا مجموعہ (ترتیب کا آئناہ وچکا ہے)

خراجِ عقیدت - سید ابو معاویہ ایوب ذرخاری رحمۃ اللہ علیہ کی دینی علمی سیاسی اور خطاباتی خدمات کے حوالہ سے نامور اہل قلم کے تاثرات کا مجموعہ (زیرِ ترتیب) مرتب لن ابو ذر سید محمد معاویہ بخاری

خلفاءِ اہلِ اسلام - تالیف۔ بانیِ الاحرار حضرت سید ابو معاویہ ایوب ذرخاری رحمۃ اللہ علیہ (زیرِ ترتیب)

مقدماتِ امیر شریعت - تالیف۔ بانیِ الاحرار حضرت سید ابو معاویہ ایوب ذرخاری رحمۃ اللہ علیہ (زیرِ ترتیب)

برأتِ عثمانؓ - مولانا عارف احمد عثمانی (زیرِ ترتیب)

منشاداتِ وادیان - مولانا غنیائت اللہ (زیرِ ترتیب)

جو شکوت شاخِ خیال تھا - مدیر الاحرار سید محمد معاویہ بخاری کے تحریر کردہ قلم نگیز ادارے اور دیگر تحقیقی مضامین کا مجموعہ (زیرِ ترتیب)